

بدعات

پروفیسر ڈاکٹر محمد مستود احمد

ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

۵۶۶۲-ای، ناطم آباد، کراچی (سدرہ)

اسلامی جمہوریہ پاکستان، ۱۲۲۵/۲۰۰۵ء

ادارۃ مستود

سلسلہ اشاعت نمبر ۴

بغیر اجازت شائع نہ کریں

نام کتاب	_____	بدعات
مصنف	_____	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (ایم اے بی ایچ ڈی)
ناشر	_____	ادارہ مسعودیہ
اشاعت	_____	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ / اکتوبر ۱۹۹۶ء
صفحات	_____	۲۹ صفحات
تعداد	_____	تین ہزار
مطبع	_____	

ملنے کے پتے

ادارہ مسعودیہ :- ۶/۲ - ۵ ای ناظم آباد - کراچی

مظہری پبلیکیشنز :- ۸/۲۶-۶ بی۔ آئی۔ بی کالونی کراچی فون ۲۹۴۵۳۱

المختار پبلیکیشنز :- ۲۵ جاپان نیشنل رضا چوک (ریگیل) صدر کراچی

مکتبہ رضویہ _____ آرام باغ روڈ کراچی

مکتبہ غوثیہ :- سبزی منڈی کراچی فون نمبر ۲۹۴۳۳۴۸

ادارہ مسعودیہ _____ بسینٹ ۱۱ نشتر روڈ لاہور

مکتبہ قادریہ :- جامع نظامیہ رضویہ انڈرون لوہاری گیٹ - (لاہور)

اسلامی معاشرے میں بعض باتیں ایسی بھی رائج ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت نہیں معلوم ہوتیں اس لئے مناسب خیال کرتا ہوں کہ ایسے حقائق کے بارے میں احادیث سے جو اصول و ضابطہ معلوم ہوتا ہے اس کو پیش کر دیا جائے تاکہ ایک قطعی معیار سامنے آجائے اور اسی معیار اور کسوٹی پر مسلمانوں کے ہر عمل کو پرکھ کر اندازہ لگایا جائے کہ وہ شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ۔

مشہور صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

حلال وہ ہے جس کو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا۔ اور

حرام وہ ہے جس کو خدا نے اپنی کتاب میں حرام کیا۔ اور

جس سے خاموشی اختیار فرمائی وہ عفو (جائز) ہے۔
اسی طرح حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

”اللہ نے کچھ چیزیں فرض کی ہیں، پس انہیں ضائع نہ کرو (یعنی اُن پر

ہر حال میں عمل کرو)۔ اور کچھ چیزیں حرام فرمائیں اُنکی حرمت

۱۔ (ا) امام ابوعلی محمد بن علی : ترمذی شریف، مطبوعہ کراچی

(ب) ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ ترمذی : سنن ابن ماجہ، مطبوعہ مکتبہ

نہ توڑو۔ اور کچھ حدیں قائم کیں، اُن سے آگے نہ بڑھو۔
اور کچھ چیزوں سے بغیر نیان کے (یعنی جان بوجھ کر) خاموشی اختیار
فرمائی، اُن میں بحث نہ کرو۔ (یعنی وہ تمہارے لئے جائز قرار
دے دی گئی ہیں)۔

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس کو اللہ اور اُس کے رسول علیہ التحیۃ
والتسلیم نے صاف لفظوں میں حلال فرمایا، وہ حلال ہو گیا۔ اور جس کو حرام فرمایا
وہ حرام ہو گیا۔ اور جن امور کے بارے میں کچھ نہ فرمایا وہ جائز و مباح ہیں۔
یہ ایک فطری اصول ہے۔ اب اگر کوئی ایسے امور کے متعلق جن سے قرآن و
حدیث میں خاموشی اختیار فرمائی، یہ حکم لگائے کہ یہ حلال ہے، وہ حرام۔ اُس کیلئے
قرآن حکیم کا یہ ارشاد کافی ہے:

”اور نہ کہو اُسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے
اور وہ حرام ہے تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے
ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔“

بلاشبہ مناسب و معقول بات یہی ہے کہ جس کو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے حلال کیا، اُس کو حلال سمجھیں۔ اور جس کو حرام کیا، اُس کو حرام سمجھیں
اور خواہ مخواہ قیہانہ مشگافیوں میں مبتلا ہو کر اتحاد کو پارہ پارہ نہ کریں۔ وہ اتحاد جو
اسلام کا مقصود و مطلوب ہے۔ کسی چیز کا عہد رسالت، اب صلی اللہ علیہ وسلم
عہد خلافت راشدہ اور عہد تابعین و تبع تابعین میں ہونا اُس کی فضیلت کی دلیل ہے
اور نہ ہونا اُس کی حرمت کی دلیل نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ مباح اور جائز ہو۔

۱۔ (۱) محدث ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی: سنن دارقطنی

(ب) ولی الدین بن عبداللہ الخطیب: مشکوٰۃ المصابیح، مطبوعہ کراچی، ص ۳۲

۲۔ قرآن حکیم، سورہ نمل، آیت نمبر ۱۱

زمانہ ایک حالت پر نہیں رہتا اس میں انقلابات اور تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اور وہ انسان
کی پوری زندگی کو متاثر کرتا ہے، شریعت کے دائرے میں رو کر اُن تبدیلیوں اور انقلابات
کو قبول کیا جاسکتا ہے، اس کے بغیر زندگی گزارنا ممکن نہیں۔

ایک بات اور قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نے جس چیز کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ ہر حال میں جائز ہوگی جب تک کہ کسی خاص صورت یا
ہیئت میں اُس جائز چیز سے منع نہ کیا گیا ہو۔ اسی طرح جس چیز سے منع کیا گیا ہے
وہ ہر حال میں ناجائز ہوگی جب تک کہ کسی خاص صورت یا ہیئت میں اُس کے کرنے کی
اجازت نہ ہو۔ یہ موٹی سی بات ہے جس کو سمجھنے کے لئے عام انسان کی عقل کافی ہے
— مثلاً قرآن حکیم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا گیا ہے تو یہ تعظیم و
تکریم ہر صورت میں جائز ہوگی۔ تعظیم و تکریم کے مختلف قوموں کے مختلف انداز ہیں، اپنے
اپنے انداز کے مطابق وہ تعظیم و تکریم کر سکتے ہیں جب تک کہ کسی خاص صورت یا ہیئت
میں میمنہ کی ممانعت نہ ہو۔ مثلاً آپ کو یا آپ کے روضہ اقدس کو سجدہ کرنا اس کی
صراحتاً ممانعت ہے۔ اسی طرح مُردار کھانے کی ممانعت ہے، وہ ہر حال میں
حرام ہے، ہاں کوئی خاص صورت مستثنیٰ ہو تو اُس میں کھانے کی اجازت ہوگی مثلاً
حالت اضطرار میں۔

جیسا کہ عرض کیا کہ زمانے میں انقلابات و تبدیلیاں آتی رہتی ہیں، نئی نئی باتیں
سامنے آتی رہتی ہیں۔ اس کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا اچھا اصول ہم کو
دیا ہے جس نے ہر قسم کے شکوک و شبہات کو ختم کر دیا۔ آپ نے فرمایا:
”جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔“

۱۔ قرآن حکیم، سورہ اعراف، آیت نمبر ۱۵، سورہ فتح، آیت نمبر ۹، سورہ جرات آیت نمبر ۱۰

۲۔ قرآن حکیم، سورہ احزاب، آیت نمبر ۵

۳۔ (۱) امام محمد، موطا امام محمد، ص ۱۰۴

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

یہاں اہل علم و مسلمانوں کی اکثریت مراد ہے۔ اس کی وضاحت ایک اور حدیث سے یوں ہوتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم بڑی جماعت (سواد اعظم) کی پیروی کرو۔“ پھر مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس کی تشریح یہ کی گئی ہے:-

سواد اعظم (بڑی جماعت) سے مراد وہ جماعت ہے جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت اور جہور کے ساتھ رہنے کی شدید تاکید فرمائی۔ یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں جو ہم سب کے لئے مینارۃ نور ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس طرح بکری کے لئے بھیڑ یا ہے اسی طرح شیطان انسان کے لئے بھیڑ یا ہے (بھیڑنے کی عادت ہے کہ وہ)“

○ — گلوں سے بھاگنے والی — اور

○ — دور چلنے والی — اور

○ — ایک جانب رہ جانے والی

○ — (بکریوں) کو پکڑتا ہے

○ — تم اپنے آپ کو گھٹائیوں سے بچاؤ۔

(بقیہ حاشیہ ص)

(ب) ابن قیم: کتاب الروح، ص ۱۰

(ج) علی بن سلطان القاری: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ،

(د) محمد امین بن عمر بن عابدین شامی: رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۲۷۵

(ه) احمد رضا خاں بریلوی: اقامۃ القیامہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۷ھ، ص ۱۲

۱۔ (ا) ابو عبد اللہ محمد بن یزید: سنن ابن ماجہ، مطبوعہ مکتبۃ

(ب) ولی الدین محمد عبد اللہ خطیب تبریزی: مشکوٰۃ شریف، ص ۳۰

۲۔ علی بن سلطان القاری: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (مشکوٰۃ المصابیح، مطبوعہ کراچی، ص ۲۰)

○ — اور ہر حال میں جماعت اور جہور کے ساتھ رہو۔

بعض حضرات عوام کی رائے کو وقعت نہیں دیتے اور ان کو جاہل و آن پڑھ سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کتنے پڑھے لکھے تھے مگر آپ ہمیشہ مشورہ فرماتے تھے اور عوامی رائے کو نظر انداز نہ فرماتے۔ آپ نے اس رسم بہن کو ختم کر دیا کہ ایک بادشاہ اپنی خواہش نفس سے جو چاہے فیصلہ کر کے عوام پر نافذ کر دے۔ آپ کے ذاتی فیصلے بھی وحی کے تابع ہوتے تھے۔ آپ نے کبھی خواہش نفس سے فیصلہ نہیں فرمایا۔ آپ نے ہر حالت میں مسلمانوں کو اکثریت کے ساتھ رہنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

جس نے جماعت سے ایک بالشت بھر جدا کی اس نے اسلام کا حلقہ

اپنی گردن سے نکال دیا۔

سیاسی اور عمرانی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو کثرت رائے کو نظر انداز کرنے سے ملت میں انتشار و افتراق کی فضا پیدا ہو جاتی ہے، دورِ جدید کی تاریخ میں ایسی ہی بہت سی مثالیں مل جائیں گی بلکہ بعض حضرات نے خود مشاہدہ اور تجربہ بھی کیا ہوگا۔ کبھی ایسا دیکھنے میں نہ آیا کہ کثرت رائے نے انتشار پیدا کیا ہو۔ جو حقیقت تاریخ سے

۱۔ ولی الدین محمد عبد اللہ خطیب تبریزی: مشکوٰۃ شریف، مطبوعہ کراچی، ص ۳۱

۲۔ (ا) قرآن حکیم، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۵۹۔

(ب) امام ابوعلی محمد بن علی: ترمذی شریف، مطبوعہ کراچی، کتاب الجہاد، باب نمبر ۴، ص ۲۶۳۔

(ج) ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ: سنن ابن ماجہ، مطبوعہ مکتبۃ، باب نمبر ۱۵۲،

حدیث نمبر ۵۲، ص ۵۲

۳۔ قرآن حکیم، سورۃ نجم، آیت نمبر ۲-۳

۴۔ (ا) احمد بن حنبل: مسند احمد

(ب) سلیمان بن اشعث سجستانی: سنن ابوداؤد، مطبوعہ کراچی

(ج) ولی اللہ محمد عبد اللہ خطیب تبریزی: مشکوٰۃ شریف، مطبوعہ لاہور

ثابت ہے اللہ اور اس کے رسول علیہ التحیۃ والتسلیم نے مسلمانوں کو اس طاعت بتوڑ کر کیا تاکہ وہ متفق و متحد رہیں۔ اسلام کا مقصود باہمی اخوت و محبت ہے۔

”کثرت رائے“ کا ضابطہ بھی اسی مقصود کے حصول کے لئے بنایا گیا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ایک مومن کا دوسرے مومن کے ساتھ وہ علاقہ ہے جیسے ایک عمارت

کے اجزاء کہ ان میں سے ایک جزو دوسرے کو مدد پہنچاتا ہے اور ہر

ایک کو ایک دوسرے سے استحکام پہنچاتا ہے۔

پھر ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست

کر کے مسلمانوں کی باہمی چسپیدگی اور پیوستگی کو مثیلاً دکھایا۔

حضرت نعمان بن بشر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا :-

”ملت اسلامیہ فرد واحد کے جسم کی طرح ہے جب اس کی آنکھ یا سر میں تکلیف

ہو تو سارا بدن دکھنے لگے۔“

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع اسلام علیہ السلام کا مقصود یہ ہے کہ

مسلمان کسی صورت میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں، ہر حال میں متحد رہیں اور ایک دوسرے

کے دکھ درد میں شریک رہیں۔ اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر حال

میں مسلمانانِ عالم کی کثرت رائے کا احترام کیا جائے۔ صداقت و سچائی ”کثرت رائے“

۱۔ (۱) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل: بخاری شریف، مطبوعہ دہلی ج ۲، ص ۸۹۰

(ب) ابوالحسن مسلم بن الحجاج النیشاپوری: مسلم شریف، مطبوعہ دہلی ج ۲، ص ۳۲۱

۲۔ (۱) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل: بخاری شریف، مطبوعہ دہلی ج ۲، ص ۸۸۹

(ب) ابوالحسن مسلم بن الحجاج النیشاپوری: مسلم شریف، مطبوعہ دہلی ج ۲، ص ۳۲۱

(ج) دلی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب: مشکوٰۃ المصابیح، مطبوعہ کراچی، ص ۴۲۲

میں چھپی ہوتی ہے۔ ایک مثال سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں اختلاف

پایا جاتا ہے۔ حضرت عطار رضی اللہ عنہ کے خیال میں ۱۲ ربیع الاول ہے حضرت مکرّم

رضی اللہ عنہ کے خیال میں ۸ ربیع الاول اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خیال میں

۱۲ ربیع الاول۔ علامہ ابن جوزی نے یہ تینوں قول پیش کر کے آخری قول کے

بارے میں فرمایا کہ وہ زیادہ صحیح ہے۔ دُنیا کے سارے مسلمانوں نے آخری قول پر

صاد کیا اور جمہور کی رائے یہی ٹھہری۔ آج عام مسلمانوں کو اختلاف رائے کا پتا

بھی نہیں کیوں کہ عوامی فیصلہ نافذ ہو چکا۔ اب ماضی کی طرف عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سے ہزاروں برس پیچھے چلے۔ ہندوؤں کی مذہبی کتاب بھاگوت پراٹ اٹھ کر

دیکھئے۔ اس میں لکھا ہے :-

”وہ منظر حق ۱۲ ربیع الاول۔ روزِ پیر پیدا ہوگا۔ اس دن والے شہر

میں ایک سردار کے ہاں، جس کا نام عبداللہ ہوگا، اس کی ماں کا نام

آمنہ ہوگا۔“

آپ نے ملاحظہ فرمایا جو فیصلہ عوام و خواص نے صدیوں پہلے کیا تھا اس کی

حقانیت اس صدی میں ظاہر ہو کر رہی۔ اسی لئے عرض کیا گیا کہ ”کثرت رائے“

میں صداقت پوشیدہ ہوتی ہے اور جماعت و جمہور پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جو اس سے

اختلاف کرتا ہے وہ خود بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ کرتا ہے۔

”کثرت رائے“ کے جمہوری اصول سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شارع علیہ السلام

نے شریعت میں زمانہ کی حرکی قوت کی رعایت کی ہے اور انسانی معاشرے کے انقلابات

اور تبدیلیوں کا لحاظ رکھا ہے۔ اس سلسلے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نہایت ہی

۱۔ حافظ جمال الدین عبدالرحمن ابن الجوزی: بیان المیاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ لاہور ص ۱۰۰

۲۔ بھاگوت پراٹ، اکند ۱۲، باب ۲، شکوک ۱۸۔

اہم ارشاد قابل توجہ ہے آپ نے فرمایا :

”جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا تو اُس کے لئے اس کا ثواب ہے اور اس کے بعد اُس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ہے جبکہ بعد والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں بُرا طریقہ نکالا تو اُس پر اُس کا گناہ ہے اور اُس کے بعد اُس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ہے جبکہ بعد والوں کے گناہوں میں کمی نہیں کی جائے گی۔“

اس حدیث مبارکہ میں سنتِ حسنہ (اچھا طریقہ) اور سنتِ سیئہ (برا طریقہ) کی تقسیم کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ زمانہ کی ضرورتوں اور حالات کے تقاضوں کے تحت مستقبل میں بعض لوگ اچھے طریقے نکالیں گے اور بعض لوگ بُرے طریقے — اچھوں کو اُن کی اچائی کا ثواب ملے گا اور بُروں کو اُن کی برائی کا عذاب۔ پھر ایک حدیث میں بُرے طریقے کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جس کی اصل اس دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔“

اس حدیث پاک کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ :-

”جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جس کی اصل اس دین میں ہے، وہ محبوب ہے۔“

۱۔ (۱) ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری، مُسلم شریف، مطبوعہ دہلی ج ۱، ص ۲۲۷۔

(ب) یوسف سید ہاشم رفاعی، اَدْلَةُ اَبْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۲۳۵۔

(ج) دلی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب، مَشْكُوَّةُ الْمُصَانِجِ، مطبوعہ کراچی، ص ۲۲

۲۔ (۱) ایضاً، مُسلم شریف

(ب) ابوداؤد سلیمان بن اشعث، ابوداؤد شریف، مطبوعہ کراچی ج ۲، ص ۲۷۹

(ج) سید یوسف سید ہاشم رفاعی، اَدْلَةُ اَبْلِ السُّنَّةِ، مطبوعہ لاہور

(۵) دلی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب، مَشْكُوَّةُ الْمُصَانِجِ، مطبوعہ کراچی، ص ۲۷

گویا سنتِ حسنہ مرغوب و محبوب ہے اور سنتِ سیئہ مردود — انہیں مردود اور ناپسندیدہ طریقوں کے بارے میں یہ ارشاد بھی ملتا ہے :-

”بدترین امور وہ ہیں جو نو پیدا ہوں اور ہر نو پیدا (برا طریقہ) گمراہی ہے۔“

اس حدیث کو ہر نو پیدا چیز پر منطبق نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نو پیدا چیزوں اور طریقوں کے بارے میں احادیث مبارکہ میں پہلے ہی صراحت کر دی گئی جس کی تفصیل اوپر ذکر کی ہے۔ قرآن میں بھی نو پیدا امور کا ذکر ہے اور اس پر اجر و ثواب کا بھی، وہ اس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں نے ترکِ دنیا اور رہبانیت کو از خود دین میں ایجاد کیا، اللہ نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا تھا، وہ رحمن و رحیم ہے بندوں پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، ہاں بندے اگر از خود بوجھ اٹھانا چاہیں تو منع نہیں فرماتا بلکہ اجر و ثواب عطا فرماتا ہے یہ عادتِ الہی ہے۔ چنانچہ جن پیروکاروں نے ترکِ دنیا اور رہبانیت کی زندگی گزاری اور اس بدعت کو نبی با اُن کو اُن کی تبت اور حُسنِ عمل کا اجر عطا فرمایا اور جو نہ نباہ سکے وہ اجر و ثواب سے محروم ہے۔ قرآن حکیم میں اس کی تفصیل اس طرح ہے:

پھر ہم نے اُن کے پیچھے اس راہ پر اپنے اور رسولِ نبی کے اور اُن کے

پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور اُسے انجیل عطا فرمائی اور اُس کے پیروں

کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی — اور راہِ سب بنا، تو یہ بات

انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی، ہم نے اُن پر مقرر نہ کی تھی

ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اُسے نہ نباہا،

جیسا کہ اُس کے نبی نے کا حق تھا تو اُن کے ایمان والوں کو ہم نے اُن کا

ثواب عطا کیا۔ (الحمدید: ۲۷)

مندرجہ بالا آیت سے یہ نکات اخذ کئے جاسکتے ہیں :-

۱۔ دلی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب، مَشْكُوَّةُ الْمُصَانِجِ، مطبوعہ کراچی، ص ۲۷

۲۔ ایضاً، ص ۲۸۵

۱۔ اللہ کی رضا چاہنے کے لئے دین میں نئی بات نکالی جاسکتی ہے۔

۲۔ جو بات اس مقصد کے لئے دین میں نکالی جائے اُس کو ہمیشہ کرتے رہنا چاہیئے، چھوڑنا نہیں چاہیئے۔

۳۔ ایسی نئی باتیں اور بدعتیں پر اگر پابندی سے عمل کیا جائے اللہ کی طرف سے اجر و ثواب ملے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم میں ہر چیز کا بیان اور ہر بات کا جواب ہے۔ یہ ہماری بد نصیبی ہے کہ عقل و دانش اور وسوسہ شیطانیہ ہم کو پریشان خیال رکھتے ہیں۔ بہر حال سنن حسنہ کے ساتھ ساتھ سنن سنیہ بھی بدعات میں شامل ہیں جو بیشک گمراہی ہیں۔ امام شاطبی نے کتاب الاعتصام میں سنتِ سنیہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے :-

”دین میں وہ خود ساختہ طریقہ جو شریعت کے مشابہ ہو اُس پر چلنے کا وہی مقصد ہو جو طریقہ شرعیہ سے مقصود ہوتا ہے۔“

اس اجمال کی اگر تفصیل کی جائے تو بہت سی ایسی باتیں مردود ٹھہرتی ہیں ہماری نگاہ پر، محبوب ہیں۔ مثلاً سال میں ملک کے ایک گوشے میں ملک کے مسلمانوں کو جمع کر کے عبادت کرنا اور لمبی لمبی دعائیں مانگنا۔ شریعت میں نماز پنجوقتہ میں محکم کی مسجد میں سب کو جمع کیا گیا ہے، نماز جمعہ کے لئے شہر کی بڑی مسجد میں اور نماز عید کے لئے شہر سے باہر عید گاہ میں۔ اس سے زیادہ اللہ نے اپنے بندوں پر تکلیف نہیں دی، ہاں حج مکلف ہیں، اُن پر حج فرض کیا گیا بشرط استطاعت۔ اب اگر کوئی میدانِ عرفات کے اجتماع کی نقل کرتا ہے اور بغیر تکلیف شرعی کے لوگوں کو جمع کرتا ہے تو وہ ایسی بدعت کا مرتکب ہے جس کا ذکر امام شاطبی نے کیا ہے اور جس کا ذکر حدیث میں بھی ہے۔ بہر کیف تو پیدا امور کو دو خانوں میں تقسیم کیا گیا ہے، وہ امور جن کی اصل دین میں

۱۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب: مشکوٰۃ المصابیح، مطبوعہ کراچی، ص ۲۸۵۔

۲۔ ایضاً، ص ۲۸۵۔

موجود ہے یقیناً محبوب و محمود ہیں۔ (جیسے بیج اور درخت — درخت کی ایک ایک ٹہنی، ایک ایک پتہ، ایک ایک پھول کا تعلق بیج سے ہے گو بظاہر بیج پر نظر رکھنے والا تعلق محسوس نہیں کر سکتا مگر جس کو علم و بصیرت حاصل ہے وہ اس تعلق کو پالے گا) اور وہ امور جن کی اصل دین میں نہیں وہ مردود و ناپسندیدہ ہیں۔

ایک بات اور ذہن نشین رہے کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے جیسا کہ حدیث شریف میں صراحت موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض ناپسندیدہ نظر آنے والے امور خیر میں شمار کئے جاتے ہیں۔ علامہ ناصر الدین ابن الخیر نے خوب فرمایا :-

لے (۱) مثلاً عظیم الشان مساجد بنانا، مینائے کھڑے کرنا، بڑے بڑے گنبد بنانا، چھوٹی چھوٹی بڑیاں بنانا، محرابیں بنانا، جھار فائوس اور پتکے لگانا، بیڑے کو رادار ایر کنڈیشنر لگانا، گرم اور ٹھنڈے پانی کا انتظام کرنا، قالین بچھانا، نمازیوں کے لئے قرآن کے نئے رکھنا، تسبیحیں لٹکانا، ٹوپیاں رکھنا، لاؤڈ اسپیکر لگانا۔ یہ سب باتیں نئی ہیں، عہد نبوی، عہد خلافت راشدہ اور عہد تابعین و تبع تابعین میں نہ تھیں۔ مگر یہ سب امور جس چیز پر مرتب ہوتے ہیں وہ مسجد ہے جس کی اصل دین میں ہے۔

(ب) اسی طرح خط نسخ میں قرآن لکھوانا، حروف پر نقطے اور زیر و بر پیش لگانا، رموز و اوقاف مقرر کرنا، تجوید و قرأت پر کتابیں مدقون کرنا، تفسیریں لکھنا اور مختلف زبانوں میں ترجمے کرنا، تیس یا دوں پر تقسیم کرنا اور ہر پاسے کا انگ نام رکھنا، پرتیس میں چھپانا، نفیس جلدیں بنوانا اور کیسٹ تیار کرنا وغیرہ وغیرہ ساری باتیں ابتدائیں کہاں تھیں مگر جس شے پر یہ باتیں مرتب ہوتی ہیں اُس کی اصل دین میں ہے یعنی قرآن۔ بلکہ وہ تو اصل دین ہے۔

۲۔ ایسی ناپسندیدہ امور میں یہ نوپیدا باتیں شامل ہیں :-

داڑھیاں منڈوانا، کھڑے ہو کر کھانا، غیر مشلوں کے طور طریقے اختیار کرنا، عورتوں کا بیج بن کر بازاروں میں گھومتا پھرتا، دکائیں لگانا، مردوں کی محفلوں میں بے محابا تقریریں کرنا، مردوں کے لباس پہننا، مزاروں پر جانا، قبروں پر اگر بتیاں جلانا، مرغیوں کے لئے شاندار دعوتیں کرنا اور شادیاں رچانا وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ محمد بن اسماعیل بخاری: بخاری شریف، مطبوعہ کراچی، ص ۲۔

”مقاصد، فعل کے احکام کو تبدیل کر دیتے ہیں۔“

مثلاً ایک شخص اپنے بچوں کی شادی پر چراغاں کرتا ہے، ہزاروں روپے خرچ کرتا ہے۔ دوسرا شخص جشنِ عید میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چراغاں کرتا ہے، ہزاروں روپے خرچ کرتا ہے۔ دونوں نے چراغاں کیا، دونوں نے ہزاروں روپے خرچ کئے۔ مگر ایک کا مقصد نمود و نمائش کے سوا کچھ نہیں اور دوسرے کا مقصد تعظیم و تحکیمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پہلی کی نیت مرئود، مقصد ناپسندیدہ اور دوسرے کی نیت مقبول اور مقصد پسندیدہ۔ اسی لئے متحدہ عرب امارات کی عدالتِ شرعیہ کے چیف جسٹس شیخ احمد عبدالعزیز المبارک نے محفلِ عید میلادِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا:-

”بدعت کا مدار اس کے ہونے والے اچھے اور بُرے امور پر منحصر ہے۔ اگر وہ اچھے ہیں تو وہ پسندیدہ ہیں اور اگر بُرے ہیں تو قابلِ مذمت“



کتابت: محمد ریاض کرمی، ۲۰۵۵ء ذوالقعد، حیدرآباد

۱۔ تیسری صفحہ ہاشم رفائی: ادلۃ اہل السنۃ، ص ۲۴۷

۲۔ خلیل احمد رانا: انوارِ قطبِ مدینہ، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۵ھ، ص ۴۶۶

نعت

زنجوری برآمد جانِ عالم حرمِ یابی اللہ حرم
 نہ آخر رحمتِ امینی رخسارِ چہ افراغِ نشینی
 ز خاکِ لالہ سیرابِ خیز چو ز گسِ چاندِ خوابِ خیز
 برسِ آور سر از بردِ میانی کہ رُوئے تست صبحِ زندگانی
 ادیم طاقی نعلینِ پاکر، شرکِ رشتہ جانہ کسے ماکن

تو ابرِ رستی آں بہ کہ گاہے

کئی جہانِ خشکاں نگاہے

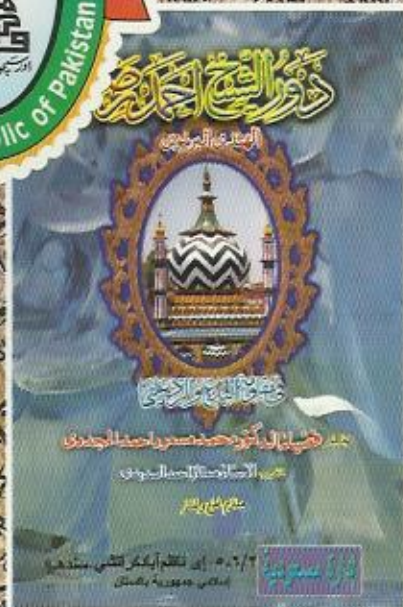
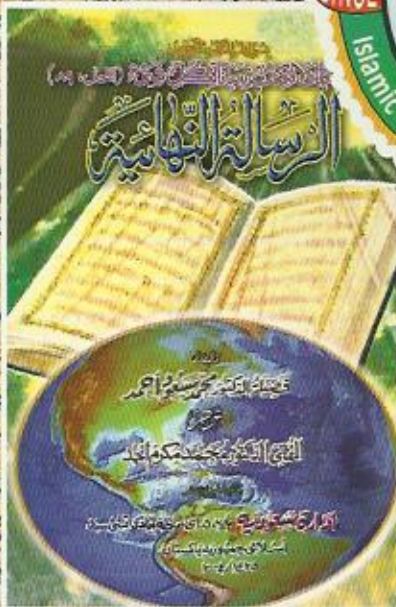
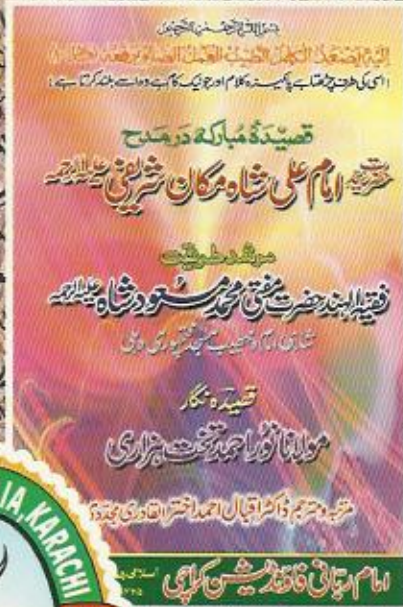
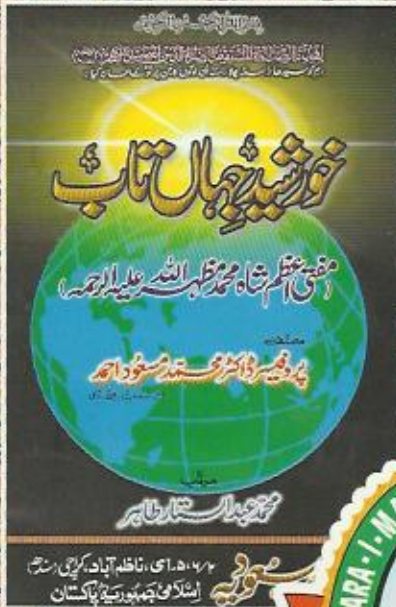
بہشتِ جہانِ خلد

بہشتِ جہانِ خلد

ادارہ مسعودیہ کی کتب ملنے کے پتے

- ۱۔ ادارہ مسعودیہ، ۵۶/۲۔ ای ناظم آباد، کراچی۔ فون: 92-21-6614747
- ۲۔ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز۔ ضیاء منزل (شوگن مینشن) آف محمد بن قاسم روڈ، کراچی فون نمبر: 2633819-2213973
- ۳۔ محمد عارف و عبدالراشد مسعودی۔ اسٹاکسٹ ادارہ مسعودیہ کراچی شاپ نمبر B-2 سرخج منزل امام بارگاہ اسٹریٹ نزدیکی مین مسجد بالمقابل گلدف ہوٹل صدر کراچی، پاکستان۔ فون نمبر: 021-5217281
- موبائل: 0320-5032405
- ۴۔ مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، پولیس چوکی محلہ فرقان آباد، کراچی نمبر ۵، فون: 4910584-4926110
- ۵۔ ضیاء القرآن۔ 14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی فون: 021-2630411-2210212
- ۶۔ فرید بک اسٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور فون نمبر۔ 042-7224899
- ۷۔ مکتبہ الجامعہ نقشبندیہ بستان العلوم۔ کڈہالہ (مجاہد آباد)، آزاد کشمیر براستہ گجرات، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔
- ۸۔ گلوبل اسلامک مشن 355 والٹ اسٹریٹ سویٹ ۲ یونیکرس، نیویارک 10701، P.O.Box: 1515 ٹیلیفون: 914)709-1705 فیکس: 914)709-1593
- ۹۔ جناب منیر حسین مسعودی، 46 ہولی لین، سمیٹھوک، ویسٹ مڈلینڈز B67 7JD، انگلینڈ، U.K۔

بَرْدِ رَاہِ سَدِّہٖ بِکَرِیَحَہٗ
اِبْرَافِیْلُ خُودِ رِغْصِیَالِ نَحْیَہٗ
مَغْفَرَتِ دَا اُمِیْدِ اِرْطَفِ تُو
زَانِکَہٗ خُودِ مَرُودَہٗ اَلْاَنْفِ شَنْطُوَا
مترجمہ ۱۱-۱۰-۹۳



IDARA-I-MAS'UDIA KARACHI
Islamic Republic Of Pakistan

Design & Processed By: AL-HADI GRAPHICS Phone: 26270224 cell: 0300-2728316

پدعات صحابہ

رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین

شیخ الرشید الشافعی حنفی
محمد فیض احمد ویسی رضوی مدظلہ العالی

ادارہ معارف دارالہدیٰ عمانیہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على

سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد !

حضور سيد عالم صلى الله عليه وسلم کے وصال کے بعد بہت سے

امور ایسے ہیں جن کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بدعت کہا جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس تراویح کو نعمۃ البدعۃ فرمایا ایسے ہی جمع القرآن وغیرہ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے کوئی ایسا عمل صادر ہوا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل بہیت کذاً یہ کے خلاف محسوس ہوا تو وہ بھی ان کے نزدیک بدعت ٹھہرا جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو نماز اشراق مجموعی طور پر تراویح کی طرح پڑھتے دیکھ کر بدعت کہہ دیا۔ اس کی تفصیل فقیر نے رسالہ ”کیا نوافل اشراق بدعت ہیں“ میں عرض کی ہے۔ یونہی حلقہ ذکر کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدعت کہا وغیرہ وغیرہ

پھر جس عمل کو کسی صحابی نے بدعت کہا لیکن اس پر خود عمل فرمایا اور دوسرے حضرات بھی اس عمل میں شریک ہوئے تو وہ تاقیامت قابل عمل ہے جیسے بیس تراویح اور اسی پر اہل سنت کا عمل ہے لیکن غیر مقلدین اسے بھی بدعت سمجھ کر بیس تراویح کو بدعت عمری کہتے ہیں اور خود ساختہ آٹھ تراویح کو سنت کہتے ہیں اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ ”آٹھ تراویح بدعت“ ہے اور دوسرا رسالہ ”بیس تراویح سنت ہے“ میں پڑھیے۔

ہاں! جس خلاف سنت عمل کو کسی ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدعت کہا اور وہ تنہا یا چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے اتفاق کیا لیکن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سلسلہ اشاعت 152

بفیضان کرم:- شیخ السلام والمسلمین نمبر۶۰۰ حضرت جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی دامت برکاتہم العالیہ

بدعت صحابہ

نام کتاب مصنف

بار اول محرم الحرام 1429ھ / جنوری 2008

تعداد 1100

شرف اشاعت ادارہ معارف نعمانیہ لاہور / رضوی فاؤنڈیشن پاکستان

ہدیہ دعائے خیر بحق معاونین

نوٹ:- بیرون جات کے شائقین مطالعہ 10 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال فرما کر طلب فرمائیں



ملک کا پتہ



ادارہ معارف نعمانیہ رضوی فاؤنڈیشن پاکستان

323 مرکزی جامع مسجد حنیفہ نوشہہ لاہور پاکستان E-mail: rizvifoundation@hotmail.com

جمہور صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس عمل کو اچھا سمجھ کر عمل کیا تو وہ عمل بدعت نہ ہوگا بلکہ سنت ہوگا ان قواعد و ضوابط کو سمجھنے کے بعد اب سمجھئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ”النصلوۃ خیر من النوم“ کا تعین کر کے فرمایا۔
اُخَذَ ثَوْبُهُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ بدعت وہ ہے جسے حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد نکالا گیا۔ ایسی بدعت پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حضرت مجاہد کا قول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ مَسْجِدًا وَقَدْ
أَذِنَ وَنَحْنُ نُرِيدُ أَنْ نَصَلِّيَ فِيهِ فَتَوَبَّ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ
مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَخْرَجَ بِنَا مِنْ هَذِهِ الْمُبْتَدِعُ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ

میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک مسجد میں گیا تو اذان ہو رہی تھی اور ہم بھی مسجد میں نماز کے ارادہ پر گئے تھے لیکن مؤذن نے مذکورہ بالا کلمات کہہ ڈالے تو حضرت ابن عمر مسجد سے نکل گئے اور مجھے فرمایا اس بدعتی سے نکل جاؤ اسی وجہ سے آپ نے اس مسجد میں نماز نہ پڑھی۔

اس کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خروج از مسجد کی علت بتاتے ہیں۔

وَأَمَّا كَرَّةَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو التَّوَيْبِ الَّذِي أَحَدَّثَهُ النَّاسَ بَعْدَ

(ترمذی باب ماجاء فی الثوب الفجر، جلد اول)

بے شک ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بدعت سے کراہت کی جسے لوگوں نے حضور علیہ السلام کے بعد نکالا۔

سوال :- یہ بدعت ہر مسجد میں ہر صبح کی اذان میں سنائی دیتی ہے بلکہ کوئی نہ کہے تو اس مؤذن کی خیر نہیں!

جواب :- الصلوٰۃ خیر من النوم بدعت نہیں حضور علیہ السلام کی احادیث صحیح سے ثابت ہے بلکہ اس سے مراد اذان کے بعد دوبارہ نماز کی اطلاع ہے جسے تخیب کہا جاتا ہے۔ یہ سوال شیعہ کرتے ہیں اسی لئے شیعہ یا بعض مجتہدین کا اعتراض بے جا ہے۔

سوال :- اگر یہ سنت ہے (واقعی سنت ہے) تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے نہ صرف بدعت ٹھہرایا بلکہ غصہ سے اس مسجد میں نماز بھی نہ پڑھی۔

جواب :- مروجہ الصلوٰۃ خیر من النوم مراد نہیں کیونکہ اسے خود ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے چنانچہ ترمذی میں ہے۔

رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فِي صَلَوةِ الْفَجْرِ

الصلوة خير من النوم

مروی ہے کہ

عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما صلوة الفجر

بين الصلوة خير من النوم

یعنی اس سے مروج الصلوٰۃ خیر من النوم مراد ہے جو تنہا کے طور پر ہی جاتی ہے

سوال :- الصلوة خیر من النوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے۔

جواب :- اذان کے اندر الصلوٰۃ خیر من النوم کے متعلق صرف شیعہ کا خیال ہے کہ سنت نبوی نہیں، سنت عمری ہے یہ خیال اس لئے کہ اذان کے اندر ”الصلوٰۃ

خیر من النوم“ کا کلمہ حضور علیہ السلام کا اپنا فرمودہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں پڑھا ”الصلوة خیر من النوم“ میں جس ”الصلوة خیر من النوم“ کی بحث ہے وہ اذان کے بعد کے بارے میں ہے چنانچہ امام ترمذی نے تھویب کا باب باندھ کر ایک حدیث نقل کر کے اس کے ضعف کی تصریح کر کے فرمایا۔

وَقَدْ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي تَفْسِيرِ التَّهْوِيبِ

اہل علم نے تھویب کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ اس کا ایک قول تو فی الاذان کا ہے لیکن وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مراد نہیں اس لئے کہ اس تھویب کے خود ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال میں ترمذی شریف کی عبارت میں ہے۔ حضرت ابن عمر کی مراد یہی تھویب ہے جو اذان کے بعد کہی جائے۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

هُوَ شَيْءٌ أَحَدَثَهُ النَّاسُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِذَا أَدَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَاسْتَبَطَّ الْقَوْمُ قَالَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

”وہ ایک ایسی شے ہے کہ جسے لوگوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (بدعت) نکالا کہ جب مؤذن اذان کہے اس کے بعد لوگوں نے نماز میں سستی کی تو اذان و اقامت کے درمیان یہ کلمہ شروع کیا گیا“

سوال :- یہ جواب شیعوں کے لئے تو ہو سکتا ہے لیکن دیوبندیوں، وہابیوں کا جواب تو نہ ہو گا ان کا اعتراض یہی ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد جو نیا کام شروع کیا جائے وہ بدعت ہے اسی لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس مسجد

میں نماز پڑھنا بھی گوارا نہ کیا جس میں اس بدعت کا ارتکاب ہوا۔

جواب نمبر ۱ :- یہ تو مسلم ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اختلافات فی المسائل ہوئے اور نہ صرف یہی تھویب بلکہ ہزاروں پھر ان اختلافات میں ترجیح اس صحابی کے قول کو دی جاتی ہے جس کے قول کی تائید دوسرے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یا قرآن و حدیث سے تقویت حاصل ہو۔ تھویب کی اس تفسیر پر کہ بعد اذان نمازیوں کو دوبارہ بلایا جائے صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو انکار ہے ورنہ آپ کے سوا دوسرے صحابہ ان کے بعد تابعین و تبع تابعین تا حال تھویب کو مستحسن سمجھا گیا اور الحمد للہ تا حال معمول بہ ہے جس کی تحقیق فقیر نے القول العجیب فی تحقیق الرشویب میں لکھ دی ہے صرف فرق یہ ہے کہ خیر القرون میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہتے اور آج کل الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہیں الحمد للہ اہل سنت (بریلوی) کا عمل خیر القرون کے مطابق ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جن اکابر کے اسمائے گرامی گنوائے ہیں تابعین اور شروع احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء بھی گنوائے ہیں۔

فائدہ :- اس سے مخالفین کا رد ہوا کہ وہ ہمیں بدعتی کہتے ہیں حالانکہ وہی خود بدعتی ہیں کہ خیر القرون کے عمل کو بدعت کا فتویٰ لگاتے ہیں ہاں یہ قاعدہ یاد رکھئے کہ خیر القرون سے تا حال اکثر شرعی مسائل میں سینہ اور اسماء و صفات میں ہزاروں تبدیلیاں واقع ہوئیں لیکن مخالفین کو ضد صرف ان ہی مسائل سے ہے جو اہل سنت سے انہیں خلاف ہے۔

جب قوم (بعض مسلمان) اذان سن کر نماز کی حاضری سے تاخیر نہ لگی تو تھویب کا آغاز کا آغاز ہوا۔

ایسے ہی جمعہ کی اذان کے اضافہ کی علت احادیث مبارکہ میں موجود ہے ایسے ہی مدارس کے آغاز و دیگر جملہ اکثر بدعات حسنہ کا یہی حال ہے۔ لیکن جن بزرگوں نے اظہار کراہت کی ان کا مقصد بھی نیک تھا وہ فرماتے کہ عوام کو ایسی سہولتیں دی گئیں تو وہ دین سے آگے بڑھ کر سستی اور غفلت کریں گے۔ چنانچہ ان کا موقف بھی صحیح ہے لیکن چونکہ ان کا موقف مبنی بر اجتہاد خطائی تھا اسی لئے انہیں معذور قرار دے کر ان کے موقف پر عمل نہ ہوا اور نہ ہی ہم انہیں ملامت کر سکتے ہیں اس لئے ان کا مطمع نظر اسلام کی فلاح و بہبودی تھا اور جن بزرگوں کے اجتہاد پر عمل ہوا۔

جیسے جمعہ کی اذان کا اضافہ و مبنی بر صواب ہے۔ اس سے انہیں اجر و ثواب نصیب ہوگا (انشاء اللہ) لیکن خطائے اجتہادی سے کف لسان ضروری ہے وہ اجتہاد صحابہ کرام ہو یا ائمہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس لئے کہ

خطائے بزرگان گرفتار خطاست

بزرگوں کی خطا پر گرفت کرنا خود خطا دار ہونا ہے مشہور مقول ہے۔

نماز اشراق بدعت

نماز اشراق جیسے نوافل کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بدعت کہا چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَأَوْعَرُوهُ بِنِ الْزَبِيرِ

فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ جَالَسَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ الضُّحَى
فِي الْمَسْجِدِ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَوتِهِمْ فَقَالَ بَدْعَةٌ

حضرت مجاہد فرماتے ہیں میں اور عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے وہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے اور مسجد میں اشراق کے نوافل پڑھ رہے تھے ہم نے ان سے ان کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ بدعت ہے۔

فائدہ :- یہ وہ نوافل ہیں جنہیں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکثر پڑھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تاحال ہر نیک صالح انسان پڑھتا ہے۔ بکہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ نوافل بالاناغہ پڑھے جائیں تو قرض اتر جاتا ہے اور تنگدستی و افلاس دور رہتا ہے اور آخرت کا اجر و ثواب تو شمار سے باہر ہے تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ ”فضل الخلاق فی نوافل الاشراق“ میں لکھی ہے۔

انتباہ :- دیوبندی، وہابی ہر ایسی احادیث مبارکہ اور عبارات اسلاف دکھا کر دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ احادیث مبارکہ کی حقیقت حال سے چشم پوشی یا عمد آدین کے مسائل پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ مثلاً اسی روایت کو دیکھ لیں کہ نماز اشراق افعال و اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحاح کی روایات سے ثابت ہے خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انکار فرمایا تو علماء کرام نے اس کے جوابات میں تنبیہات لکھ دیں۔ چنانچہ صرف اسی موضوع پر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ”جز فی صلوۃ الضحیٰ الحاوی الفتاویٰ“ میں موجود ہے جو جلد اول میں صفحہ ۵۸ تا صفحہ ۷۳ تک پھیلا ہوا ہے۔

حقیقت حال

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نفس نوافل اشراق کو بدعت نہیں فرمایا بلکہ لوگوں کے ایک غلط رویہ کو بدعت بتایا ہے جس کی تفصیل امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الحاوی الفتاویٰ کے رسالہ مذکور کے آخر میں لکھا کہ

عَنْ أَبِي امامة بن سهل بن حنيفه قَالَ أَوَّلَ مَنْ صَلَّى الضحى
أَجَلَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ أَبُو الزوائد

(الحاوی الفتاویٰ صفحہ ۷۳ جلد اول)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز اشراق جس نے پڑھی (بدعت نکالی) وہ ایک صحابی ابو الزوائد تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
فائدہ :- امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس ابو الزوائد پر جرح قدح اور تنقید و تبصرہ کے بعد لکھتے ہیں۔

قلنا ولوا هذا الاثر على انه اول من صلاها

فى المسجد جماعة كما تصلى التراوىح

اس نے تراویح کی طرح اشراق کو باجماعت مسجد میں پڑھنا شروع کر دیا۔

عبداللہ بن عمر کے انکار کی وجہ

امام جلال الدین سیوطی امام نووی از قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی شرح

مسلم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

مُرَادُهُ أَنْ إِظْهَارُهَا فِي الْمَسْجِدِ بَدْعَةٌ وَالْإِجْتِمَاعُ لَهَا هُوَ الْبَدْعَةُ لَا أَنَّ

أَصْلُ صَلَاةِ الضحى بدعة (الحاوی الفتاویٰ صفحہ ۷۳ جلد اول)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہ ہے کہ نماز اشراق کا مسجد میں اظہار اور اس کے لئے اجتماع (باجماعت وغیرہ) بدعت ہے نہ ان کی مراد یہ ہے کہ اصل نماز اشراق بدعت ہے۔

اپیل اویسی غفرلہ :- دین کا در در کھنے والوں سے اپیل ہے کہ بدعت کے فتوے لگانے کے شوقین لوگوں کا حال دیکھئے کہ وہ خواہ مخواہ ہر نیک عمل بالخصوص حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اولیاء کرام کے متعلقات پر بدعات سیدہ کا بہتان تراش کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایسے اقوال کے نظائر و شواہد سے دھوکہ دیتے ہیں کیا یہ دین کی خدمت ہے یا دین دشمنی اسی لئے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدیوں پہلے ایسے لوگوں کی علامات بتا کر امت کو ان سے دور رہنے کی بار بار تاکید فرمائی تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ”دیوبندی وہابی کی نشانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی“

قاعدہ :- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا دوسرے اولیائے امت جس عمل کو بدعت کہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ بدعت سیدہ ہے اور اگر فی الواقع بدعت سیدہ بھی ہوگی تو چند عوارض کی وجہ سے، ورنہ بلا عوارض وہ بدعت سیدہ نہیں ہوتی اس کی ہزاروں مثالیں شریعت مطہرہ میں موجود ہیں۔

فقیر نے کتاب ”بدعت ہی بدعت“ میں چند مثالیں عرض کر دی ہیں اس کا مطالعہ کیجئے
انتباہ :- الصَّلَاةُ خَيْرٌ ”مَنْ التَّوَمَّسَتْ نَبِيٌّ“ ہے نہ کہ بدعت عمری، کیونکہ الصَّلَاةُ خَيْرٌ ”مَنْ التَّوَمَّسَتْ“ کے الفاظ صحیح کی اذان میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے زمانہ پاک میں پڑھے جاتے تھے ابوداؤد شریف میں حضرت ابو محمد زورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اذان سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

فان كان صلاة الصبح قلت الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

یعنی اگر صبح کی نماز کی اذان ہو تو اس میں حی علی الفلاح کے بعد الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو مرتبہ کہہ لے تو واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق یہ کلمات اذان کے ہیں جو زمانہ نبوی میں پڑھے جاتے تھے۔

خلاصہ بحث :-

نماز صبح کی اذان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کو بدعت نہیں کہتے تھے۔ بلکہ اس کے خود عامل تھے اور نہ یہ بدعت ہے جیسے شیعوں میں مشہور ہے بلکہ یہ کلمات خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہیں ہاں یہ کلمات اذان کے بعد دوبارہ لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے تابعین یا بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایجاد کئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے بدعت کہا بلکہ ناراض ہوئے تو اس کے جوابات رسالہ ہذا میں مفصل گزرے ہیں یونہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز اشراق کو بدعت نہیں کہا بلکہ لوگوں کے لئے ایجاد کردہ طریقہ کو بدعت کہا جیسا کہ رسالہ ہذا میں منتظر اور تصنیف فقیر ”فضل الخلاق فی تحقیق صلوٰۃ الاشراق“ میں ہے۔

بلکہ اگرچہ ہیئت کی تبدیلی کے باوجود بھی اشراق کے نوافل کو بہ نگاہ تحسین دیکھتے تھے چنانچہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن عبد البر فی التہمید عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لقد قتل عثمان احد یسجہا وما احدث الناس شیئا احب الی منها (الحاوی الفتاوی صفحہ ۷۳ جلد اول)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک ان نوافل (اشراق) کو کسی نے نہیں پڑھا ہاں جن لوگوں نے طریقہ جدیدہ سے اس کو ایجاد کیا ہے وہ میرے نزدیک محبوب ترین عمل ہے۔

فائدہ :- اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما طریقہ جدیدہ کو بدعت کہتے تھے نہ کہ نوافل اشراق کو اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب کہ اسی سے زائد احادیث صحیحہ وغیر صحیحہ سے اس کا ثبوت موجود ہے تفصیل فقیر نے رسالہ فضل الخلاق فی تحقیق صلوٰۃ الاشراق میں عرض کر دی ہے۔ چند احادیث اس رسالہ میں بھی پڑھئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو شخص فجر کی نماز کے بعد اسی جگہ مصنن پر بیٹھا رہے اور ذکر میں مشغول رہے اور پھر اشراق کی نماز پڑھے تو اس کو ایک مقبول حج و عمرہ کا ثواب ملے گا“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

من صلی الفجر فی جماعة ثم قعد یذکر اللہ حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین کانت لہ کاجر حجة و عمرہ قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم تامة تامة تامة

جو شخص باجماعت نماز فجر پڑھے پھر ذکر الہی کرتے ہوئے بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر دو رکعتیں پڑھے تو اس کے لئے حج و عمرہ جتنا ثواب ہے۔

راوی نے فرمایا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
پورا، پورا، پورا۔ رواہ ابو عیسیٰ الترمذی وقال هذا حديث حسن غريبا سنن
(ترمذی صفحہ ۱۰۳، جلد ۱، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۱، جلد ۱، الحاوی للفتاویٰ صفحہ ۴۵، جلد ۱)

امام احمد طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ان الفاظ سے نقل کی ہے: من صلی الفجر فی جماعة ثم قعد يذكر الله تعالى حتى تطلع الشمس ثم صلی رکعتین له کاجر حجة تامة وعمره تامة۔ حدیث حسن جو شخص نماز فجر باجماعت پڑھے پھر ذکر الہی کرتے ہوئے بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر دو رکعتیں پڑھے تو اسے پورے حج اور پورے عمرہ کے ثواب جیسا ثواب ملتا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے (حاشیہ مراقی الفلاح صفحہ ۱۲۱)

حضرت سہل بن معاذ الجنبی اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قعد فی مصلاة حين ينصرف من صلوة الصبح حتى یسبح رکعت الضحی لا یقول الا خیر اغفر له خطایاه وان کانت اکثر من زبد البحر۔ جو شخص نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد اپنے لئے نماز میں بیٹھا رہے یہاں تک کہ وہ ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھے اس حال میں کہ وہ نہ کبیرا اچھی بات تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔ (سنن ابوداؤد صفحہ ۱۸۲، جلد ۱، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۰۶، جلد ۱)

فائدہ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں ضحیٰ کی دو رکعتوں سے مراد نماز اشراق کی دو رکعتیں ہیں اور دوسری حدیثوں میں نماز اشراق اور نماز چاشت دونوں کا احتمال مومود ہے۔ (اشعۃ الممعات صفحہ ۵۵۳، جلد ۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما من عبد صلی صلاة الصبح ثم جلس فی مجلسه حتى تطلع الشمس ثم یقوم فیصلی رکعتین او اربع رکعات الا کان له خیراً مما طلعت علیہ الشمس۔ کوئی بندہ نہیں جو صبح کی نماز پڑھے پھر اپنی جگہ میں بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر اٹھے اور دو یا چار رکعتیں پڑھے اس کے لئے یہ بات ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوا۔

(الحاوی للفتاویٰ صفحہ ۴۲، جلد ۱)
امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کی نماز پڑھے پھر اپنی جگہ نماز پر ذکر الہی کرتے ہوئے بیٹھا رہا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر دو رکعتیں اشراق کی پڑھے تو اللہ تعالیٰ آگ پر یہ بات حرام فرما دیتا ہے کہ وہ اسے جھلسے یا کھائے۔ (الحاوی للفتاویٰ صفحہ ۴۳، جلد ۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ذکر الہی کرنے والوں کے ساتھ میرا صبح کی نماز سے طلوع آفتاب تک بیٹھا رہنا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اولاد اسماعیل کے چار غلام آزاد کروں اور ذکر الہی کرنے والوں کے ساتھ میرا نماز عصر سے غروب آفتاب تک بیٹھا

رہنا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ چار غلام آزاد کروں۔

(رواہ ابوداؤد وحسن، السیوطی فی الجامع الصغیر صفحہ ۲۲، جلد ۲، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۱، جلد ۱)

فائدہ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ اس حدیث میں ذکرین کے ساتھ بیٹھے رہنے کا بظاہر مفہوم ذکر الہی میں ان کے ساتھ شریک ہونا ہے اور اگر مجر د بیٹھنا اور ان کی صحبت میں رہنا ہی مراد ہو تو یہ بھی درست ہے کیونکہ اسی معنی میں یہ آیا ہے:

هُمْ الْجُلُوسَاءُ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ

وہ بیٹھے والے ہیں کہ ان کا ساتھی بد بخت نہیں ہوتا

(ابو نعیم المذہبات صفحہ ۴۲۲، جلد ۱)

طبرانی اوسط میں حسن سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

جو شخص نماز فجر پڑھے پھر اپنی جگہ پر بیٹھا رہے اور کوئی بے فائدہ دنیاوی کام نہ کرے اور الہ کو یاد کرتا رہے یہاں تک کہ اشراق کی چار رکعتیں پڑھے تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا اس پر کوئی گناہ نہیں تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک دستہ (جہاد کے لئے) روانہ فرمایا اس دستے نے مال غنیمت حاصل کیا اور بہت جلدی واپس چلا آیا تو لوگوں نے اس کی کثرت مال غنیمت اور جلدی کے ساتھ واپسی کے بارہ میں گفتگو شروع کر دی آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں

اس سے زیادہ ثواب والا جہاد کثرت والا مال غنیمت اور جلدی واپس چلانے والا دستہ

نہ بتاؤں۔ من توضع ثم غدا الى المسجد لسبحة الضحى فهو اقرب

منه مغزى واكثر غنيمه واوشك رجعة

حوض وضو کرے پھر مسجد کی طرف اشراق پڑھنے کے لئے جائے تو اس کا یہ عمل زیادہ ثواب والا جہاد، زیادہ کثرت والا مال غنیمت اور زیادہ جلدی واپس آنے والا دستہ ہے (الحاوی للفتاویٰ صفحہ ۴۳، جلد ۱، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۲، جلد ۱)

حضرت سماک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے فرمایا ہاں، بہت مرتبہ

فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقوم من مصلاة الذي صلى فيه الغداة حتى تطلع الشمس فاذا طلعت قال صلى الله عليه وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہیں اٹھا کرتے تھے جس میں نماز فجر پڑھتے تھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو آپ نماز اشراق پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ (سنن ابی داؤد صفحہ ۱۸۳، جلد ۱)

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو سورج کے نکلنے تک وہیں بیٹھے رہتے تھے آپ کو کہا گیا کہ آپ یہ کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا اُرِيدُ بِهِ السُّنَّةُ میں اس عمل کے ذریعہ سے سنت کی ادائیگی کا ارادہ کرتا ہوں۔

(غنیۃ الطالبین صفحہ ۹۴، جلد ۱)

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ میرا کسی قوم کے ساتھ اللہ کو یاد کرتے ہوئے یعنی تکبیر و تہلیل پڑھتے ہوئے نماز فجر سے طلوع آفتاب تک بیٹھا رہنا مجھے اس سے زیادہ محبوب اور خوش کن ہے کہ میں غلام آزاد کروں (غنیۃ الطالبین صفحہ ۹۳، جلد ۲)

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنی سند کے ساتھ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مسجد میں صبح کی نماز پڑھے پھر ذکر الہی کرتے ہوئے طلوع آفتاب تک بیٹھا رہے پھر جب آفتاب طلوع ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھے تو اللہ اس کو اس کی ہر رکعت کے عوض میں جنت میں ایک لاکھ حوریں عنایت فرماتا ہے جبکہ ان میں سے ہر حور کے ہمراہ ایک لاکھ کنیریں ہوں گی اور یہ شخص اللہ کے نزدیک اوابین (عبادت گزاروں) میں شمار ہوتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۹۴، جلد ۱)

مزید احادیث فقیر کا رسالہ ”فضل الخلاق فی تحقیق صلوٰۃ الاشراق“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مدینے کا بھکاری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۱۹ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ ۱۵ نومبر ۱۹۹۲ء شب سوموار بعد صلوٰۃ المغرب

واضافہ جدیدہ ۱ جمادی الاول ۱۴۲۳ھ نومبر ۲۰۰۲ء بہاولپور (پاکستان)

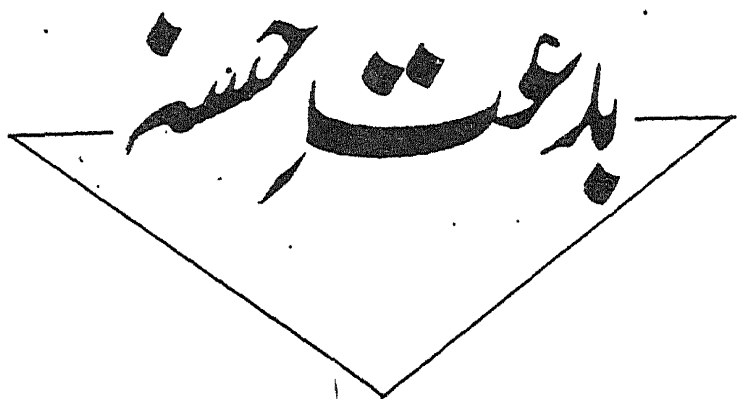


رضوی فاؤنڈیشن پاکستان

E-mail: rizvifoundation@hotmail.com

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

۴۸۶ ————— ۳۹۲



مصنفہ
رحمۃ اللہ علیہ

امام المحققین الحاج حضرت مولانا صحوی شاہ صاحب قبلہ

مولا نا غوثوی شاہ صاحب خلف خلیفہ و جانشین حضرت صحوی شاہ صاحب
اخذ و ترتیب

• ناشر •

ادارہ النور: بیت النور، چنچل گورہ، حیدر آباد۔ ۲۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انتساب

الوہیت الہیہ، رحمت محمدیہ و فیضان شیوخ سلسلہ غوثیہ
کمالیہ کے واسطے سے میں اس کتاب کو ان بندوں کے اخلاص
عمل سے انتساب کرتا ہوں جو کہیں بات کو اچھی طرح
سن کر اس پر چلتے ہیں اور خدا کی طرف سے
”الذین یستمعون القول فیتبعون
احسنہ“ کی بشارت پاتے ہیں۔
فقط

الفقیر الخ اللہ

صحوی شاہ

خلف حضرت پیر غوثی شاہ سجادہ نشین سلسلہ غوثیہ کمالیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَوْلِ ثَقِیل

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق ، نے اہل مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
ایک عرصہ سے ارادہ تھا کہ ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں
بدعت حسنہ و سیئہ کا فرق واضح ہو۔ کیونکہ اس دور میں مسلمانوں میں دین
سے غفلت اور لاپرواہی حد سے بڑھ چکی ہے ، اور جو مسلمان کسی قدر
مائل بہ عمل ہیں تو وہ کسی نہ کسی کے حلقہ بگوش اطاعت ہو چکے ہیں۔ کوئی کسی
جماعت سے وابستہ ہے تو کوئی کسی ادارے سے مربوط۔ اور اس طرح موجودہ دور
کے بعض اہل طریقت میں پیروں کی مانا پولی (اجارہ داری) نے سریدوں کو
جتنوں جتنوں میں بانٹ دیا ہے ، حالانکہ یہی اہل طریقت کبھی نمونہ تھے صحابہؓ
کی طرز معاشرت کا لیکن آج خائف ہیں بقول اقبال کے سے
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

اور اسی بے راہ روی کی وجہ سے مسلمان اپنی اجتماعی زندگی کا سرمایہ لٹا چکا
اور کچھ جو انفرادیت رہ گئی ہے سو اسے بھی لٹ جانے میں دیر نہ ہوگی کہ
موجودہ مسلمانوں میں بنیادنی طور پر دینی تعلیم کا فقدان ہو چکا ہے۔ ایک

۶
 عامی مسلمان کے لئے جو ضروری وظاہری مسائل کی ضرورت ہوا کرتی ہے تو وہ اس سے قطعاً نا شناس ہے اور افسوس ہے کہ یہ استثنائے چند اس دور کے اکثر پیر و مشائخ بھی علوم دین سے نا بلد ہیں۔ کسی کو طہارت کے مسائل معلوم نہیں تو کسی کو نماز پڑھنے کا صحیح و ڈھب یاد نہیں اور کوئی ٹھیک طور سے قرآن کو نہیں پڑھ سکتا تو کوئی اپنی ہمہ دانی کے زعم میں نمازیں سوروں اور آیتوں کی ترتیب سے بے خبر ہے۔ اور کوئی ہلدی کی گانٹھ پا کر خود کو پسناری سمجھا ہوا ہے۔ معمولی عربی دانی پر ہی مفسر بن گیا ہے۔ بڑے بڑے جلسوں میں چھوٹے چھوٹے سوروں کی تفسیر میں فاحش تو نہیں مگر فاش غلطیاں کرتا ہے اور پھر اپنی سخوت جہل میں سامعین و حاضرین کو تاریقین کرام کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ غرض یہ دور چونکہ قریب بہ قیامت ہے اسلئے دنیا میں اکثر یہ جگہ اعتباراً احسان نا املوں کا تسلط ہو چکا ہے خواہ وہ تحت حکومت ہو یا مسندِ رشد و ہدایت یا مدرسہ دین و شریعت۔ اقبال کا شعر ہے ۷

مکتب و مدرسہ جز درس نبودن زدہند
 بودن آموز کہ ہم باشی و ہم خواہی بود

غرض عصر حاضر میں مسلمانوں میں علاوہ معاشی اغطاط کے دینی عسرت و فلاکت بھی بہت حد تک پہنچ چکی ہے جس کے لئے اب یہی چارہ کار ہے کہ قوم میں دینی شعور پیدا ہو، ہر مسلمان اور ہر چھوٹی

بڑی شخصیت کو تحصیلِ دین کا شغف ہو۔ اور بالخصوص وہ مشائخ و پیر
 (برہ استثنائے چند) جو منصبِ طریقت پر فائز ہیں اور علمِ ظاہر سے
 نا آشنا ہیں انہیں چاہیئے کہ ظاہری علم بھی بقدرِ ضرورت جیسے اہم
 مسائلِ شرعیہ، تجویدِ اصولِ حدیث، اصولِ تفسیر اور اصولِ قرآن وغیرہ
 کی تحصیل کر لیں اور اس میں حجاب نہ رکھیں۔ مانا کہ وہ اپنے علمِ طریقت
 وہ تصوف میں مجددِ وقت شیخِ اکبر اور جنید بغدادی ہو چکے ہیں اور علماء
 کرام کو بھی چاہیئے کہ وہ تعلیمِ دین و ہدایت کے لئے مسلمانوں سے بہت
 قریب اور مسلمان اپنے مذہب سے قریب ہو جائیں کیونکہ یہ مذہب ہی
 سے بیگانگی کا نتیجہ ہے کہ مائتہ المسلمین میں خیر و شر کی تمیز جاتی رہی۔
 کوئی تو سنتِ فرض اور واجب کا فرق نہیں جانتا، تو کوئی میباح، مستحب،
 جائز اور ناجائز کا امتیاز نہیں رکھتا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض جائز کام بھی
 ناجائز قرار پائے بدعتِ اور وہ بھی بدعتِ و ضلالہ کا نام پا گئے۔ حالانکہ یہ تو سب
 ہی جانتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک ضد ہو کر رہتی ہے اور یہ نہ ہو تو پھر امتیاز
 ہی جاتا رہے گا۔ جیسے کفر کی ضد اسلام، توحید کی ضد شرک، علم کی ضد
 جہل اور ایمان کی ضد نفاق ہے۔ غرض ان بے شمار مثالوں کی روشنی
 میں بدعتِ سیئہ و ضلالہ کی ضد میں بھی کوئی بدعت ضرور ہی ہوگی اور
 ہے جسے "بدعتِ حسنہ" کہا جائے گا اور یہی قرآن کا بھی ارشاد ہے۔

لا تستوی الحسنة ولا السيئة پ ۱۴۱۸۔ یعنی حسنہ و سیئہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ غرض حسنہ و سیئہ کے اس امتیاز کو واضح کرنے اور ان امور و اعمال پر جو حسنہ کی تعریف میں داخل ہیں اور جن سے عوام اپنی غلط فہمی یا بعض حضرات کی ادھوری رہنائی کی وجہ سے کنارہ کش ہوئے یا ہوتے جا رہے ہیں۔ ضرورت سمجھی گئی کہ قرآن حدیث اور اعمال صحابہؓ کی روشنی میں آئمہ کبار فقہاء، مشاہیر و معتبر علماء کے اقوال و آراء کے مستند حوالوں کے ساتھ ایک کتاب مرتب کی جائے تاکہ سنجیدہ و فہمیدہ حضرات غیر جانبدارانہ طور پر اسے پڑھ کر مستفید ہوں اور دوسروں کے لئے ہدایت کا سبب بنیں۔

کیونکہ آج کل اشاعت کتاب و سنت کے عنوانِ خیر سے بہت سے شر برپا ہو رہے ہیں۔ جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بعض حضرات نے ہر بدعت کو محض شرک سمجھ لیا ہے، حالانکہ کسی عمل کا تعلق اس کے عقیدہ سے ہے اسی لئے تعبد و تعظیم میں فرق کرنا ضروری ہوا اگر اعتبارات تعبد میں سجدہ، رکوع، طواف، دعا، قربانی، منت داخل ہیں تو استدعا، توسل اور احلال۔۔۔۔۔ اعتبارات تعظیم ہیں۔۔۔۔۔ مگر عدم امتیاز کی وجہ سے ان حضرات نے کچھ کا کچھ سمجھ لیا ہے اور کبھی یہ نہ دیکھا کہ بہت سے ایسے چھپے ہوئے شرک موجود ہیں جن تک ہماری

نگاہ ابھی پہنچی نہیں ہے۔ وَمَا يَوْهَنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهْمٌ
 مشرکوں۔ بہر حال ضرورت ہے کہ ان شرور و فتن کا استھصال کیا
 جائے اور اس کے لئے مسلمان متحد و متفق ہو کر یک جہتی و یکدلی سے خدا
 کی بارگاہ میں رجوع رہیں۔

اب وقت ہے کہ وہ جماعتیں جو شدت کے ساتھ سنت
 یا بدعت کی ترویج پر سختی سے اڑی ہوئی ہیں انہیں چاہیے کہ اپنے
 اصول میں نرمی اختیار کریں۔ امور مستحبہ میں کبھی وہ ان کی بات مان لیں
 تو کبھی یہ ان کا کہا سن لیں اور کسی امر مباح پر بہ ضد ہو کر اس کا
 التزام ضروری نہ سمجھیں تاکہ اس طرح کے اتحاد سے عمل سے مسلمانوں میں
 پھر ”رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ“ کی شان پیدا ہو جائے اور ذرا ذرا سی
 بات پر خصامت کا بیج بویا نہ جائے۔

پیش نظر کتاب میں بہت سے قابلِ تسلیم اور مستند
 حوالوں کو جمع کر کے ”تفویض الی اللہ“ قلم اٹھایا گیا ہے۔ مجھے
 اعتراف ہے کہ میں اپنی کوتاہی علم و فہم کی وجہ سے صحیح طور پر
 اظہار مافی الضمیر نہیں کر سکا ہوں، لیکن تحدیثِ نعمت کے طور پر اس
 کا اظہار بھی ضروری ہے کہ الحمد للہ نیت بخیر ہی ہے اور اسی سہار
 انشاء اللہ توفیق ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے والوں کو اس بات پر

من اللہ انشرح ہو جائے گا۔ جسے اگر میں برابر واضح نہیں کر سکا
 ہوا، فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَهْدِيْهِ يَهْدِ اللّٰهُ شَرَح صدر کے لاسلام جہد
 خدا کرے کہ میری یہ سعی نامتوم عند اللہ مقبول ہو جائے
 تا کہ میں اپنے اعمال صالحہ کی تہی دامن کے باوجود اس کو ذخیرہ آخرت
 اور اپنے لئے سامان مغفرت بنا سکوں کہ منشاء دل تو بس یہی ہے
 کہ مسلمان پھر مسلمان ہو جائیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يا ايها الذين
 امنوا، امنوا باللہ ورسولہ ﷺ آہ کاش نجات حیات و عمل
 میں دور صحابہ رضو صالحین کا ایک دور پھر چل جائے اور دلوں میں ایمان
 کا احساس اور عمل میں للہیت و اخلاص پیدا ہو جائے۔
 وَاٰخِرَةُ حَمْدًا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

الفقیہ الی اللہ

صحوی شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بدعتِ حسنہ

لعنت میں کسی انوکھی چیز کی ایجاد کو اور اصطلاح اسلام میں
اختراع فی الدین کو بدعت کہتے ہیں لیکن بعض حضرات نے ہر اچھے عمل
کو بھی جو بظاہر حضور صلعم کے بعد صحابہ و تابعین کے دور میں نہیں پایا گیا
اور جس کے کرنے میں خیر ہی خیر ہے اُسے بھی بدعتِ منдалہ کا نام
دیدیا حالانکہ علماء نے بدعت کی پانچ قسمیں قرار دی ہیں۔ جو واجب
مندوب، مباح، مکروہ اور حرام کے نام سے متعارف ہیں۔
بدعتِ واجیہ جیسے علم نحو کی تعلیم اور کلام اللہ کی تلاوت
کے لئے اعراب لگانا وغیرہ۔

بدعتِ مندوب جیسے مدارس دینیہ وغیرہ کا قیام
بدعتِ مباح جیسے کھانے پینے کی چیزوں میں لذیذات کا استعمال
بدعتِ مکروہ جیسے مساجد میں غیر معمولی ترین و آرائش کا اہتمام
بدعتِ حرام جیسے فرقہ ہائے باطلہ کا ظہور و خروج
لطف تو یہ ہے کہ بعض علماء ظواہر نے بھی اکثر امور خیر یا ایجادات

۱۲
 صوفیاء کو اپنی مصطلحہ بدعات میں شامل نہیں کیا ہے اس لئے انہوں نے
 اپنی ان بدعات کی تعریف کو بہت ہی محدود کر دیا ہے حالانکہ انہوں نے
 بدعت کی جو قسمیں ٹھہرائی ہیں ان میں صرف بدعتِ حرام کو چھوڑ کر مابقی
 بدعات میں یہ امورِ خیر خود ہی جذب ہو جاتے ہیں۔

جیسے بدعتِ واجبیہ میں علمِ نحو کی طرح اصطلاحاتِ تصوف کی تدوین کا کام۔
 اور بدعتِ مندوب میں تعمیرِ خالقانہ و تربیتِ طریقت کا انتظام۔

اور بدعتِ مباح میں اذکار اور ادو سماع کا اہتمام۔

اور بدعتِ مکروہ میں تزکیۂ نفس کے لئے ریاضتِ شاقہ کا انصرام

ظاہر ہے کہ ان امورِ متذکرہ صدر کے ارتکاب سے کسی

قسم کے گناہ کا اثبات تو نہیں ہو رہا ہے کیونکہ یہ بدعات من وجہِ عمل
 ناجائز ہی کی تعریف میں داخل ہیں۔ اور اس صورت میں ان بدعات کا
 اجمالاً دوناموں سے امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ ایک بدعتِ حسنہ دوسری
 بدعتِ سیئہ۔

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ ابنِ حضرت

مولانا شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی نے اپنے فتاویٰ میں تحریر

فرمایا کہ "بدعت دو طرح کی ہے ایک وہ جس کے ضابطوں میں

بُری بات پائی جاتی اور شرع میں اس کا مثل نہ ہو یہ بدعت

سیئہ یعنی خراب ہے۔ اور دوسری وہ جس کے لئے شرع میں کوئی قاعدہ صحیح ہووے اور اس میں دینی فائدے پائے جاتے ہوں یہ بدعتِ حسنہ ہے یعنی اچھی یا مباح ہے۔

(بحوالہ اردو ترجمہ فتاویٰ مطبوعہ بنگلور)

اس طرح بدعت کی ان اجمالی دو قسموں سے یہ بات واضح ہوئی کہ بدعتِ حسنہ وہ عملِ جائز ہے جس کی اصل کتاب و سنت سے ثابت ہو اور بدعتِ سیئہ وہ عملِ ناجائز ہے جس کی اصل کتاب و سنت میں نہ ہو پھر اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک بدعتِ علمی دوسری بدعتِ علمی۔ اب رہا لفظ بدعتِ حسنہ ہی کی ایجاد اور اس کے جواز کا ثبوت کہاں ہے تو اس کے لئے حضور صلعم کی یہ حدیثِ مبارک بہت کافی دُانی ہے۔ ”من احدث فی امرنا هذا مالیس منہ فہو رد“ یہ صحیحین کی حدیث ہے یعنی ”جس نے کالی ہمارے دین میں وہ بات جو دین کی قسم سے نہیں تو وہ بات رد ہے“، شارحین نے ”مالیس منہ“ کی شرح میں لکھا ہے کہ فیہ اشارۃ الی ان احادیثا

لایانزع الکتاب والسنۃ لیس بمذہوم

اور محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ

”مراد چیز ہے است کہ مخالف و مغیر دین باشد“

اور مترجم مشکوٰۃ ثواب قطب الدین خاں نے بھی لکھا ہے کہ مالیس ہنہ میں اشارہ ہے اس کی طرف کہ نکالنا اس چیز کا کہ مخالف کتاب و سنت نہ ہو۔" انہیں ابو داؤد نے اس حدیث کی ان الفاظ سے روایت کی ہے۔ "من صنع امرًا علی غیر ما ہونا فہورد" پس کس نئی نکالی ہوئی بات کا رد ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ مخالف کتاب و سنت ہے جس کی کہیں کوئی اصل نہیں ہے اور یہ ایک اصولی بات ہے کہ جب کوئی حکم کسی امر مقید پر ہوتا ہے تو وہ راجع ہوتا ہے قید کی طرف جیسا کہ اوپر کی حدیث میں "فہورد" حکم ہے جو اصل احادیث کی بجائے "مالیس ہنہ" کی طرف راجع ہوگا یعنی جو نئی بات مخالف دین ہوگی وہی رد ہوگی نہ کہ کوئی اچھی اور عمدہ و صالح بات بھی جس کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہو وہ بھی رد ہو جائے۔ قاعدہ عربی کے طور پر معنی کرنے سے اسی حدیث سے ثابت ہو گیا کہ بدعت حسنہ یعنی اچھی بات کا ایجاد کرنا برا نہیں۔ ورنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو احداث کو مقید لفظ "مالیس ہنہ" کے ساتھ نہ فرماتے بلکہ یوں فرمادیتے۔ من احدث فی امرنا فہورد اور مالیس ہنہ بڑھانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی "دماخو" ایک اور حدیث، حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن

ہم قریب نصف النہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتے ہوئے تھے، پھر آپ کے پاس ایک قوم کے لوگ آئے جن کے بدن پر لباس نہیں تھا جسم پر سیاہ و سفید دھاری کا کمبل یا صرف عبا پہنے ہوئے تھے گردنوں میں تلواریں لٹکی ہوئی تھیں اکثر بلکم سب کے سب قوم مہر سے تھے۔ ان کی معاشی پریشان حالی کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ آپ فوراً گھر میں تشریف لے گئے اور پھر باہر نکل آئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ پھر بعد تکبیر و اقامت نماز پڑھی اور لوگوں کو مخاطب فرما کر یہ آیتیں پڑھیں کہ اے لوگو! ڈرو اللہ سے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ جس کی آخری آیت یہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَحِیْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگران رحیم ہے) اور سورہ حشر کی یہ آیت پڑھی۔ اتقوا اللہ وَلِتَنْظُرَ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو کوئی کام کرتے وقت یہ غور کر لینا چاہیے کہ وہ کل حیات بعد الموت) کے لئے کیا کر رہا ہے) (پھر فرمایا) انسان کو

چاہئے کہ خیرات کرتا رہے۔ اپنے دینار و درہم سے کپڑے سے نگہ ہوں اور کھجور سے فرمایا اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ پس انصار میں سے ایک صاحب بھرنا ہوئی وزنی تھیلی لے آئے اتنی وزنی کہ ہاتھ بوجھل ہو گیا۔ پھر لوگوں نے ان کی اتباع میں اپنا مال لانا شروع کیا یہاں تک کہ دیکھا میں نے دو تو دے غلے و کپڑے کے اور دیکھا میں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا گویا کہ سونے سے ملمع کی ہوئی چاندی۔

آپ نے فرمایا جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا وہ اس کا بدل پائے گا۔ اور جس نے اس کے بعد اس طریقہ کو جاری رکھا (یا اس کے مطابق عمل کیا) وہ بھی اجر پائے گا پہلے شخص کے اجر میں کمی ہوئے بغیر اور جس نے کوئی بُرا طریقہ جاری کیا اس کا گناہ اسی کو ہوگا اور اس کو بھی ہوگا جس نے اس کے بعد اُس کے مطابق عمل کیا پہلے لوگوں کے گناہ میں کمی ہوئے بغیر (مسلم)

صمیم مسلم کی اس حدیث کے ترجمے میں صاحب مجمع البحار اور امام نووی نے بھی یہی معنی لکھے ہیں کہ جس نے جاری کیا اسلام میں

طریقہ نیک پھر اس کے بعد اس طریقہ حسنہ پر عمل کیا گیا تو لکھا جائے گا۔
اس شخص کے واسطے اسی قدر اجر و ثواب کم جس قدر سب عمل کرنے والوں
کو اس کے بعد ہوگا اور ان لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اس کو
نہ دیں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے خزانہ لامتناہی سے ثواب دے
 گا اور وہ طریقہ جہ اس نے جاری کیا ہے خواہ وہ طریقہ ایسا ہو کہ اس
 سے پہلے ایجاد کیا گیا لیکن کسی سبب سے بند ہو گیا تھا اس نے پھر اُس
 کو جاری کر دیا یا یہ کم پہلے اس سے وہ طریقہ ایجاد ہی نہیں ہوا تھا اس
 نے خود اپنی طرف سے اس کو ایجاد اور جاری کیا وہ طریقہ خواہ کسی علم کی
 تعلیم ہو یا عبادت ہو یا طریقہ ادب کا ہو۔ اس حدیث سے نہ صرف
جوازِ بدعت حسنہ ہی ثابت ہے بلکہ خیر جاریہ کا بھی اثبات ہوتا ہے کہ
باقی خیر پر علی الدوام ایصالِ ثواب ہوتا ہی رہے گا۔

اب رہا کسی کا یہ اعتراض کہ اس حدیث کو کتاب اعتصام
 و سنت کے باب میں بیان ہی نہیں کیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے
 کہ ایسی بہت سی احادیث ملیں گی جن کو ان کے موضوع کے لحاظ سے
 مناسب باب میں جگہ نہیں دی گئی ہے جیسے صحیح مسلم میں کتاب الحيض
 کے تحت تیمم یا بیت الخلاء جاتے وقت کی دعا پر احادیث جمع کی گئی ہیں
 لیکن اس جمع و ترتیب سے نفسِ مضمون تو متاثر نہیں ہو پاتا اور اگر یہ

تسلیم ہے تو پھر تیمم یا بیت الخلاء جاتے وقت کی دعا کو حائضہ عورتوں کے لئے ہی ضروری سمجھا جائے اور اس سے مردوں کو الگ ہی سمجھنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی بے سمجھے بوجھے اوپر کی حدیث سے قطع نظر کرتا ہوا۔ ان احادیث کو پڑھ کر کہ شر الاہور و محدثات الاہور فان کل بدعة ضلالة یا وایاکم و محدثات الاہور فان کل محدثة بدعة ضلالة۔ بلا امتیاز نیک و بد ہر عمل پر بدعت ضلالہ کا فتویٰ چسپاں کر دے تو اسے اپنی تقصیر علم و فہم پر صفت ماتم بچھالینی چاہیئے۔

شامی شارح در مختار نے بھی اوائل جلد اول میں حدیث "من سن فی الاسلام سنتہ" کے یہی معنی لکھے ہیں کہ کل من ابتدع شیاء من الخیر کان لہ مثل اجر کل من یعمل بہ الی یوم القیامۃ یعنی جو کوئی جب کبھی کوئی طریقہ نیک ایجاد کرے گا تو اس کو تا قیام قیامت ثواب ہوتا رہے گا۔ اسی وجہ سے خصوصاً علماء شریعت نے طرح طرح کے اصول و قواعد ایجاد کئے اور ان کے علاوہ علماء باطن یعنی مشائخ طریقت نے بھی ترمین قلب و تزکیہ نفس کے لئے طرح طرح کے مجاہدات و اشغال، اذکار و مراقبات اور وظائف ایجاد کئے جس کی اصل بہ اعتبار کتاب و سنت "واذکر واللہ ذکر اکثر"۔

(قرآن، اور "فاکثرواھن قول" (حدیث) سے ثابت ہے مائتہ مسائل میں اس سوال کے جواب میں کہ بدعتِ حسنہ کے لئے کوئی خاص زمانہ یعنی قرونِ ثلاثہ یا دورِ تابعین، ہی کی قید ہے یا نہیں اور اس کے جواز و غیر جواز پر لکھا ہے "غیر محدود است" یعنی غیر محدود ہے، زمانہ کی کچھ قید نہیں قیامت تک بدعتِ حسنہ جائز ہے۔

رہی بات یہ کہ بدعتِ حسنہ کا جواز کن کن کے نزدیک ہے تو اس پر سب ہی علماء کرام متفق ہیں اور سب کے نزدیک تاقیامت بدعتِ حسنہ جائز ہے۔ اقوال فقہاء و محدثین اس باب میں ہیں کہ سیئہ اور ضلالت وہی بدعت ہے جو مخالف قرآن و حدیث و اجماع کے ہے اور جو بدعت ایسی نہیں وہ درست ہے۔ چنانچہ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا۔ ما احدث وخالف کتابا او سنتا او اجماعا او اثرا فهو البدعة الضلالة وما احدث من الخیر۔ ولم یخالف من ذالک فهو البدعة المحمودہ۔ یہی ہے مذمومہ اور غیر مذمومہ۔ حجتہ الاسلام حضرت امام غزالیؒ نے بھی کتاب احیاء العلوم کی جلد اول میں بتایا ہے کہ "ولا یمنع ذالک من کونہ محدثا فکم من محدث حسن" یعنی کسی بات کو

اس لئے نہیں رد کا جائے گا کہ وہ نئے ہے کیونکہ بہت سی نئی باتیں اچھی بھی ہوتی ہیں۔ نیز فتاویٰ عالمگیری کی جلد پنجم میں ہے۔ "و کم من شئ کان احداثاً و هو بدعت حسنہ" یعنی بہت سی نئی باتیں بدعت حسنہ ہیں۔ یہ اس لئے بھی کہ الفاظ حدیث "ما لیس منہ" فہومرد "میں احداث کو" ما لیس منہ "کے ساتھ مقید کیا گیا ہے جس کی وجہ سے نئی بات ہی رد ہوگی جو مخالف طریقہ دین و اسلام ہوگی یہاں احداث خیر اور بدعت حسنہ کی طرف کوئی "تخاطب نہ ہوگا" اس طرح یہ حدیث کہ "ما احداث قوم" بدعت الامر فح مثلہا من السنہ ... الخ یعنی جب کوئی قوم ایجاد بدعت کرتی ہے تو اس کی مانند سنت اٹھالی جاتی ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ جو عمل اصل دین سے تعلق نہ رکھے گا اس کی ترویج سے ایک سنت کا ارتقاء ہو جائے گا۔ چنانچہ صاحب مظاہر الحق نے اسی حدیث کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ نہیں نکالی کسی قوم نے بدعت یعنی خود بدعت کہ مزاحم سنت ہو۔ گویا جو مزاحم سنت نہ ہو وہی بدعت حسنہ ہوئی۔

جواز بدعت حسنہ پر ایک دلیل ملاحظہ ہو کہ علامہ شرنبلانی نے لکھا ہے کہ نیت نماز کی اصل دل سے ہوتی ہے اور اس کا منہ سے ادا کرنا مستحب ہے والتلفظ بہا مستحب

یعنی طریقِ حسنِ احب المشائخ لانه من السنه لانه
 لم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 من طریقِ صمیم ولا ضعیف ولا عن احد من الصحابہ
 والتابعین ولا عن احد من الائمة الا ربعة بل
 المنقول انه صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام الی
 الصلوة کبر فہذا کبد عتہ حسنہ۔ یعنی نیتِ زبان سے
 کہنی حضورِ صلعم، صحابہ تابعین اور مجتہدین سے ثابت نہیں اور اس کے باوجود
 حکم ہے کہ یہ بدعتِ حسنہ ہے، مستحب ہے (حاشیہ در عز رفیع حنفی)
 ودر مختار نے بھی لکھا ہے کہ زبان سے نیت ادا کرنا ہمارے علماء کی
 سنت ہے اور شامی نے بھی اس کو علماء کا طریقہ حسنہ بتالی ہے۔ غرض
 بہ اتفاق فقہاء محدثین یہ بات ثابت ہے کہ بدعتِ حسنہ
 قطعاً جائز ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے انسان العیون کی جلد اول میں لکھا
 ہے۔ وقد قال ابن حجر ان البدعة الحسنة متفق
 علی نہ بہا یعنی اہل حجر نے کہا ہے کہ بدعتِ حسنہ کے مندوب
 اور مستحسن ہونے پر اتفاق کیا جا چکا ہے۔

جو ان بدعتِ حسنہ پر ایک اور علمی دلیل یہ
 ہے کہ ابو داؤد، ترمذی و نسائی کی روایات سے واضح ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا کہ گٹھلیاں یا کنکریاں لی ہوئی
 اللہ تعالیٰ کا ذکر کئے جا رہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو
 منع نہ فرمایا۔ پس اسی قدر ثبوت پر فقہاء نے مسئلہ نکال لیا۔ لا باس
 باتخاذ السجۃ یعنی تسبیح کے استعمال میں مضائقہ نہیں ہے۔ اس
 پر صاحب بحر الرائق اور علامہ شامی 'شارح' درمختار اشارہ کرتے ہیں۔
 لا تنید السجۃ علی مضمون ہذا الحدیث الا بضم
 النوی فی خیط ومثل ذالک لا یشہر تاثیرہ فی المنع
 اب دیکھئے کہ اس میں تسبیح کی تمام خصوصیات، دانوں کی گنتی تا کا اور
 امام سب ہی چیزوں پر اشارہ کیا گیا ہے جن پر کوئی امتناع نہیں کیا
 گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس عمل کو بھی بدعتِ حسنہ ہی قرار دیا
 گیا ہے۔ اکثر صحابہ نے بھی بعض مواقع پر سکوت ہی کو اولیٰ سمجھا باوجودیکہ
 وہ منع بدعت پر قادر تھے۔ شاید اس لئے کہ انہیں بعض امورِ مکروہ میں
 کچھ نہ کچھ خیر ہی نظر آیا ہوگا۔ چنانچہ ایک دفعہ عید کے موقع پر حضرت علیؓ
 نے دیکھا کہ ایک شخص بعد نماز عید کے نفل پڑھ رہا ہے۔ آپؓ نے اسے
 منع نہ فرمایا حالانکہ عید کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے، اس موقع پر
 کسی نے آپ کو توجہ بھی دلائی تو آپؓ نے جواب دیا کہ مجھے خوف آتا
 ہے کہ میں کہیں ان لوگوں میں نہ ہو جاؤں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جہنم کا ہر

”ارئیت الذی ینہی عبداً اذا صلی“ یعنی کہنے دیکھا اس کو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے (یہ واقعہ دُرُغْخار اور دیگر کتب فقہ میں موجود ہے) آج مسئلہ فقہ بھی یہی ہے کہ اگر کوئی نماز عید سے پہلے یا بعد نفل نماز ادا کر رہا ہو تو اسے روکا بھی نہ جائے۔

جواز بدعتِ حسنہ کیلئے ایک قاعدہ کلیہ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ماراۃ المسلمون حسناً فهو عند الله حسن“ یعنی جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے پاس بھی اچھا ہے۔ اور اسی پر ارشاد رسالت پناہی بھی ہدایت فرما ہے۔ ”اتبعوا السواد الاعظم“ یعنی سوادِ اعظم کی پیروی کرو (بخاری) چنانچہ ملا علی قاری نے سوادِ اعظم کے تعلق سے لکھا ہے کہ یعبربہ عن الجماعة الکثیرۃ والمراد ما علیہ اکثر المسلمین (ابن ماجہ) اور نواب قطب الدین خان نے مشکوٰۃ کے ترجمہ میں اس حدیث کے یہی معنی لکھے ہیں کہ جو اعتقاد اور قول و فعل اکثر علماء کے ہوں ان کی پیروی کرو۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی ہفتی نے ایک روایت بیان کی ہے کہ نئی بات اگر ایسی ایجاد ہو کہ قرآن حدیث اور اجماع کے حکموں کو

ذمّاتی ہو اور نہ رد کرتی ہو تو وہ بدعتِ حسنہ اور محمود ہے اس کو بُرا نہ کہنا چاہیے۔ علاوہ ازیں شامی شرح درِ مختار نے بھی لکھا ہے۔ والاعتماد علی ما علیہ الجیم الکثیر۔ یعنی عامۃ المسلمین کے گروہ کثیر کا کسی عملِ خیر پر قائم ہو جانا بھی ایک سند ہے چنانچہ اس خصوص میں خود قرآن بھی ناظر ہے۔ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم وساءت حصیراً ۱۴۰ یعنی ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کنارہ کش ہوا اور اہل ایمان (یعنی صالحین و تمہور علماء اسلام و متبعین شریعت یا اجماع امت) سے الگ الگ ہی چلے تو ہم اس کو اسی راستے پر ڈال دیں گے اور اسے جہنم پہنچا دیں گے کہ وہ بہت ہی بُری جگہ ہے (پہ) گو ما حدیث کے الفاظ اتبعوا السواد الاعظم پر اللہ تعالیٰ نے "سبیل المومنین" کو اس کے مترادف معنی میں استعمال فرما کر قرآن و حدیث کے بعد ایک معیارِ ہدایت اور بھی غایت فرمایا ہے جس کے اُجالے میں گمراہی کی کوئی ظلمت آگے نہیں بڑھ سکتی۔



جواز بدعتِ حسنہ اور قرآن ایک حرفِ آخر

سورہ حدید پارہ (۲۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوها مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمُ الْاِبتِغَاءَ
رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَنْ رَعَوْها حَقَّ رِعَايَتِها جَزَا نَيْنَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوا مِنْهُمْ اَجْرُهُمْ ج وَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ فَسْقُوْنَ ه يعنى
رہبانیت ان کی اختراع ایجاد ہے جسے ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا سوائے
تلاشِ مرضیٰ حق کے، سوائے انہوں نے اپنی اختراع رہبانیت کا کوئی حق رعایت
نہیں رکھا۔ پھر جو ان میں ایمان والے تھے تو ہم نے اس کا اجر ان کو دیا اور
ان میں سے اکثر نافرمان ہی رہے۔

الحمد للہ کہ یہ آیتِ پاک جواز بدعتِ حسنہ پر کھلی دلیل ہے
کہ اگر کوئی اچھا اور نیک کام اپنی طرف سے ایجاد کیا جائے تو اس کے
حقوق و لوازم کی نگرانی اور رعایت بھی ملحوظ رہے۔ جیسا کہ اسی آیت سے
واضح ہے کہ جب نبی اسرائیل نے خاص اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اپنی نفس
کشی کے واسطے اپنی طرف سے یہ ایجاد کیا کہ پہاڑوں اور جنگلوں میں جا
بیٹھے، موٹے کپڑے پہنتے نکاح نہ کرتے، لیکن انجام کار ان سے پوری
حق گزاری نہ ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ ان کی یہ ایجادات جو

ہماری رضامندی کئے ہیں ان کی اپنی ہی مفروضہ ہیں جسے ہم نے ان پر فرض نہیں کیا ہے۔ سو انہوں نے اس کو پوری طرح نہیں نباہا اور جو ایمان کے ساتھ اُسے نباہ گئے تو انہیں اس ایجاد بدعت کا اجر بھی ملا اور اکثر اپنے ادھر سے عمل کی وجہ سے فاسق ہی رہ گئے اس میں یہ دلیل واضح ہے کہ جو بدعتیں رضا جوئی حق کے لئے ہوتی ہیں حالانکہ وہ بظاہر احکام فرض و سنت کی تعریف میں نہیں ہوتیں مگر اگر وہ پورے حقوق و لوازمات و مناسبات کے ساتھ پوری کی جائیں بشرطیکہ ان کا مدار ایمان اور عمل صالح پر ہو تو وہ یقیناً

قابل اجر اور لائق ثواب ہیں۔ پارہ ۵ رکوع ۴ کی یہ آیت شاہد ہے

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُوْتِيهِ

اجراً عظيماً یعنی جو خدا کی مرضی حاصل کرنے کے لئے ایسے کام کرے

تو ہم اس کو بڑا اجر دیں گے اور قرآن حکیم میں مزید اس طرف توفیق

بھی کی گئی ہے۔ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا

إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ

تَفْلَحُوا" یعنی اے ایمان والو! اللہ سے اور ڈھونڈو اس

کی طرف وسیلہ اور اللہ کے معاملہ میں سعی کرو تاکہ تم نجات پاؤ گے

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّالُّ



قرآن کے بعد رسولؐ کا فرمان، ایک آیت رحمت

آیت صدر متعلقہ رہبانیت میں بنی اسرائیل کو جو انتباہ کیا گیا ہے وہ ایجاد بدعت پر نہیں ہے۔ بلکہ حق رہبانیت کو کماحقہ ادا نہ کرنے اور ان کی رعایتوں کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے ہے اس کی ٹھیک مثال بالکل ایسی ہے جیسا کہ حدیث صحیحین میں ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال دریافت کریں، جب ان کو آپ کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو انہوں نے آپ کی عبادت کو مختصر خیال کر کے آپس میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہم کیا ہیں خدا نے تو ان کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ ساری رات نمازیں پڑھا کر دوں گا اور دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھا کر دوں گا کبھی افطار نہ کر دوں گا تیسرے نے کہا میں عورتوں سے

الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا۔ پس دانتے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ جو تم نے کہا ہے سو میں تم سے زیادہ خدا سے خشیت اور تم سے زیادہ تقویٰ رکھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جو شخص میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

دیکھئے ! اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن اصحاب کو جو ریاضات و نوافل عبادات کی طرف بہ خوشی مائل ہو کر آمادہ عمل ہیں اور سختی و مشقت کو گوارا بھی کر لینے تیار ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رافتِ ہدایت سے اُن ریاضات میں حقوقِ رعایت کو ملحوظ رکھنے کا ارشاد فرماتے ہوئے مثال میں خود اپنے ہی اسوہ حسنہ کے نور کی جھلکیاں دکھا رہے ہیں۔ اس میں یہ نہیں ہو رہا ہے کہ ان کی بتائی ہوئی عبادات و نوافل کو یک لخت منع کر دیا گیا ہے بلکہ اس میں سہولت اور آسانی کے طریقے سامنے ڈال دیئے گئے تاکہ میانہ روی اور اعتدال میں خوشنودی خدا اور رسول حاصل رہے جیسا کہ اسی نوعیت کی ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم کے ایک صحابی تھے جن کا نام عثمان بن مظعون تھا۔ ان کی نسبت آپ کو معلوم ہوا کہ وہ

دن رات عبادات میں مشغول رہتے ہیں۔ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو سوتے نہیں ہیں، بیوی سے بھی کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ آپ نے ان کو بلوا کر دریافت کیا کہ ”کیوں عثمان! تم ہمارے طریقہ سے ہٹ گئے ہو“ انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم ہٹا نہیں ہوں میں آپ ہی کے طریقہ کا طلب گار ہوں۔“ ارشاد ہوا ”میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، عثمان! خدا سے ڈرو کہ تم یہ تمہارے اہل و عیال کا بھی حق ہے تمہارے مہمانوں کا بھی حق ہے، اور تمہاری جان کا بھی حق ہے تو روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو نماز بھی پڑھو اور سو بھی۔“

اس دوسری حدیث سے یہ بات بہت زیادہ واضح ہو گئی کہ عبادات میں اسلام نے اعتدال کی تعلیم دی ہے چنانچہ ترمذی شریف کی یہ حدیث بھی ”وَمِنْ اَبْتَدِئَ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٍ لَا يَرْضَاهَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ يَعْنِيْ جَسْنَ نَے بَدْعَتِ سِيَّءُ کی ایجاد کی اسے اللہ و رسول پسند نہیں فرماتا۔ آیت زیر بحث اور حدیث صحیحین کے معانی پر جامع و مافی تفسیر ہے اور اکھمد اللہ کہ ترمذی شریف کی اس حدیث میں ”بَدْعَةٍ ضَلَالَةٍ“ کے الفاظ خود ہی بدعتِ حسنہ کی بالمعنی تخلیق یا ایجادِ لفظی فرما رہے ہیں کہ اگر بدعتِ حسنہ نہ ہو تو بدعتِ ضلالہ کا امتیاز ہی ناممکن ہے

گو یا بدعت حسنہ ایک ایسی چھپی ہوئی حقیقت ہے کہ اس کے خیر ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں ہو سکتا جب ہی تو اسے یہ الفاظ حدیث "سند حسنہ" کہا گیا تاکہ یہ لفظ اپنی معنویت کے حسن میں اچھوتا ہی رہے۔
(وما علینا الا البلاغ)



بدعاتِ حسنہ

هن جاء بالحسنۃ فله عشرۃ مثالھا

جو نیکی اور حسنہ لے کر آیا اسے دس گنا ثواب ہے (پہ)

اب ذیل میں اُن اعمال کی فہرست دی جاتی ہے جنہیں بعض حضرات نے بدعتِ حسنہ و سیئہ کا امتیاز نہ ہونے کی وجہ سے اچھی ایجاد کو ناجائز اور بدعتِ سیئہ سمجھ کر لوگوں کے لئے مناع للخیر ہو جاتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے: مناع للخیر معتد ھرمیب (۲۶) یعنی خیر سے روکنے والے حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور جس کی وجہ سے اکثر بڑی فہم حضرات نے بہت سے اعمال مستحسن ترک کر دیئے ہیں۔
حالانکہ یہ اعتبار کتاب و سنت ان کی اصل ثابت ہے اور جیسا کہ اوپر بدعتِ حسنہ کے قاعدہ کلیہ کے زیر عنوان بتایا گیا ہے کہ جو نئی بات

قرآن، حدیث اور اجماع کے مخالف نہ ہو وہ بدعت حسنہ اور محمود ہے
قابل تقلید اور لائق عمل ہے۔



جو اڑ میلاد مبارک

وہ ذات پاک جس کی تشریف آوری کو اللہ تعالیٰ نے ہر ذرہ
ذرہ کے لئے رحمت سے تعبیر فرمایا ہے اور جس کی بعثت مبارکہ کا
احسان جمیع مومنین پر تا ابد رکھا ہے اگر اس کی ولادت پر سعادت
پر خوشی نہ منائی جائے اور سالانہ اس کی محفل میلاد کا التزام نہ کیا
جائے تو پھر کس کے لئے خوشی منائی جاسکے گی اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے
حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہم السلام کے یوم ولادت پر سلام بھیجا ہے تو
کیا حضور صلعم کے یوم ولادت کی تقریب نہ منائی ہوگی یقیناً منائی
ہے اور اس اہتمام سے کہ ”صلوٰ علیہ و سلمو تسلیما“ کے
تحائف حضور صلعم کی خدمت بابرکت میں ہر لمحہ پہنچ رہے ہیں اور اس کی
تائید بھی اہل ایمان کو کی گئی ہے کہ تم درود و سلام بھیجتے رہو دیکھئے
اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ جو رسول پر سلام و درود بھیجتا گویا وہ
ایذا پہنچاتا ہے خدا اور رسول کو اس ایذا رسانی کی سزاء یہ ہے کہ دنیا و آخرت

میں اس پر خدا کی طرف سے لعنت ہی لعنت ہے گویا جو گستاخِ عداً سلام و درود کی پیش کش نہیں کرتا وہ قطعاً مستحقِ لعنت ہے اور تحائفِ درود و سلام پیش کرنے والوں میں خود وہ ذاتِ مقدس و اعلیٰ بھی شامل ہے کہ جس کی محجوبہ کاری و نادارہ کاری نے ایک ایسی ستورہ صفتِ حقیقت کے ظہور سے ہم پر احسان فرمایا ہے کہ جس کے نمونہ مقدسہ پر یہ ساری کائنات اور تمام انسانیت ڈھلتی چلی جا رہی ہے۔ ہاں اس کے انہماکِ تعارف کے لئے بجز "محمدؐ" کے اور کوئی لفظ زبان پر بے ساختہ ایسا نہیں آتا ہے کہ فرطِ مسرت و جذبہٴ شوق و محبت میں لبِ خود ہی ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے جاتے ہوں کہ سبحان اللہ یہ نام ہی وہ ہے کہ جو اپنے تمام کمالات پر حاوی ہے۔ پس اگر اس کی یاد اور تقریبِ ولادت کا سالانہ اہتمام کیا جائے تو کیا وہ عملِ خیر نہیں ہے، یقیناً ہے اور اسی پر ہمارا ایمان بھی ہے اور خود حضورِ صلعم نے بھی اپنی تقریبِ ولادت کے یومِ مبارک میں یعنی ہر دو شنبہ کو روزہ رکھنے کا التزام فرمایا تھا۔

چنانچہ ابو عبد اللہ بن الحاج مدخل میں لکھتے ہیں :

هَذَا الشَّهْرُ الْعَظِيمُ الَّذِي فَضَّلَ اللَّهُ تَعَالَى وَفَضَّلَنَا فِيهِ بِهَذَا النَّبِيِّ الْكَرِيمِ الَّذِي مَنَّ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْنَا فِيهِ لِبَيْدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ كَانَ يَحِبُّ أَنْ يَزَادَ فِيهِ

من العبادۃ والخیر شکر اللہ علی ما اولاد تابد من
 هذه النعم العظيمة وقد اشار علیہ الصلوٰۃ
 السلام انی فضیلتہ هذا الشهر العظیم بقولہ علیہ
 السلام للسائل الذی سألہ عن صوم یوم اثناین
 فقال لہ علیہ السلام ذالک یوم ولدت فیہ هذا
 الیوم متضمن لتشرف هذا الشهر

یعنی یہ مہینہ ربیع الاول مبارک کا ہے کہ اللہ نے ہم پر احسان فرمایا ہے
 کہ اس میں ایسا سید الاولین والاخیرین پیدا کیا۔ جب
 یہ مہینہ آیا کرے ہمیں چاہیے کہ بہت زیادہ نیکیاں اس مہینہ میں کیا کریں
 اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مہینہ کی فضیلت کی طرف
 اشارہ فرمایا کیوں کہ آپ پیر کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، جب کسی
 نے پوچھا کہ آپ ۴ روزہ کیوں رکھتے ہیں تو فرمایا کہ میں اس روز پیدا ہوا
 ہوں، پس اس سے اس ماہ مبارک کی بزرگی اور عظمت ثابت ہے۔

اتہام میلاد پر فقہاء و علماء کا اتفاق ذیل میں مجلس میلاد کے جواز
 کے تعلق سے مشاہیر ائمہ، فقہاء، اولیاء علماء کی تصانیف سے ضروری سے
 اقتباسات پیش کئے گئے ہیں جن میں بعض نے احتیاط شرعی کو ملحوظ رکھتے
 ہوئے بھی اس تقریب سعید کو بہر حال جائز اور بدعت حسنہ ہی سے تعبیر

کیا ہے۔

● امام نوذری استاد البوشامہؒ فرماتے ہیں:

ومن احسن ما ابتغى في زماننا ما يفعل كل عام في اليوم
الموافق ليوم مولده صلى الله عليه من الصدقات و
اظهار الزينة والسور الخ يعني جشن ميلاد حضور صلی
اللہ علیہ وسلم ایک اچھی ایجاد ہے۔

● امام ابن حجر محدثؒ فرماتے ہیں:

وعفل المولد واجتماع الناس لمكذلك اي بدعته
حسنة لئلا في السيرة الحلبية يعني جشن ميلاد میں لوگوں کا
اجتماع بدعتِ حسنہ ہے۔

● علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

ليستحب لنا اظهار الشكولمولده عليه السلام
بالاجتماع والاطعام وغير ذلك لعنه همارے لئے مستحب
ہے بحفل ميلاد جلسہ عام اور المعام طعام وغيرہ۔

● حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں

بارہویں ربیع الاول کو مولد شریف میں تھا۔ حضرت کے آثار اور عجائب
معاملات کا جو وقت ولادت ظاہر ہوئی تھیں بیان ہو رہا تھا میں اس

میں شریک ہوا اس میں جو دیکھا تو انور رحمت ظاہر تھے۔

● حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کسی صاحب کے استفسار لکھتے ہیں کہ اس فقیہ کے مکان پر سال بھر دو محفلیں ہوتی ہیں۔ محرم کے دسویں دن یا ایک دو دن پہلے قریب ہزار آدمی آتے ہیں۔ فضائل حسنین ۳ بیان کرتا ہوں بعد ختم کے پانچ آیتیں پڑھ کے جو کچھ پاس ہوتا ہے اس پر فاتحہ کر کے تقسیم کر دیا جاتا ہے اور بارہوی تاریخ ربیع الاول کے اسی قدر آدمی آتے ہیں، حال ولادت شریف و علیہ بیان کر کے جو کچھ کھانا یا شیرینی ہوتی ہے اس پر فاتحہ دے کر تقسیم کر دی جاتی ہے۔

علامہ ابن جرزی فرماتے ہیں:

لم یکن فی ذالک الارعناہ الشیطان و سرور اہل
الایمان یعنی یہ محفل میلاد گویا تذلیل شیاطین اور سرورِ اہل ایمان کے لئے ہوا کرتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ در نفس قرآن خواندن بہ صورت حسن و در تصائد لغت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است۔
(مکتوبات جلد سوم)



جوازِ قیام و سلام

مندرجہ بالا آراء کی روشنی میں یہ بات تو واضح ہو چکی ہے کہ محفل میلاد ایک امر مستحسن اور بدعتِ حسنہ ہے اب رہا یہ سوال کہ اس میں جو سلام و قیام ہوتا ہے اس کا کیا مقام ہے تو اس تعلق سے عرض ہے آدابِ مجلس کے بیان میں قرآن یہ کہتا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا فیسفح اللہ لکم واذا قیل انشروا فانشروا لعلکم تفرحوا ایمان والو جب تم کو کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل کر بیٹھو تو کھل کر بیٹھا کرو اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔ پ

لہذا آیتِ صدر کی اتباع میں یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ مجلس میں نشست و قیام کے تقاضوں کو حسبِ ضرورت پورا کیا جائے پس اگر محفل میلاد میں حضور اکرم صلی علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں سلام عرض کرنے کے تعلق سے ایسا وہ ہو جائیگی یہ جائز ہے چنانچہ ملا علی قاری نے دستِ بستہ سلام عرض کرنے کو جائز لکھا ہے اس لیے اس میں استقبالِ قبلہ نہیں بلکہ استدبار بھی اور درمختار نے بھی سلام کو جائز اور بدعتِ حسنہ قرار دیا ہے جیسا کہ اس

میں ٹٹاپ ہے کہ التسليم بعد الاذان حادث فی ربیع الاول، سنۃ
سبعۃ و احدی شمامین و هو بدعتہ حسہ اس کے علاوہ
ذیل میں علمائے عرب و مفتیانِ مذاہب اربعہ کے فتاویٰ ابھی خلاصۃً پیش
کئے جاتے ہیں جیسے حضرت مولانا احمد سعید محدث دہلویؒ نے جمع فرمایا ہے
تاکہ محفل میلاد مولود و قیام و سلام کے جواز پر مزید استشہاد کا تیقن
ہو جائے۔



فتویٰ مالکیہ

القیام عند ذکر و لادۃ سید الاولین و الاخیرین صلی
اللہ علیہ وسلم استحسنہ کثیر من العلماء
و فتویٰ از مفتی مولانا حسین ابن ابراہیم مالکیؒ



فتویٰ حنفیہ

نعم استحسنہ کثیرون
و فتویٰ از مفتی مولانا عبد اللہ بن محمد میر غنی حنفیؒ



فتویٰ شافعیہ

نعم القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم استحسنہ
العاماء وهو حسن۔

فتویٰ از مفتی مولانا محمد عمر بن ابی بکر الریس شافعی،



فتویٰ حنبلیہ

نعم یجب القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
استحسنہ العلماء الاسلام وقداۃ الدین والاسلام
فتاویٰ مرقومہ کا حاصل یہ ہے کہ یہ عمل ایک مستحسن اقدام ہے اور اس میں
قیام و سلام بھی جائز ہے۔

(فتویٰ از مولانا ابن سبئی حنبلی،

اور کیوں نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس اس محفل ذوق و
شوق کی طرف توجہ فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ نے
فیوض الحرمین، میں تحریر فرمایا ہے کل ذی کعبہ یشاق الی شی ویتوجہ

الیہ یقیناً و شوقہ فائدہ لیتے کی الیہ و رایتہ صلو اللہ علیہ
 وسلم یعنی اس عبادت کا حاصل مضمون یہ ہے کہ حضور اکرم کا دل خوب
 کھلتا ہے خوشی سے اس کی طرف جو آپ پر درود و سلام بھیجتا ہے اور جب
 کوئی مشاق تعشق قلبی سے ہمت لگاتا ہے اور آپ کی طرف متوجہ ہو جاتا
 ہے تو آپ اس کی طرف اتر آتے ہیں۔ ہنجان اللہ و بجمہ والحمد
 للہ علی ذالک۔

زلفِ حمد و لغت اور است بر خاکِ ادب خفتن
 سجدے می توں کردن درودے می توں گفتن

و علی اللہ علی نورِ کز و شد نور ہا پیدا
 زمین از حُبِ او ساکن فلک در عشقِ او شیدا
 جوازِ تعظیم آثارِ مبارک و تبرکاتِ اولیاء

فتاویٰ بزازیہ کے باب المرتد میں ہے جس نے رسول خدا ﷺ کے موئے شریف
 کی اہانت کی یا اس کو سبک جانا تو وہ کافر ہے اصل عبارت یوں ہے
من صغر شعراہ بنی صلو اللہ علیہ وسلم استخفانا و اهانہ فکر
لا خلاف فیہ۔ علامہ قاضی عیاضؒ نے شفا میں لکھا ہے کہ جتنے آثار رسول
خدا صلعم کی طرف منسوب اور مشہور ہیں ان کی تعظیم اہل اسلام پر فرض ہے
 اور زیارت مستحب شرعی ہے اسی پر فتویٰ ہے علمائے حنفیہ شافعیہ مالکیہ

اور حنبلیہ کا یعنی ان آثار شریفہ کا مشہور و خوب تفہیم کے لئے کافی ہے اور
 جیسا کہ نے بدعت حسنہ کے قاعدہ کلیہ میں حدیث لکھی ہے۔ پس اگر جمہور
 علماء و صاحبین یا معتبر مشائخ کسی آثار پر متفق ہو جائیں تو یقیناً اس کی
 تفہیم از بس ضروری ہے اس لئے کہ اب ان آثار کو حضور صلعم سے نسبت
 دی جا چکی اور اس نسبت و شہرت کے بعد بھی اگر کسی کو جرأتِ انحراف
 و گستاخی ہو تو وہ سمجھئے کہ خدا اس کے تقویٰ قلبی کا امتحان لینا چاہتا ہے
 کہ ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک الذین
 امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ ۲۶۔ یعنی جو لوگ اپنی آواز
 کو رسول اللہ صلعم کے روبرو پست کر لیا کرتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں کہ جن
 کے تقویٰ قلبی پر اللہ نے امتحان لیا ہے اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 بھی اسی کے ایمان کا جائزہ لئے بغیر نہیں رہتے۔ تم میں سے کوئی کمالِ ایمان
 پر نہیں پہنچا تا آن کہ میں اس کے جان و مال و اولاد سے زیادہ عزیز ہو جاؤں

(صحیح بخاری)

انگریزی میں مقولہ ہے کہ محبت کا دیوتا اندھا ہوتا ہے لیکن مسلمان اور مومن
 کی محبت دیکھی جہاں ہوتی ہے وہ سب کچھ دیکھ کر ہی محبت کرتا ہے اور پھر
 سب ہی کچھ نادر کر بیٹھا ہے۔ بقول حضرت مرشدی پیر غوثی شاہ رحمہ
 سابر واذ بے سمجھی سے عاشق سب سمجھ کر کھ کھ کر ہر باقی نہ کچھ ماننا زنی جاننا ز تو دیکھو

یہاں بھی امتحان ہے ان دل والوں کا جن کے لئے اللہ نے ایمان کو
 زینتِ تزئین بخشی اور وہ کوئے محبت و شوق میں اتنے پامال ہوئے کہ
 محبوب کی گلی کے کتے سے خود کو نسبت تو دے دی اور پھر خود ہی اس سے
 بے ساختگی پر محجوب اور نام ہو کر اس کو بے ادبی پر محمول بھی کیا۔ اور
 شاید محبت کا یہی تقاضا ساری فرزند انگلی و ہوشیاری کو دیوانگی پر کھپا رہ کر
 کر جاتا ہے اور وہ اپنے محبوب کے اشارہ چشم و ابرو پر نہا چنے لگ جاتا ہے یہی
 توجہ تھی کہ طرفِ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف عین حالتِ نماز میں
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم پلٹ جاتے ہیں اور حضور کے خصوصی دیوانے یہ بھی
 نہیں دیکھتے کہ سمت کہاں سے کہاں بدل گئی ہے اور یہ بھی نہیں پوچھتے کہ ایسا
 کرنے کے لئے کون سا مسئلہ شرعی ہے اور کیا کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ اور جو
 بد بخت ان مسائل میں الجھ گئے وہ مارے گئے اتباعِ رسول سے پھر گئے گو
 رخِ بیت المقدس ہی کی طرف تھا لیکن نماز ان کے منہ پر ماردی گئی جیسا
 کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں ان کا امتحان تھا۔ ہا کے بد بختی
 کہ "دلوں کا کفر چہرہ کی مسلمانیت پر چھٹی" وہ مرفعی رسول سے سبھا
 پھرے کہ معتبوب حق ہوئے اور جو رسول کا ساتھ ہو لے وہ جیتے جی
 جنت کے مستحق ہوئے اور مشرکہ بے شرف کے لقب سے متنازع ہوئے محبت

کی دنیا بھی عجیب ہے کہ یہاں دل و نگاہ کی آزمائش ہے ناہری عمل کے ساتھ ساتھ نیتوں کو بھی پرکھا جاتا ہے اور خلقِ الہی بھی خاص ہے کہ تعظیم تو اپنے عِز کی کرتے ہیں اور نام اس کا جادت دیتے ہیں اور تعبیر تقویٰ بلی سے فرماتے ہیں

وَمَنْ يَعْظُمِ شَيْءًا مِنْ اللَّهِ فَاسْتَعِمْ تَقْوَى الْقَوَائِدِ ۝

یعنی جو خدا سے نامزد کردہ چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہی دلوں کا تقویٰ ہے۔ آثارِ مبارک بھی اسی تعریف میں آتے ہیں گو شعائر کی اصطلاح شرعاً اور ہے لیکن جب فیصلہ دلوں پر ٹھیر گیا تو گنجائش وسیع ہے جس پر قرآن خود بھی شاہد ہے

وَلَعَزَّوَدَ وَلَوْ تَرَوَهُ بِآ

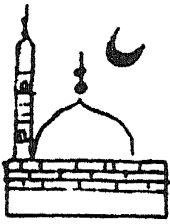
پس اس جوازِ قطعی کے بعد وہ متبعینِ رسول بھی اسی اختتام میں آجاتے ہیں جو نسبتِ خاص رکھتے ہیں اور انا وَمَنْ اتَّبَعَنِي ۝ کے زمرہ خصوصی میں آکر ان عبادی لیس لک مملیہ صر سلطان ۝ کی خلعتِ فاخرہ سے ممتاز ہو جاتے ہیں اور جب اتباعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی جزاء میں ”فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ“ کے بمصداق خدا کے محبوب ہو جاتے ہیں تو ان کے تبرکات بھی آثار کا حکم لے لیتے ہیں اسی لئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے کتاب التکشف میں

رسم تبرک بستمولات الشائخ کے عنوان میں ایک حدیث دے کر لکھا ہے جس چیز کو بزرگوں کا منہ یا ہاتھ یا بدن لگا ہو معتقدین اس کو تبرک کہتے ہیں اس حدیث سے اس کا مترجما ثبات ہوتا ہے ”پھر آگے جواز استعمال تبرکات مشائخ کا عنوان دے کر لکھا ہے اور یہ جو عادت ہے کہ ایسی چیزوں کا بہ کثرت استعمال نہیں کرتے اگر یہ اس غرض سے ہو کہ زیادہ روز تک یہ تبرکات باقی رہے مضائقہ نہیں (حوالہ انکشاف ص ۳۶۷)

الحمد لله کہ خود قرآن سے بھی پارہ ۲ سورہ بقرہ کے رکوع ۱۶۰ میں اہل حب و عقیدت کے لئے ایک اشارہ مل رہا گیا ہے :

بقية مما ترك ال موسى وال هارون تحمله الملائكة
ان في ذلك لاية لكمان كنتم مومنين - ۳۶
اگرچہ کہ آیت ایک خاص واقعہ کی یاد دلا رہی ہے لیکن اپنی ہمہ گیر افاریت کی وجہ سے جواز استعمال آثار و تبرکات پر خود قرآنی لفظوں میں یہ ایک ”آیت ہے“ اور اذا هبوا بقميصي هذا فالقود على وجه ابي داود لبسوا (یعنی) میرے کرتے کو لے جاؤ اور اس سے میرے والد کے چہرہ پر ڈال دو تا کہ وہ دیکھنے لگیں۔

یہ آیت بھی جواز تبرکات پر کھلی اور واضح دلیل ہے۔



جوازِ خطاب یا محمدؐ

صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری موت و حیات دونوں تمہارے لئے خیر اور بہتر ہیں کہ میرے پاس تمہارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔۔۔ الخ۔ چنانچہ حضرت شاد عبد العزیزؒ اپنی تفسیر عزیزی میں دیکھیں کہ رسول علیکم شہیدا میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطلع است بہ نود نبوت بر ربہ

مہر مستعذین بہ دین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و روایات آمدہ

ہر نبی را بر اعمال آستیان خود مطلع می سازند کہ فلانے چنان می کند و

فلانے چنان تا روز قیامت ادائی شہادت تو او کرد۔

نیز علامہ قسطلانی اور زرقانی نے بھی روایت کی ہے:

عن سعید المسیب قال ليس من ليوم الا تعرفن على النبي

صلى الله عليه وسلم اعمال امة غدوة وعشية فيعرفهم

بما هم واعمالهم فلذلك يشهد عليهم

يوم القيامة.

حوالہ ہائے مذکور کا حاصل وہی مضمون حدیث ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے جس سے یہ ثابت ہوا کہ ہمارا ہر سلام اور ہماری ہر نداء کو اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلم تک پہنچا دیتے ہیں جیسا کہ قرآن شاہد ہے

عالم الغیب فلا ینظر علی غیبه احد الا من ارضیٰ
من رسول^{۱۲} یعنی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اپنی غیب کی بات کسی پر ظاہر تو نہیں کرتا مگر جو پسند کر لیا کوئی رسول (سورہ جن، ۲۹)

نیز روزانہ پانچ اوقات کی نماز کے قعدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مصلیٰ عین حالت نماز میں ”التحیات“ پڑھ لینے کے بعد حضور صلم کو ”السلام علیک ایہا النبی“ سے مخاطب کرتا ہے جو امر حاضر کا صیغہ ہے اور اس عمل سے کسی کی نماز خراب نہیں ہوتی۔

چنانچہ علامہ قسطلانی و زرقانی وغیرہ نے لکھا ہے :

ہنہا ان المصلیٰ یخاطبہ بقولہ اسلام علیک ایہا النبی
وہو صلیٰ صحیحۃً ولا یخاطب ولا یخاطب علیہ
یعنی مصلیٰ ”السلام علیک ایہا النبی“ سے مخاطبت کرتا ہے اور نماز بھی ہر سچی ہے ہاں دوسرے کو نماز میں مخاطب نہیں کر سکتا۔ چنانچہ فقہاء متفقہ رائے یہی ہے کہ ”السلام علیک ایہا النبی“ میں اراد قاطب رکھے۔ پس حالت نماز میں مخاطب جائز ہو تو غیر نماز میں بھی

تخاطب جائز ہوا جیسا کہ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد بعض صحابہ کرام رض کا
 سن پر عمل بھی رہا ہے۔ چنانچہ کتاب شفا میں قاضی عیاض نے روایت کی
 ہے کہ ایک بار حضرت عبداللہ ابن عمر رض کے پاؤں میں چوڑیاں بھر گئیں کسی
 نے کہا ایسے آدمی کو یاد کرو جو تم کو بہت محبوب ہو۔ جنت عبداللہ بن عمر رض
پکارا اٹھے "یا محمد" اور اسی وقت پاؤں کا سن پن دور ہو گیا۔

اور کتاب فتوح اشام میں بھی ایک واقعہ درج ہے جس کا خلاصہ
 یہ ہے کہ یہ زمانہ خلافت حضرت عمر رض حضرت ابو عبیدہ رض بن الجراح نے
 قنسرین سے کعب بن ضمہ صحابی کو حلب کے لئے روانہ کیا۔ کعب بمقابلہ
 یوقنا سے تھا جس کے پاس دس ہزار فوج تھی اور ادھر صرف ایک ہزار
 سپاہی کا حق و باطل کی اسی جنگ میں عالم اسباب کی بے سرو سامانی
 حضرت کعب کو بے چین کر دیا اور وہ تڑپ کر پکارا اٹھے "یا محمد صلیا
 محمد یا نصر اللہ انزل"

پس صحابہ کے ان اعمال سے ہمارے لئے جواز خطاب ثابت ہینکا
 ہے کہ ان کی اتباع میں جو بھی عمل ہو وہ قطعاً جائز ہے جیسا کہ حدیث معلوم
 شاہد ہے۔ اصحابی کا العجوم بنایہم اقتدیتم اہتدتم
 یعنی میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں پس تم جن کی بھی اقتدار و گے
 ہدایت پاؤ گے۔ اس کے علاوہ حضرت عمر رض کا وہ تاریخی واقعہ کہ آپ

نے عین حالت خطبہ میں "یا ساریۃ الجبل" کا لغزہ لگا کر اپنے تصرف سے
ساترہ تک آواز پہنچا دی تو کیا حضور صلعم کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ ہماری
آواز کو پاس کیں جب کہ آپ کی روحانیت کے ادنیٰ پر تو سے کل نظام
کائنات، بڑا حرکت و حیات جاری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امت محمدیہ کے بڑے بڑے انفاس قدسیہ اس دار میں
رحمت سے لپٹے ہوئے اسی ذات قدسی صفات کو اپنی طرف پکارتے رہے ہیں
ذیل میں مشاہیر صحابہ تابعین و تبع تابعین اور آئمہ عظام و علمائے کرام کے
چند ندائیہ اشعار پیش ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی فرماتے ہیں

(بحوالہ کتب احادیث)

وجوتک یا ابن امنہ لانی

محبب والمحب لہ المرضاء

المؤمنین حضرت صفیہ رضی فرماتی ہیں:

الایا رسول اللہ کنت و جاءنا

وکنت بنا بزولم قد جافنا

حضرت امام زین العابدین رضی ابن حضرت امام حسین رضی فرماتے ہیں:

یا رحمۃ للعالمین ادرك الذین العابدین

محبوس ایدی الظالمین فی المركب الزوہر

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ النعمان میں فرماتے ہیں:

یا اکرہ الثقلین یا کفن الوری
حبلی بحدک وارضی برضاک

انا طامع بالحدود و مند ولم یکن
لابی حنفیۃ فی الانام سواک

حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (بحوالہ فتح المبین)

یا رسول اللہ اسمع قالنا

یا حبیب اللہ انظر حالنا

اننی فی بحر غم مغرق

خزیدی سہل لنا اشکالنا (ماخوذ)

شوق و ذوق کی یہ محفل شعرو نغمہ کبھی ختم نہ ہوگی کہ اس ابدی کا مسند نشین
اعلیٰ خود ذات باری تعالیٰ ہے اور اس انجمن حقیقت کی شمع روشن رہی
محبوب ازل ہے جو مقام وحدت بیگانہ کثرت ہو کر کسی ظلمت خانہ عدم
کو اپنے رخسارہ پاک سے روشن کر گیا اور اسی حقیقت پاک کی طرف ایک
گدائے محبوب الہی یعنی شاہ متغزلین حضرت امیر خسرو نظامی نے
اشارہ فرمایا ہے:

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکان خسرو

محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

اور کمیوں نہ تنہا طلب کیا جائے کہ جو ذات مقدس سارے ذرہ ہائے کائنات

کے لئے رحمتِ اتم ہو تو یہ خاصۃً فطرِ قلب ہے کہ ہر جز اپنے کل کی طرف رجوع کرے اور ہر پر تو اپنے اصل کا طلب گار رہے۔ اور یہ کائنات تو خیر محتاجِ رحمت ہے لیکن خود ذاتِ رحمن نے بھی کبھی ”یا ایہا المزمحل“ کبھی ”یا ایہا المدثر“ اور کبھی ”یا ایہا الرسول“ سے حضور کو مخاطب فرمایا ہے اور یہی نہیں بلکہ لوگوں کو حضور وسلم کو مخاطب کرنے پکارنے یا اپنی طرف متوجہ کرانے کے آداب بھی سکھائے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے :

یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا
واسمعنا ولکفر بنی عذاب الیم (پہلے) یعنی اے ایمان
والو ”راعنا“ کہہ کر درِ رسول کو مخاطب نہ کرو بلکہ ”انظرنا“ کہا کرو اور
ایسی ہی طرف کان لگائے رہو اور جو اس کا انکار کرنے والے ہوں گے
ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

عزمنی خطاب ”یا محمدؐ“ کے تعلق سے بہت سی احادیث سے اس
کا جواز ثابت ہے اس کے علاوہ قرآن میں حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں
بھی اس کا اثبات ہو جاتا ہے فاستغاثہ الذی من شیعة علی
الذین من عدوہ اور آگے کی آیت میں ہے فاذا الذی

استنصرہ بالامس لیستمرخہ (۲۰)

تفصیل کیلئے استغاثت بالاولیاء کا عنوان دیکھیے۔



”یا غوث“ کا خطاب

ابھی ابھی قاضی عیاضؒ کی ایک روایت حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے تعلق سے بیان کی گئی جس میں یہ بتایا گیا کہ کسی نے اُن سے کہا کہ ایسے آدمی کو یاد کرو جو تم کو بہت محبوب ہو۔ یہاں اس بات کا اثبات ہو رہا ہے کہ انسان کسی نہ کسی کو عزیز و محبوب ضرور رکھتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف بھی اس بات کی گواہ ہے کہ من احب شیاً فاکثر ذکرہ، یعنی جو کسی کو محبوب رکھتا ہے تو وہ اس کا تذکرہ کرتا رہتا ہے۔ پس اس حدیث سے شوق و محبت میں کسی کو پکارنا قطعاً جائز ہے اور یہ اعتبار لغت ”یا“ بمعنی اُدعو ہے یعنی پکارتا ہوں جس سے ظاہر ہے کہ یہ پکارنا تکمیل شوق و محبت کے لئے ہے یا یہ اعتبار تصور ہے جیسا کہ ایک بار بہ زمانہ خلافت حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ رات میں ایک مسجد کی طرف آئے دیکھا کہ مسجد میں کثرت سے چراغ روشن ہیں تو آپ نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے دعا دی ”لورت مساجد فانور اللہ قبری“ یا ابن الخطاب (بحوالہ سیرت طبری)

اس کے علاوہ مسلمہ فقہ بھی یہ ہے کہ موزن جب ”الصلوة خیر من النوم“

کہے تو جواب میں ”صدق و برت“ کہنا چاہیے حالانکہ اذانِ نذر سننے والا کبھی مسجد میں اور اکثر گھر میں ہوتا ہے اور اس طرح اس کا مخاطب حاضر نہیں بلکہ غائب رہتا ہے غرض اس طرح کا مخاطب جب کہ نیتِ راستہ استمدادِ استعانت اور حاجتِ طلبی کی نہ ہو تو تہاً جائز ہے لیکن اہل طریقت کے نزدیک اس مقصد سے پکارنا بھی اس لئے جائز ہے کہ سالک کے دین و ایمان کی بقا و سلامتی ایمان تو، توجہ و دعائے شیخ ہی پر قائم ہے اور جب کہ سارے شیوخ کامرکز و منبع بھی حضرت غوث الاعظم ہی ذاتِ مبارک ہی ہے کہ آپ نے بہ اعتبار کشف اس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے جس سے ثابت ہوا کہ آپ اپنے والبتگان و غلامانِ سلسلہ کی طرف بہ اعتبار روحانیت من اللہ قوت ہی سے فیضی رساں ہیں پس اگر حضرت غوث رضی عنہ سے استفانہ باطنی کا غرض سے بہ جذبہ شوق و تصور مخاطب کیا جائے تو وہ مستحسن ہے کہ بہ اعتبار حدیث ”انت مع من احببت“ کمالِ تعلق و حب خود ہی اپنے محبوب تک اس کے طالب کو پہنچا دے گا۔ چنانچہ اکثر بزرگانِ دین جن میں بڑے بڑے علماء و فقہا گزرے ہیں وہ خود بھی کبھی حلقہ بگوشِ غوثیت و اسیرِ دستگیر ہو چکے اور ان کے دلوں کی ٹرپ انہیں بے ساختہ ”یا غوث“ پکارنے پر مجبور کر گئی اور دلوں کا ایمان

دستِ غوثیت پر قبولِ اسلام کر گیا۔

شال کے طور پر چند مشاہیر فقہاء و علماء کے منتخب اشعار پیش ہیں جن کی شخصیتیں بجائے خود ایک مرکزیت لی ہوئی تھیں اور جو خود بھی اپنے زمانے کے اقطاب میں سے تھے۔ حضرت امام یافعیؒ کا ایک شعر درجوالہ تاریخ الاولیاء،

بمجد اک یا بحر اندی یا عبد قادر

ایا یا فعی ذو افتقار و ذو محل

حضرت ابو بکر المرینیؒ کا ایک شعر در سالہ قلائد الجواهر،

غوث الانام و غیشہم و مجیر مصم

بدعایہ من کل خطب جائز

حضرت داؤد قدس سرہ کی ایک غزل کا ایک شعر دفع المبین،

یا ابن النبی دانت قرۃ عینہ

یا عبد مولانا العزیز القادر

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ کا ایک شعر دفع المبین،

اے پیر دستگیر تو دستِ مرا بگیر

و ستم چاں بگیر کہ گویند دستگیر

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی غزل کا ایک شعر

خاک پاک تو بود روشنی اہل نظر
دیدہ را بخش ضیاء حفر غوث الثقلین

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کا ایک شعر

غریبم نامرادم یا محی الدین جیلانی
زیا افتادہ ام دستم بگیرا۔ غوث صمدانیؒ

حضرت مولانا جامیؒ کا ایک شعر

غوثِ اعظم مدد سے یا شہدِ جلالِ نذر
شاہِ شاہانِ مدد سے مرشدِ پاکانِ مدد سے

دماخوذ

حضرت غوث الاعظمؒ کے لئے یہ تتخاب کوئی ایسا مسئلہ شرعیہ نہیں کہ ہر
مسلمان پر یا غوث کہنا بس لازم اور ضروری ہو گیا ہے مقصد یہ ہے کہ جو
فرطِ محبت و تعشق میں کبھی پکار لے تو وہ جائز ہے جیسا کہ اوپر بحث
ہو چکی ہے۔



جوازِ زیارتِ قبور و فاتحہ مروجہ

امام ابو سعید سلمیٰ نے شرحِ برزخ میں جوازِ فاتحہ و زیارتِ قبور پر حسبِ ذیل احادیث لکھی ہیں جو نفسِ سدا کو سمجھنے کے لئے بہت کافی ہیں۔

مسلم بن بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم مسلمانوں کو لکھتے تھے کہ جب قبروں کی طرف نظر ہو "السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمؤمنین وان شاء اللہ بکم اللہ الحقون لنسل اللہ لنا ولکم العافیۃ" یا یوں کہے "السلام علیکم یا اهل القبور لیغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا و نحن بالآخر" اور اگر شہید ہو تو یوں کہے "السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" اور بوقتِ زیارتِ ایک بار سورہ فاتحہ تین بار قتل ہوا اللہ اور سورہ تبارک و یسین یا مکمل قرآن پڑھے۔

محدث ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی نے فوائد میں یہ سلسلہ روایات ثقات ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ جو قبرستان میں داخل ہوا پھر اس نے سورہ فاتحہ، قل ھو اللہ

اور انہیں التکثر پڑھا پھر کہا اے جو میں نے تیرے کلام سے پڑھا اس کا ثواب قبرستان کے مسلم مرد اور عورتوں کی طرف کیا یعنی اس کا ثواب مسلم مرد اور عورتوں کو پہنچایا تو وہ اس کے شفیع ہوں گے اللہ تعالیٰ کی طرف۔
بحوالہ تصریح الاولیٰ

اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے جامع الخلال میں معتبر ذرائع سے روایت کی ہے کہ امام شعبی کہتے ہیں کہ صحابہ انصار کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی کسی انصاری کا انتقال ہو جاتا تو انصار ان کی قبر کی طرف آمد و رفت رکھتے اور ان کے لئے قرآن شریف پڑھتے اس تعلق سے قاضی ابوجبر: عبدالباقی نے رسالہ شیخ میں فرمایا ہے کہ سلمہ بن عبید کہتے ہیں کہ حماد مکی نے کہا کہ میں نے ایک رات قبرستانِ مکہ کی طرف نکلا اور ایک قبر کے سر پر اپنے پاس رکھ کر سو گیا اہلِ مقابر کو میں نے دیکھا حلقہ حلقہ بنائے بیٹھے ہیں میں نے پوچھا کہ کیا قیامت تو قائم نہیں ہو گئی انہوں نے کہا نہیں بلکہ ایک شخص قبرستان میں آکے سورہ فاتحہ اور تین قل ہوا اللہ پڑھا اور اس کا ثواب ہم پر بخشا سو ہم سال بھر سے اس کی تقسیم کر رہے ہیں۔

حضرت نظام الدین احمد نے بھی کتاب کرامات الاولیاء میں حضرت بشر مافی کا ایک چشم دید واقعہ بالکل اسی قسم کا تحریر کیا ہے رہا یہ سوال کہ نزدیک قبر قرأتِ قرآن جائز ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ

ہے کہ درمختار نے لکھا ہے کہ قاریوں کو تلاوتِ قرآن کے لئے نزدیک قبور
بٹھلانا جائز بلا کراہت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی مضمون ہے
چنانچہ آئمہ سلف جیسے امام عینی، امام ابن الہمام، امام نووی، امام زرقانی
اور مذاہبِ آئمہ اربعہ سب ہی کا اس کے جواز پر اتفاق ہے۔

مزید تحقیق مطلوب ہو تو آئمہ مذکور کی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں،

اب اس مختصر سی توضیح کے بعد قرآنی استدلال بھی ملاحظہ ہو

وَلَا تَقْلِبْ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ
إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۲۷﴾
یعنی اگر کوئی ان میں سے مر جائے تو اس پر کوئی ایصالِ ثواب یا نماز نہ
پڑھی جائے اور نہ ان کی قبر پر قیام کرو کیوں کہ انہوں نے اللہ اور اس
کے رسول کا انکار کیا اور مر گئے اور وہی فاسق ہیں۔ اس آیت سے

ایصالِ ثواب فاتحہ اور زیارتِ قبر و قیام علی القبر کا قطعی جواز ثابت ہو
رہا ہے کیوں کہ لفظ "قَلْبْ" اور "أَبَدًا" سے وقتاً فوقتاً ایصالِ ثواب
اور تقیم علی القبر سے زیارتِ قبور بعد دفن قیام علی القبر کا اثبات
ہو رہا ہے البتہ قرآن نے کافر، مشرک اور منافق کے حق میں اس کا
استناع فرمایا ہے۔ اور ان کے سوا عامۃ المسلمین کے لئے جائز ہے دنا تہم وجہ

کی ترتیب جوازِ زیارت کے عنوان میں دیکھیے



بعد نماز جنازہ دعا پڑھنے کا جواز

کتاب تصریح الاوثاق میں ہے کہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعة السمعات ترجمہ مشکوٰۃ کتاب الجنائز میں تحریر فرماتے ہیں کہ درجناز فاتحہ بعد از نماز یا پیش از اں بقصد تبرک خواندہ باشد چنانکہ آلاں متعارف است۔ رسول خدا صلعم نے بعد نماز جنازہ کے یا آگے نماز کے فاتحہ پڑھی جیسا کہ اب رواج ہے۔ پس ان دو معنوں میں ایک معنی کہ آنحضرت کا بعد نماز جنازہ

کے فاتحہ پڑھنا ثابت ہوا اس پر عمل ہے علماء کا جیسا کہ آلاں متعارف است

اس پر داں ہے اور بعد فاتحہ کے جنازہ کے سرہانے اَلَمْ مفلحون تک پڑھے

اور پائیں جنازہ کے اَمِنْ الرَّسُولِ آخر سورہ تک پڑھے اس پر عمل ہے علماء فضلاء کا جیسا کہ محقق حنفیہ محدث فتح محمد ربانیوری مفتاح السلوۃ میں فرماتے ہیں

چون از نماز فارغ شوند مستحب است کہ امام یا صالح دیگر فاتحہ بقرۃ تاملحون طرف سر جنازہ وہ خاتمہ، بقرہ یعنی اَمِنْ الرَّسُولِ طرف پائیں بخواند کہ در حدیث وارد است و در بعضی احادیث بعد از دفن واقع شدہ ہر وقت کہ میسر شود مجوز است۔ جب نماز جنازہ سے فارغ ہووی مستحب ہے کہ امام یا اور صالح اَلَمْ مفلحون تک سرہانے جنازہ کے

اور امن الرسول پائین جازے کے پڑھے جو حدیث میں وارد ہے اور بعض حدیثوں میں اس طور سے پڑھنا بعد از نماز کے بھی آیا ہے دونوں وقت اس کو کرنا بہتر ہے۔ اور بعد میت کے حق میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔ بیا کہ نہر الفائق شرح کنز الافائق جلد اول باب الجنائز میں ہے:

و یقول بعد صلوٰۃ الجنائز اللهم لا تحرمنا جہنم ولا
تفتنا بعدہ و اعف عننا و لہ

یعنی بعد نماز جنازہ دعائے مذکورہ پڑھے اور بحر ذغاز میں بھی امام عینی نے ہدایہ شرح البدایہ النجریہ اشانی فی المجلد الاول باب الجنائز کے ابتداء میں بیہقی سے لکھا ہے کہ جب صحابی براء نے انتقال کیا تو حضور صلعم تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھی اور بعد نماز جنازہ دعا فرمائی اللهم اعف عنہ وارحمہ و ادخلہ جنتک حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(بحوالہ تصریح الاولیٰ)



حدیث ضعیف کا وزن

بفرض محال اگر کسی حدیث کے ضعیف بھی ہونے کا احتمال ہو تو کل علمائے اہل حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ ان کا منت ضعیفۃ الاسلامید

فقد اتفق المحدثون على ان الحديث الضعيف يجوز العمل به في الترغيب والترهيب (بحوالہ تفسیر روح البیان، یعنی اگر امارت ضعیف بھی ہوں تو سب ہی علمائے محدثین اس پر مشفق ہیں کہ حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے جب کہ وہ اچھے کام پر رغبت اور بُرے کام سے ڈراتی ہوں۔ علامہ شامی شارح در مختار نے لکھا ہے کہ کسی عمل کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے حدیث ضعیف کو لے لینا جائز ہے۔ اور ضعیف پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ عمل ایسا ہے کہ ایک عام قاعدہ شرعیہ میں داخل ہو اس شرط لگانے میں حکمت یہ ہے کہ حدیث ضعیف کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ وہ غلط ہی ہے بلکہ اس کے صحیح ہونے کا اسکان ہے۔ پس اگر حدیث نفس الامر میں عند اللہ صحیح ہے تو اس پر عمل کرنا بہت اچھا ہے اگر نفس الامر ثابت نہ تھی اس پر عمل کرنے سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

لہذا کسی متعارفہ حدیث پر عمل موجب ثواب ہے کہ جب کہ حسب قاعدہ متذکرہ اس میں کسی اچھی بات کی ترغیب اور بُری بات سے ترہیب ہو پس ان ہی اصول پر کسی عمل خیر کو جاری رکھنا بھی جائز ہی ہوا اور آئندہ دیگر اعمالِ حسنہ بھی اس طرح جواز کی تعریف میں خود ہی داخل ہوں گے۔



عورتوں کیلئے جوازِ زیارتِ قبور

احادیثِ صحیحہ سے زیارتِ قبور کا جواز ثابت ہے۔ جیسا کہ مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ زیارت کرو قبروں کی کہے شک وہ موت کو یاد دلاتی ہے۔ پس اس کے بعد یہ بحث کتہہ آیا۔ عورتیں بھی زیارتِ قبور کر سکتی ہیں یا نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ہماریں نے حضورِ صلعم سے پوچھا کہ میں زیارتِ قبور کس طرح کروں تو آپ نے فرمایا کہ تم کہو السلام علی اہل الدیار من

المؤمنین والمسلمین ویرحمہم اللہ متقدّمین ہذا والمآخری
وانا ان شاء اللہ ذکر الاحقون (مشکوٰۃ۔ باب زیارت)

مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ ابنِ حدیث دلالۃ دار و بر جوازِ زیارتِ مرثیاء یعنی اس حدیث سے عورتوں کیلئے زیارتِ قبور کا جواز ہے چنانچہ درمختار جلد اول باب الجنائزہ میں لکھا ہے لا بأس بزیارة القبور ولو للساہ۔ الخ یعنی زیارتِ قبر میں عورتوں کے لئے کوئی ہرج نہیں ہے پس اس کے جواز پر مشہور کتب فقہ اور اکابر علماء و ائمہ معتبر کے اقوال سے استنباط کیا جاسکتا ہے۔



کھانے پر فاتحہ پڑھنے کا جواز

عام طور پر کسی کی موت پر بالعموم کھانا یا شیرینی وغیرہ پر فاتحہ پڑھی جاتا ہے اس کا ایصال ثواب کیا جاتا ہے سو اس خصوص میں طبرانی نے اوسط میں سعد بن عبادہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلعم فرمایا: نفروا لو بکواغ شاة معرقة یعنی میت کے نام پر فاتحہ دو گوشت کے بلے بڑے ہی پر ہو اور ابن ابی الدین نے عبد اللہ بن مسعود رضی سے روایت کی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا طعام موجودہ پر مردوں کو فاتحہ دو اور انس رضی سے بھی روایت ہے کہ حضور صلعم نے اپنے روزبرو کھانا رکھ کے فاتحہ دی اور اس کا ثواب مردوں کو پہنچایا امام نابلسی نے حدیقتہ الذیہ میں فرمایا کہ روزبرو کھانا میوہ یا دیگر اشیاء ماکولہ کو رکھ کے فاتحہ دینا اور اس کے بعد کھانا جائز و مستحب ہے

بحوالہ شرح برزخ الامام ابو سعید سلمیٰ



جوانہ زیارت و چلم برسی و عرس

ابن ابی الدنیا اور جامع الکملال نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی سے روایت کی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا: ضرور ہے میت کیلئے، رسات، روز تک اور سات روز سے چالیس روز تک فاتحہ دیو اسلے کہ میت کی روح ان ایام میں گھڑتی رہے اور فاتحہ و ایصال ثواب کی منتظر رہتی ہے (مسلم شریف)

کتاب الحدود میں بریدہ سے روایت ہے کہ جب ماغر سلمیٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا
 اسی کے دوسرے یا تیسرے دن حضور صلعم تشریف لائے اور فرمایا ماغر کیلئے
 مغفرت مانگو ہم نے ہماغر کو اللہ بخشے نیز حضور صلعم کا اپنے صاحبزادہ حضرت
 ابراہیمؑ کی وفات حسرت آیات کے تیسرے دن اشیاء موجود یعنی کھجور اور
 دودھ پر فاتحہ دینا اور سورہ فاتحہ و تین قل ہو اللہ پڑھنا ثابت ہے اور کتاب
 مجموع الروایات میں ہے کہ حضور صلعم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت تیسرے دن کی
 اور در سوال ششماہی اور برسی بھی کی۔ اس کے علاوہ امام ابن حجر عسقلانی نے مطالب
 عالیہ میں بروایات ثقہ لکھا ہے کہ کہا طاووسؑ نے کہ مردے اپنی قبروں میں سات
 دن تک آزمائے جاتے ہیں تو صبحا بہ کرام سات روز تک فاتحہ خوانی کرتے رہے
 ۱۔ بحوالہ شرح برزخ از امام ابو سعید سلمیٰ

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تفسیر عزیزیہ میں سورہ بقرہ کی تفسیر
 میں لکھا ہے کہ فاتحہ سوم، دہم، چہلم، سہ ماہی، و شش ماہی، و برسی جائز
 و مستحسن ہے اور جس نے اس نیت سے کہ اسی روز کرنے سے ثواب پہنچتا ہے اور
 دوسرے دن نہ کرنے سے ثواب نہیں پہنچتا تو اس نیت سے فاتحہ کرنا مکروہ ہے
 در نہ نہیں۔

رسالہ وصیلۃ النجاة میں علامۃ الفتاویٰ سے مرقوم ہے کہ میت کے تیسرے
 دن بوقت فاتحہ عود، غنیمت جلالا اور اشیائے خوشبودار رکھنا فعل تابعین سے ثابت

تائید ہے چنانچہ امام زید دوی نے بھی رسالہ مفروق میں یہی لکھا ہے۔ اس کے علاوہ شرع میں وارثانِ میت کی تعزیت کے لئے تین روز مقرر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اہل میت کے لئے گھر میں یا مسجد میں تین روز تک بیٹھے رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کیوں کہ اس میں لوگ تعزیت و تشفی کے لئے اہل ماتم کے پاس آتے رہیں گے۔

کتاب و نالیق الاجارہ میں حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا جب مومن مر جاتا ہے تو اس کی روح اس کے گھر کے اطراف پھرتی رہتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کا مال کس طرح تقسیم ہوتا ہے اور اس کا قرض کس طرح ادا کیا جاتا ہے اور جب مہینہ ختم ہو جاتا ہے تو روح اپنے بدن کو دیکھتی ہے کہ اور اپنی قبر کے گرد ایک سال تک پھرتی ہے کہ کون اس کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے اور کس کس کو اس کا غم ہے۔ اور جب سال ختم ہو چکتا ہے تو اس کی روح قیامت تک کیلئے اٹھائی جاتی ہے وہاں جہاں روحیں جمع ہیں اس حدیث کا اشارہ عامۃ المسلمین کی طرف ہے۔ انبیاءؑ اس سے قطعاً مستثنیٰ ہیں اور ان کے بعد صدیقین اور شہداء بھی چنانچہ بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ چالیس دن تک انبیاء کے ارواح مقدسہ اپنے جسد مدفون سے پیوستہ رہتی ہیں اور اس کے بعد بمواجہہ حق عبادت میں لگ جاتی ہیں یہاں تک کہ متشکل بجسد ہوتے

غرض ان احادیث سے یہ ایام متفرقہ ضرورت ایصالِ ثواب ظاہر ہے
 (جیسا کہ فاتحہ و زیارت قبور کے عنوان میں وضاحت کی جا چکی ہے) اور اسی
 وجہ سے ان ایام متفرقہ کو زیارت، چہلم، برسی، وغیرہ کے نام سے متعارف
 رکھا گیا تاکہ منشاء ایصالِ ثواب نذرِ سہو و نسیان نہ ہو جائے چنانچہ حضرت شاہ
 عبدالعزیزؒ نے والقمر اذا تسقى کی تفسیر میں فرماتے ہیں ”کہ طوائف بنی آدم تا
 یک سال و علی الخصوص تا یک چہلہ بعد موت دریں انواع امداد کو شش تمام می نمایند“
 صحیح مسلم کی حدیث کہ ولد صالح یبدع لہ اور بیہقی کی حدیث

کہ ما المیت فی البقر الا کا الغریق المتغوث ینظر دعوة من
 اب اداخ او صدیق ذال حقة کان احب الیہ من الدنيا وما
 فیہا یعنی مردہ قبر میں اس طرح رہتا ہے جیسے کوئی غرق ہو کر پکار
 رہا ہے اس حدیث میں اشارہ ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد کے لئے بھائی بھائی
 کے لئے اور دوست، دوست کے لئے دلع خیر کرتا ہے۔ مردہ ان سب
 سے اپنی مغفرت کے لئے آس لگائے رہتا ہے چنانچہ کتاب ہدایہ اور عقائد نفی
 وغیرہ میں اس قسم کے ایصالِ ثواب کو جائز بتایا گیا ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب نے بھی تذکرہ الموتیٰ میں نقل احادیث کے بعد
 لکھا ہے کہ ”جمہور فقہاء حکم کردہ اند کہ ثواب ہر عبادت بہ میت می رسد۔ یہاں

ہر عبادت سے مراد عبادت مالی و بدنی ہے عبادت بدنی سے وہ عبادت مراد ہے جس کا تعلق انسان کے اعضاء جو ارجح سے ہے اور عبادت مالی سے مراد ہر وہ اتفاق ہے جو راہِ خیر میں بہ صورت زر، زلیور، سولیشی، طعام، اجناس اور میوہ جات خشک و تر سے ہو چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ کے انتقال کے بعد انہوں نے ایصالِ ثواب کی غرض سے دریافت کیا کہ "کون سا صدقہ بہتر ہے" تو آپؐ نے فرمایا "پانی" تب حضرت سعدؓ نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا ہذا لام سعد یہ کنواں سعد کی والدہ کا ہے اس کو اس کا ثواب پہنچے (بحوالہ مشکوٰۃ)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

وكان يوم الثالث من وفات ابراهيم بن محمد صلى الله عليه وسلم جاء البوذر عند النبي بتمرّة يابسة وليسن فيه خير من شعير فوضعها عند النبي فقتر رسول الله صلى الله عليه وسلم الفاتحة وسورة الاخلاص ثلث مرّة اذ قال رفع يديه للدعاء ومسح بوجهه فامر رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا ذر ان يقسمها بين الناس وايضاً فيه قال النبي صلى الله عليه وسلم وحببت ثواب هذه لابني ابراهيم حضور صلعم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم

نہ دنات کے تیسرے دن حضرت ابو ذر صحابی نے چند سوکھے کھجور اور دودھ
 جس میں جو کی روٹی چوڑی ہوتی تھی حضور صلعم کے سامنے لا کر رکھ دیا حضور
 صلعم نے سورہ فاتحہ اور تین قل ہو اللہ پر پڑھ کر فاتحہ دی اور پھر اپنے دونوں
 دست مبارک چہرہ مبارک پر پھیر لئے پھر حکم کیا کہ ابو ذر اس کو لوگوں میں
 تقسیم کر ڈالو اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ میں نے اس
 کا ثواب اپنے بیٹے ابراہیم کو بخشا۔
 داکمہ للہ کہ خط کشیدہ الفاظ سے نہ صرف جواز زیارت بلکہ طریقہ فاتحہ
 مردِ جبہ کا بھی جواز نکل آیا۔

○ جوازِ عرس

یہ تقریب بھی کسی میت کے سالانہ فاتحہ کی طرح ہوتی ہے اس میں
 کسی مردِ صالح، کسی بزرگ اور شیخ کی قبر پر بغرض ایصالِ ثواب معتقدین
 مریدین و وابستگان کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے جس کا مقصد اجتماعی
 طور پر صاحبِ مزار کے لئے مغفرت طلبی ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ
 ان مجالسِ خیر میں حلقہ ذکر و مواعظ بھی منعقد کی جاتی ہیں تاکہ تضرعِ اوتار
 کی بجائے صحبتِ صالحین کی وجہ سے از دیا و ایمان تجدیدِ دین کی گرم بازاری
 رہے اور اس موقع پر ایصالِ ثواب کے طور پر اطعامِ طعام وغیرہ بھی کیا جاتا ہے

غرض اس طرح کا اجتماع بھی حضور صلعم سے ثابت ہے کہ درِ منشور اور تفسیر کبیر میں ہے کہ حضور صلعم شہداء اُحد کی قبروں پر ہر سال کے آغاز پر تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے سلام علیکم بما صبرتم فنعمر عقبی الدار۔ اور اس طرح آپ کے بعد بھی خلفائے اربعہ کا یہی طریقہ عمل رہا۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ بھی اپنے والد ماجد کا ہر سال عرس منایا کرتے تھے جس پر کسی مولوی صاحب نے اُن کے اس عمل پر اعتراضاً استفسار کیا تو آپ نے جواب میں لکھا کہ ایں طعن مبنی است جو جہل مطعون علیہ زیرا کہ غیر ازہ فرافضی شرعیہ مقررہ راہ پیچکس نمیداندا ہے زیارت و تبرک بقبور صائمین و امداد و ایشال بامداد ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء تعبین روز عرس برائے آن ست کہ آں روز انتقال ایشال می باشد از دار العمل بہ دار ثواب یعنی یہ ایک امر مستحسن ہے کہ اس میں ایصال ثواب فاتحہ کھانا کھلانا مسٹھائی تقسیم کرنا سب ہی بہ اتفاق علماء خوب ہے اور عرس کا تعین بھی اسی لئے کہ اس میں دار العمل سے دار الثواب کی طرف اس کی منتقلی عمل میں آتی ہے۔ اس رسم کے جواز میں حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کا بھی فتویٰ ملاحظہ ہو :

”کوئی چیز عبادت کے خیال سے بغیر مقررہ کرنے کسی شخص کے جس کو دی جائے
اس لئے رکھ دیوں کہ جو محتاج چاہے لے جاوے یہ بھی مباح کے قبیل سے ہے
جیسا سبیل میں پانی کو اور بزرگوں کے عرسوں میں کھانے کو محتاجوں کے لئے
مباح کر دیتے ہیں اور اس کا ثواب کسی کو پہنچا دیتے ہیں۔“

دعوالہ اردو ترجمہ فتاویٰ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ مطبوعہ
عصر جدید پریس بنگلور

نیز اسی رسالہ کے صفحہ ۹ پر اطعامِ طعام کے سلسلے میں لکھتے ہیں:
موتی کیلئے صدقہ دینا حدیث میں بہت جگہ وارد ہوا ہے۔ ان سب میں سے ایک
حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کا کنواں بنوانا اور اپنی ماں کے ثواب کیلئے وقف
کرنا اور یہ کہنا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔ اور بعد پھر تباہین کرام سے خبر میں ہیں
کان السلف یحبون الاطعام عن المیت اربعین یوماً لکھنے بزرگوار
میت کی طرف سے کھانا کھلانے کو چالیس دن تک بہت دوست رکھتے تھے
اور اس کے شواہد بہت ہیں (حوالہ مذکور)

احادیث اور اقوال ائمہ عظام و علمائے کرام کے ساتھ ساتھ قرآن
کی آیت پاک یطعمون الطعام علیٰ حبہ یعنی وہ لوگ خدا کی
محبت میں یتیموں سکینوں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے رہتے ہیں، سے بھی
الطعام طعام کا بطور دعوت عام جواز ثابت ہو رہا ہے۔

پس اسی مناسبت سے عرس و فاتحہ سالانہ سے گیارہویں، چھٹی، دسویں
محرم کی تقاریب بھی جواز میں آتی ہیں لیکن اس میں کھانے کی خصوصی قسموں کا
پکوان ضروری نہ سمجھا جائے۔ اور نہ ہی ان تقاریب کو جزو دین سمجھا جائے کہ
اگر نہ کریں تو گنہگار ہو جائیں گے یا کچھ نقصان ہو جائے گا یا خواجہ صاحب
یا غوث الاعظمؒ ناراض ہو جائیں گے اسی قسم کے تصورات قطعاً ناجائز ہیں
اور ان تصورات سے کسی قسم کی تقریب کا کرنا بھی ناجائز ہے۔



جواز چادرِ گل و روشنی

قبروں اور مزاروں پر جو بالعموم چادرِ گل چڑھائی جاتی ہے تو اس کے
جواز پر ذیل کی احادیث سے استناد کیا جاسکتا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حضورؐ سلم
نے ایک ہری ڈالی کو لے کر اُسے چیرا اور دو کر کے الگ الگ قبر پر لگولے ابن ابی
الدنیا اور جامع الخلال نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے
کہ حضورؐ سلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان کی قبر پر پھول ڈالے تو اللہ تعالیٰ
اس کی تسبیح سے میت کو بخشا ہے اور ڈالنے والے کے لئے بھی نیکی لکھا ہے۔
فتاویٰ عالمگیری کی پانچویں کتاب المحضر والا باحتہ میں ہے

”وضع الورد والریاحین علی القبور حسن“ یعنی قبروں پر پھول اور

سبزہ ڈالنا مستحب ہے۔ کثر العباد میں کفایتہ الشعبی سے منقول ہے وضع

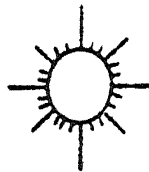
الورد والریاحین حسن "لائھا ما دامت رطبہ" تسبیح و میون

للمیت تسبیحہ انس یعنی قبروں پر پھول اور سبزہ ڈالنا مستحب ہے
کیوں کہ وہ جب تک تازہ رہیں گے اس کی تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوتا
ہے غرض پھول اور سبزہ کا قبروں پر چڑھانا جائز اور مستحب ہے اور جب اصلاً

پھول ڈالنا جائز ہو گیا تو پھولوں کی چادر چڑھانا بھی جائز ہی ہوا۔ ویسے بظاہر
اس میں تاگا ہی موجب اعتراض ہے حالانکہ تاگے کا استعمال پھولوں کے اجتماع
اور تنظیم کے لئے ہے جیسا کہ تسبیح کے دانوں کو ایک ہی تاگے میں پرو لیا جاتا
ہے اور فقہاء کرام کے نزدیک تسبیح کے دانوں کو ایک تاگے میں پرونے پر کوئی
اعتراض بھی نہیں ہے۔

مولانا شاہ احمد سعید صاحب ہاجر نے جو یہ ایک واسطہ حضرت شاہ
عبد العزیزؒ کے شاگرد ہیں کتاب تحقیق الحق المبین میں لکھا ہے کہ قبر پر پھول
ڈالنا سنت ہے جیسا کہ کتاب طوابع الانوار میں ہے پس چادر گل بھی جائز
پر ڈالنا سنت ہے۔

دبحوالہ تصریح الادب



روشنی بر قبور

اگرچہ کہ بہ اعتبار حدیث شریف یہ واضح ہوتا ہے کہ (عالم) قبروں کے پاس چراغ روشن نہ کئے جائیں کہ یہ ایک اسراف اور فضول خرچی ہے لیکن بعض استثنائی صورتوں میں علماء فقہائے کرام اس کا جواز بتایا ہے چنانچہ مولانا محمد طاہر حنفی القادری محدث نے مجمع الانوار کی جلد سوم میں اس عنوان کے تحت لکھا ہے کہ قبروں پر روشنی کا استناخ اس لیے ہے کہ اسی میں بلا وجہ کا اسراف اور فضول خرچی ہے۔ اور اگر وہاں مسجد ہو یا اس کے علاوہ تلاوت و ذکر قریب ہی کرنا مقصود ہو تو اس میں کوئی ہرج نہیں ہے چنانچہ مولانا شیخ عبدالحق دہلوی نے بھی اشعة اللمعات میں تحت حدیث مذکور لکھا ہے۔

”اگر آنجا رکنہ مردم باشد یا در سایہ چراغ کارے میکرد باشند جائز است“

یعنی اگر قبر کے پاس لوگ آتے جلتے ہوں یا کچھ کام (از قسم تلاوت و ذکر) کرتے ہوں تو قبر پر چراغ روشن کرنا جائز ہے۔

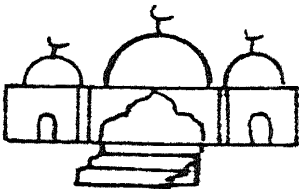
امام عبد الغنی النابلسی نے حلیۃ الندیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ ”قبر کے نزدیک چراغ جلانا یا بے جا نابدعت اور اسراف ہے جیسا کہ بزاز یہ میں ہے، اس صورت میں یہ بے فائدہ ہے لیکن جب موضع قبور میں مسجد ہو یا راستے میں اور

قبر ہوں یا کوئی اس مقام پر بیٹھا ہو یا کسی ولی یا عالم کی وہاں مزار ہو تب
چراغ جلانا یا بجانا بدعت یا اسراف مال اور ممنوع شرعی نہیں ہے بلکہ اطلاع
عام کے لئے یہ مقام متبرک اور استجاب دعا کے لئے خاص ہے۔ اس قبر پر
چراغ روشن کرنا ممنوع نہیں ہے کہ اعمال کا مدار تہیٰ پر ہے۔

تفسیر روح البیان میں تحت آیت "انما یعمر مساجد اللہ"
لکھا ہے کہ مزارات اولیاء صلحاء کے نزدیک چراغوں اور فانوسوں کا جلانا
ان اولیاء کی تعظیم کے واسطے تو یہ جائز ہے۔

امام ابو سعید سلمیٰ نے قبر پر چراغ و خوشبوؤں کے جلانے کے جواز میں
 علامہ حامد سند کی کتب ہی معتبر و مشہور کتاب "سراج المومنین" سے
انتباس پیش کیا ہے کہ مشائخ کرام کی قبروں پر عود جلانا جائز اور مستحسن شرعی
ہے ہرگز مکروہ نہیں ہے بلکہ حسنات کثیرہ کا سبب ہے بشرطیکہ نیت محبت اور
تعظیم بوجہ اللہ ہو اور اسی نیت سے ان کی مزاروں پر چراغ روشن کرنا بھی
جائز اور مستحسن شرعی ہے بلکہ اجر کا باعث بھی۔

حوالہ ہائے مذکور سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مشاہیر و مستند بزرگان
 دین علمائے کرام کی مزارات پر روشنی یا خوشبوئی جلانا بوجہ اللہ تعظیم و محبت
 کی خاطر اور مفاد عام کے پیش نظر جائز و مستحسن ہے۔



رازِ تعمیر گنبد و خالقانہ

ہے، فقہاء، علماء، مشائخ کرام نہ صرف اپنی حیات بلکہ
 مرنے کے بعد بھی مرجعِ خلافت ہی رہے ہیں اور ان کا فیض باطنی
 ایسے چنانچہ اوپر کے بیان میں استفانہ باطنی کے جواز پر اشتہاد
 ہے نیز استقامت بالا دیاء کے زیر عنوان اثبات جواز پر مضمون
 کا ہے۔

تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو مرکزِ رشد و
 ہرے اور ان کی محبت اہل ایمان کے دلوں میں ڈال دی جس طرح
 وہ ہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اسی طرح یہ مقناطیس حق بھی
 اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں اور لوگ اسی کشش کی وجہ سے زیارت
 میلہ سے کشاں کشاں چلے جاتے ہیں اور اس طرح جب ایک ہجوم
 نگاہ کی مزارات پر ہو جاتا ہے تو ان کے قریب مزارِ بغرض ایصال
 رہنے یا تلاوت و ذکر کی غرض سے بیٹھنے کے لئے قبر پر ایک
 بیکھ کر اطراف سے چار دیواری اٹھادی جاتی ہے اور اس پر تعیت
 لہر دی جاتی ہے اور اس تعمیر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ مناسب

نمارت اگر چھت یا گنبد اونچی ہو تو ہر موسم میں زائرین کو اس کا استفادہ ہوتا ہے کہ گنبد کے اندر گرمیوں میں ٹھنڈک اور بقیہ موسم میں گرمی رہتی ہے جس کی وجہ سے وہ کافی دیر تک مشاغل ذکر و فکر میں لگے رہتے ہیں اور اسی منشاء و مقصد سے کسی بزرگ کی مزار پر تعمیر گنبد کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے نیز اونچی گنبد کی تعمیر سے کسی مزار کا پتہ جلد چل جاتا ہے گو یا گنبد زائرین کے لئے دور ہی سے ان کی رہبری کے لئے ہر طرف سے آگے آگے ہوتی ہے چنانچہ ان ہی وجوہ کی بناء پر آئمہ فقہاء و علمائے کرام نے احادیث سے بالاتفاق اس کے جواز میں مسائل کا استخراج کیا ہے۔

محدث ابو محمد سمرقندی سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ قبر پر گیارہ تل پڑھیں اور اونٹ کے کوہان کی مانند قبر کو اونچا کیا جائے۔ امام ابو محمد سلمیٰ نے کتاب مصباح الانام کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”علمائے متاخرین کے پاس قبر پر گچ کرنا بلا کراہت جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور سب بلاد اسلامیہ میں رائج ہے ایسا ہی علماء و صلحاء کی قبروں پر قبہ بنانا بلا کراہت جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔“

علامہ محمد طاہر حنفی القادری نے مجمع بحار الانوار کی جلد سوم میں تحریر کیا ہے ”وقد اباح سلف ان یبنی اعلیٰ قبور المشائخ والعلماء المشاہیر لیسردھم الناس ویستريحون یا المجلس فیہ“ یعنی

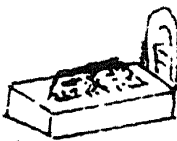
اولیاء علماء صلحا کی قبروں پر قبہ بنانے کو سلف صالحین نے جائز اور مباح کہا ہے تاکہ لوگ اُن قبروں کی زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر راحت پائیں۔

ملا علی قاری نے بھی قریب قریب یہی مضمون مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا مفاتیح شرح الرماح میں بھی یہی لکھا ہے :

”اما المتأخرون فقد استحسنوا تحصيص القبور ليعنى علمائے متأخرین قبر کے پختہ بنانے کو مستحسن سمجھتے ہیں۔“

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں امام شمس الدین محمد کرمانی کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں ابواسحاق شیرازی کی قبر کے متصل ہی اپنی قبر اور لنگر خانہ کی تعمیر کرائی تھی اور قبر پر گنبد بھی تیار کرائی تھی۔ اسی واقعہ سے تعمیر گنبد کے جواز کے ساتھ ساتھ زندگی میں ہی تعمیر گنبد و قبر کا جواز بھی ثابت ہو رہا ہے اس لیے یہ عمل ایسے ائمہ کا ہے جن کا علم قرآن و حدیث بہت ہی مستند اور لایق استفاضہ عام ہے گویا ان کا فعل بجلے خود مستحب ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی جیسی شخصیت کا اس امر واقعہ کے اظہار پر سکوت بھی تائید مزید کا حکم رکھتا ہے علاوہ ازیں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی بناء خانقاہ کے تعلق سے التکشف کے صفحہ ۳۲۹ پر ایک حدیث تحریر فرمائی جس کا ترجمہ ”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں مجتمع ہوا کوئی مجمع کسی گھر میں اللہ کے گھروں میں سے کہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوں اور باہم اس کو پڑھتے پڑھتے ہوں اور تازہ ہوتی ہے ان پر کیفیت تسکین قلبی کی اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت اور گھیر لیتے ہیں ان کو ملائکہ اور ذکر فرماتے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ ان (۱) اور (۲) ملائکہ میں جو کہ اللہ کے پاس ہیں روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اس حدیث کے بعد ”رسم بناء خانقاہ“ کے زیر عنوان حضرت ممدوح نے تحریر فرمایا ہے کہ ”صحابہ و تابعین بوجہ قوت قلب و قرب عہد فیض جہد تحصیل ملکہ ذکر میں محتاج خلوت مکانی کے نہ تھے بعد میں تفاوت احوال و طبائع کے سبب عادت اس ملکہ کی تحصیل کی موقوف ہو گئی۔ خلوت مکانی و بعد عن عاۓۃ الخلق میر اس وقت حضرات مشائخ میں خانقاہیں بنانے کی رسم بہ مصلحت محمودہ ظاہر ہوئی ہر چند کہ اس حدیث میں بناء ”اعلیٰ المشہور بیوت اللہ کی تفسیر مساجد کے ساتھ کی گئی لیکن اطلاق لغتہ اور اشتراک علت کی بناء پر خانقاہوں کو بھی اس کے عموم میں داخل کرنا مستبعد نہیں۔“



جواز تنصیب لوح بر مزار

یہ مسلم ہے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے اگر غرض مفاد عامہ ہو تو تعمیر گنبد میں کوئی برج نہیں ہے بالکل اسی طرح کسی

کسی نزار پر تنصیب لوح یعنی سر پہنے کسی پھتر کا کھڑا کر دینا اس مقصد سے کہ
نشانِ قبر نمایاں رہے جائز ہے۔ حدیث شاہد ہے کہ جب عثمان بن مظعون
 صحابی کا انتقال ہوا تو ان کے دفن کے بعد حضور صلعم نے خود اپنے دست
مبارک سے ان کے مدفن پر ایک پھتر کھڑا کیا۔

اس حدیث کی تصریح میں صاحبِ شرح البرزخ امام ابو محمد سلمیٰ نے
 لکھا ہے کہ قبر پر متصل ایک پھتر کھڑا کر کے تابریخ وفات اور متوفی کا نام
 لکھا جائز ہے۔ درمختار میں بھی یہی لکھا ہے کہ ”اس غرض سے کہ قبر کا نشان
 جاتا نہ رہے قبر پر لکھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔“



جواز استعانت بالاولیاء

سیہتی نے سنن کبریٰ اور طبرانی نے معجم اوسط میں ابوسعید خدریؓ سے
 روایت کی ہے کہ فرمایا حضور صلعم نے کہ تم اپنی حاجتوں کو میری امت کے
 اصحابِ رحمت سے یعنی جن کے دل نرم ہیں خوفِ الہی سے ان سے استمداد کرو
 پس اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارے مقاصد حاصل ہوں گے اور تم اپنے حصولِ
 مطلب میں کامیاب رہو گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے

حدیث قدسی

میں فرمایا ہے کہ میری رحمت میرے خاص بندوں میں دائر ہے جو اصحابِ رحمت

ہیں اور اس معاملہ میں تمہیں زیادہ تسکین حاصل ہوگی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب تمہیں کسی کام میں ضرورت ہو تو اہل قبول سے استعانت کرو۔ دہ توشیق ملا علی قاری فی شرح عین العلم،

علامہ ابن حجر مکی نے کتاب خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ ہزار ہا، اولیاء، علماء، صلحا قدوة المتجددین حضرت ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ

کی قبر مبارک سے توسل اور ان سے استعانت کر کے فائز المرام ہوتے ہیں حضرت امام شافعی نے بھی فرمایا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کی قبر مبارک تریاق مجرب ہے مجھے جب بھی ضرورت ہوتی ہے ان کے قبر کے پاس جاتا ہوں اور

قبر کے متصل دو گانہ استخارہ گزار کے ان سے استمداد و استعانت کرتا ہوں میرے سب حاجات پورے ہو جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ قاضی سیحی حلبی نے قلادہ الجواہر، مولانا جامیؒ نے نفحات الانس اور مولانا شیخ

عبدالحق محدث دہلوی نے تکمیل الایمان میں لکھا ہے کہ

اولیاء کرام و انبیاء عظام سے امور دینی و دنیوی میں استمداد و

ستعانت شرعاً جائز ہے۔

امام ابو سعید سلمیٰ حنفی نے شرح برزخ میں لکھا ہے کہ وسیلہ مانگنا

ایک انبیاء شہداء اور صالحین سے جائز ہے اور یہ ثابت ہے قرآن،

یت، اجماع اور اقوال علماء عظام سے۔

ابن ماجہ قرذنی باب صلوٰۃ الحاجت میں روایت کرتے ہیں عثمان بن حنیف انصاری صحابی رضی سے کہ ایک اندھا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہ میری آنکھوں کے لئے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے اسی طرح رہنے دے یہ تجھ کو اچھلے اور اگر چاہے دعا کرانا تو ۱۰ ما کروں۔ اس نے کہا دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو اور پھر یہ پڑھو:

اللہم انی اسئلك والتوجه الیک نبیک محمد بنی
 الرحمة یا محمد انی التوجه بک الی ربی فی حاجتی هذا
 لیقضى لی اللہم فشفعہ فی حاجتی لیتقضى لی یعنی
 اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور متوجہ ہوں تیری طرف نبی رحمت محمد
 کے واسطے سے یا محمد میں بے شک متوجہ ہوں آپ کے واسطے سے اپنے
 رب کی طرف اس حاجت میں تاکہ میری حاجت روائی ہو جائے اے اللہ میری
 حاجت کے معاملہ میں ان کی سفارش قبول فرمائیے تاکہ میرا مقصد برآ جائے۔
 طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی ہے کہ ایک شخص کو حضرت عثمان رضی
 بن عفان سے کوئی ضرورت والبتہ تھی وہ بارہا جاتا لیکن حضرت عثمان رضی
 کی طرف ملتفت نہ ہوتے اس شخص نے عثمان بن حنیف انصاری صحابی سے
 شکایت کی عثمان بن حنیف نے کہا کہ وضو کر کے مسجد میں آؤ اور دو رکعت

پڑھ کر پھر دعا کرو "اللہم اِنی اسئَلک والتوجہ الیہ... الخ
 اور اس کے بعد اپنی حاجت اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض کر دو۔ اس شخص نے
 عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقہ پر وضو نماز کے بعد جس طرح دعا
 بتائی گئی تھی پڑھی اور اس کے بعد حضرت عثمان رضی بن عفان کے پاس حاضر
 ہوا حضرت عثمان رضی نے اسے اپنے قریب بٹھایا اور اس کی حاجت دریافت
 فرمائی اور کہا کہ جب کبھی تمہیں ضرورت درپیش ہو مجھ سے بیان کر دینا وہ
 شخص ہشاش بشاش حضرت عثمان رضی کے پاس سے سیدھے عثمان بن
 حنیف کے پاس آیا تا کہ ان کا شکریہ ادا کر دے اس نے کہا "جزاک اللہ"
 شاید تم نے میری سفارش عثمان رضی سے کر دی تھی ورنہ حضرت عثمان رضی کبھی
 میری طرف توجہ نہ کرتے عثمان بن حنیف نے جواب دیا کہ بخدا میں نے حضرت
 عثمان رضی سے کچھ نہیں کہا۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلیم کے
 پاس حاضر تھا ایک اندھا آیا اس نے فریاد کی یا رسول اللہ میری آنکھ جاتی
 رہی آپ نے فرمایا صبر کرو، بولا کوئی میرا ہاتھ یا لٹھی پکڑ کر لے جانے والا
 نہیں مجھ پر بڑی مصیبت ہے تب حضور صلیم نے یہ نماز اور یہ دعا ارشاد
 فرمائی تھی: اللہم اِنی اسئَلک..... الخ

امام جریری نے کتاب حصن حصین میں لکھا ہے کہ جس کسی کو ضرورت
 درپیش ہو نماز حاجت پڑھ کر یہ دعا پڑھے: اللہم اِنی اسئَلک... الخ

چنانچہ کتب فقہ حنفیہ میں بھی یہ دعا پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے۔



جوازِ استعانت اور قرآنی استدلال

پارہ (۵)، نساء کے رکوع (۶) میں ارشاد ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ

وَاسْتَغْفَرَ لِيِمْ رَسُولَ لَوْحَدْ وَاللَّهُ لَتَوَابَّ أَرْحِيمًا

یعنی جب انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا تو تمہارے پاس آتے اور غلامے معافی مانگتے اور رسول ان کی معافی چاہتے تو دیکھ لیتے کہ اللہ ان کی توبہ کو بڑی ہی مہربانی سے قبول فرمالیتا۔

اسناد مندرجہ صدر کے بعد یہ بات اب حدایقان کو پہنچ گئی کہ

ضرورت و حاجت میں نہ صرف نبی صلعم سے بلکہ کسی محبوب خدا اور ولی برحق سے بھی اس کے پردہ کر جانے کے بعد یا اس کے حین حیات استعانت و استمداد کی جاسکتی ہے چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی^{۲۷} کی کتاب التکشف میں بعنوان توسل لکھا ہے حضرت عمر رض کا معمول تھا کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عباس رض کے توسل سے دعائے باران کرتے اور کہتے کہ اے اللہ ہم اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے آپ کے حضور میں توسل کیا کرتے تھے آپ

ہم کو بارش عنایت کرتے تھے اور اب اپنے نبیؐ کے چچا کے ذریعہ سے آپ کے
 حضور میں توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش عنایت کیجیے سو بارش ہو جاتی تھی
 روایت کیا اس کو بخاری نے مشکوٰۃ ص ۱۸۰ ف مثل مدیث بالاد یعنی اوپر بھی
 ایک مدیث بیان کی گئی ہے، اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے اور نبی مسلم
 کے ساتھ جواز توسل ظاہر تھا۔ حضرت عمرؓ کو اس قول سے یہ بتلانا تھا کہ غیر انبیاء
 سے بھی توسل جائز ہے تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احواء و اموات کا حکم متفاوت
 ہے بلا دلیل ہے اول تو آپؐ بہ انسی مدیث قبر میں زندہ ہیں دوسرے جو
 مات جواز کی ہے جب وہ مشہد اک ہے تو حکم کیوں مشترک نہ ہوگا۔

اس کے بعد ایک اور مدیث درج کی گئی ہے اور لکھ ہے کہ "اس سے
 بھی توسل کا جواز ثابت ہے بلکہ اس میں مطلق اسلام ہی توسل کے لئے کافی
 معلوم ہوتا ہے" لیکن اب تو استعانت بالاولیاء سے گذر کر استعانت
 بالہملم ہی کا جواز ثابت ہو چکا کو یا صرف مسلمان یعنی مسلم صالح ہونا ہی استعا
 استمداد کے لئے بہت کافی دوائی ہے۔ لیکن یہ خیال ضرور ملحوظ رہے کہ کسی
 بزرگ یا صاحب مزار ہی کی ذات سے راستہ امداد یا ان سے حاجت طلب کی
 جائے قطعاً صحیح نہیں ہے۔

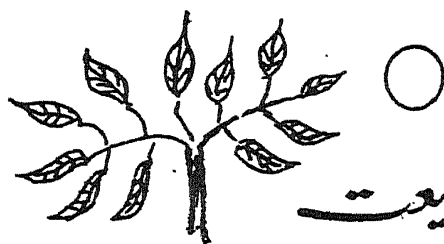


جواز استفاضہ باطنی از اہل قبور

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کتاب التکشف میں بعنوان
 کشف القبور اور فیض باطنی از اہل قبور ایک حدیث تحریر فرما کر ترجمہ لکھا ہے
 کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر اٹکایا
 اور ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے سو اس میں ایک آدمی معلوم ہوا ”جو
 تبارک الذی بیدہ الملک“ پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس کو ختم کیا وہ صحابی رسول
 اللہ صلی علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس واقعہ کی، آپ کو خبر دی رسول اللہ نے فرمایا
 کہ یہ سورت حفاظت کرنے والی ہے یہ سورہ نجات دینے والی ہے یعنی مردہ کے
 عذاب الہی سے جو کہ قبر میں ہوگا، نجات دیتی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی
 مشکوٰۃ ص ۴۸۔ اس ترجمہ کے بعد کشف القبور کے عنوان پر دو سطری تحریر یہ فرما
 کر ”فیض باطنی از اہل قبور“ کے تعلق سے لکھا ہے کہ ”اس میں کوئی شبہ
 نہیں کہ قرآن مجید سنا موجب نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان صحابی کو
 بواسطہ صاحب قبر کے پہنچا اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے“
 التکشف ص ۴۴

ابن ابی الدیانا نے کتاب القبور میں حضرت ابو ہریرہؓ سے اثبات جواز

استفاضۃ باطنی اہل قبور پر اور امام ابو سعید سلمیٰ نے بھی شرح برزخ میں حسب ذیل حوالہ دیا ہے جو بہت کافی ہے جب کوئی آدمی اپنے بھائی کی قبر پر جاتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اگر زائر نے اس پر سلام بھیجا تو وہ بھی جواب سلام دیتا ہے گویا وہ بھی دعائے خیر کا ہے پس زندوں کا مردوں سے درد مانگنا جائز ہے۔ (بحوالہ شرح برزخ)



جواز بیعت

صاب

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کتاب التکشف میں بیعت

طریقیت کے زیر عنوان احادیث اور اس کا ترجمہ لکھا ہے کہ حضرت عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے تو آدمی تھے یا آٹھ یا سات آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلعم سے بیعت نہیں کرتے ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ کی بیعت کریں یا رسول اللہ صلعم۔ آپؐ نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور ان کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نماز پڑھو اور ذاکھام، سنو اور مانو اور ایک بات آہستہ فرمائی وہ یہ کہ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان

حضرات میں سے بعض کی یہ حالت دکھی ہے اتفاقاً چابک گر پڑا تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا کہ اٹھا کر ان کو دے دے۔“ روایت کیا اس کو مسلم اور ابو داؤد اور نسائی نے اس ترجمہ کے بعد ”مسئلہ بیعت طریقت و اصلاح اعمال“ کے تحت لکھا ہے کہ ”حضرت صوفیا کرام میں جو بیعت معمول ہے جس کا معاہدہ ہے التزام احکام و اہتمام اعمال ظاہری و باطنی کا جس کو ان کے عرف میں بیعت طریقت کہتے ہیں بعض اہل ظاہر اس بناء پر بدعت کہتے ہیں کہ حضور مسلم سے نہیں صرف کافروں کو بیعت اسلام اور مسلمانوں کو بیعت جہاد کرنا معمول تھا مگر اسی حدیث میں اس کا صریح اثبات موجود ہے کہ یہ نماطین چوں کہ صحابہ ہیں اس لئے یہ بیعت اسلام یقیناً نہیں کہ تحصیل حاصل لازم آتا ہے اور مضمون بیعت سے ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہیں بلکہ یہ دلالت الفاظ معنی ہے کہ التزام و اہتمام اعمال کے لئے پس مقصود ثابت ہو گیا۔

مذہب، موصوف نے تقریباً ہی مضمون التکشف کے صفحہ ۲۲۸

میں بھی تحت حدیث ۲۶۸ بیان فرمایا ہے، دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت شاد ولی اللہ محدث دہلوی نے شرح موطا کے باب البیعت میں

لکھتے ہیں کہ بیعت صرف خلافت یا پر موقوفہ نہیں اور جو صوفیا میں رواج

بیعت ہے تو اس کا ذکر صحیح بخاری کے علاوہ تفسیر فتح البیان میں

سورہ فتح کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”مشرور بیعت کا ثبوت ہے اور حضور
 صلعم نے اکثر بار بیعتیں لی ہیں جن کا اماریت یحییٰ سے ثبوت ملتا ہے اور یہ
 بلاشبہ جب کہ رسول اکرم صلعم سے کسی فعل کا صدور بطور عادت و اہتمام ثابت
 ہو جائے تو وہ قیام سنت فی الدین ہے اور جو سونیا میں رواج بیعت ہے تو
 اس کے بعض اقسام قابل قبول ہیں اور بعض قابل رد ہیں جس کا استیاز
 کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلعم ہی سے ہو سکتا ہے پس جواز بیعت جو
 مطابق سنت ہو وہ صحیح ہے اور سنت اور جواز کے برعکس ہو وہ قطعاً غلط
 ہے۔

چنانچہ اسی بناء پر مشاہیر حضرات موانیا کے تعلق سے ان کی قدر و
 منزلت کو ملاحظہ قارئین نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ ”یہ روش ہے سابقین
 الاولین تا بعین مجتہدین مفسرین محدثین اور صوفیہ معتقدین کی جیسے
 داؤد طائی محاسبی سری سقطی ”معروف کرخی“ اور جنید بغدادی“ اور متاخرین
 صوفیاء ابو نجیب سہروردی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی و شیخ شہاب الدین
 سہروردی اور ابوالقاسم قیسری اور جوان کے بعد ہوئے تو انہوں نے ترکیب
 صلوٰۃ اتباع شہوات کیا۔

اور علامہ ابن تیمیہ نے بھی فرقان میں حضرت فضیل بن عیاض،
 ابراہیم ادہم، اور سہیل بن عبداللہ تہریؒ کے تعلق سے لکھا ہے کہ شاکھون

کرام ہیں جو صاحبِ کتاب و سنت ہیں چنانچہ حضرت بنیاد کے متعلق وہ کہتے ہیں
 فان العنید کان من الصلۃ الہدیٰ یعنی حضرت بنیاد امامِ رشد
 و ہدایت ہیں۔

غرض جو از بیعت پر کسی بھی صاحبِ فکر و نظر کو مجالِ انکار نہیں
 ہو سکتا کہ اس معاملہ میں قرآنی تہدید یا ایہا السنہی اذا جارت
 الصومت یا ایعت۔ لا یثربن باحد، شیاء ولا
 یسوقن ولا یرینن ولا یقتلن اولادھن ولا یاءتین
 ببحتان افترینہ بین ایدھن واجلھن ولا یعیند فی
 معروف فبالعھن واستغفر لھن ان اللہ غفور رحیم تھا،
 ترجمہ اے نبیؐ! جب آپؐ کے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ
 شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد
 کو نہ مار ڈالیں اور طوفان نہ لائیں باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں اور
 آپؐ کی افغانی نہ کریں کسی جملے نام میں تو ان کو بیعت کر لیجئے اور معاف مانگئے
 ان کے واسطے اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

غرض جو از بیعت پر کسی بھی صاحبِ فکر کو مجالِ انکار نہیں ہو سکتا
 ہے کہ اس معاملہ میں یہ قرآنی تہدید اب عام ہو کر عملِ مستحب کا نام



جوازِ بیعت اور قرآنی اشارے

اس کے علاوہ قرآن میں بھی جیسا کہ ابھی اوپر آیت گزری اسی رفع
شرک اور رجوع الی اللہ کا دعوت دی گئی ہے:

پارہ ۲۱، رکوع ۱۱ میں ہے:

وَانْجَاهِدْ عَلَىٰ أَنْ تَشْرِكَ بِمَلِيسٍ لَّكَ بِهِ عِلْفٌ فَلَا
تَطْعَمَهُمَا وَمَا حَبَّهْمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ
مَنْ أَنْابَ إِلَيْنَا ۖ أَكْرَمَ مَا بَايَ تَجِبُ ۚ أَسْبَاتِ بِرَآءِ كَرِيمٍ كَمَا تَوِىرُ سَاقَتِ
كَمِي كُوْشَرِكِ بَنَیْ جَس كَا تَجِبُ عِلْمُ نَیْنِ هِیَ تَوَاس مَعَا مِلَ مِی تَوَان كِی اِطَا عَت
ذِكْرُ لَان دِیْنُو مَعَا مِلَاتِ مِیْنِ اِن كَا سَاقَتِ مَزُوْرَ دِی مَكْرَ اِتْبَاعِ تَوَان هِی كِی
كَمُو جُو سَآرَ دِی طَرَفِ رُجُوْعِ هُوَ اِیَ .

اس آیت میں یہ ثابت ہوا کہ رفع شرک کے لئے حصول علم کی ضرورت
ہے اور اس مقصد سے کسی ایسے رہبر کامل کی ضرورت ہے جو خدا تک پہنچ سکے
یہاں ”وَاتَّبِعْ سَبِيلَ“ سے رہبر کامل کا مفہوم واضح ہو رہا ہے اور ”مَنْ
أَنْابَ إِلَيْنَا“ سے خدا تک پہنچنے یا ”مُتَدَارِسِ“ کا مطلب ظاہر ہو رہا ہے گویا
یہ آیت کھلے طور پر دعوتِ طریقت دے رہی ہے کہ تم اس راستے پر چلو جو

جو ہم تک پہنچتا ہے یہاں "اتباع" کا مفہوم "اطاعت" کے بالمقابل بہت ہی معنی خیز ہے کیوں کہ اطاعت صرف کہا مان لینے کو کہتے ہیں اور اتباع کسی کے نقش قدم پر چلنے کو یعنی یہاں کسی باخدا شخص کی پیروی کی دعوت دی گئی اور جہاں کسی کی پیروی مقصود ہوتی ہے تو وہاں ایک طرح کا معاہدہ طے پاتا ہے جیسے عام طور پر دفاتر، مدارس، کالج یا کسی بھی فرم یا فیکٹری یا کلب یا پارٹی کیٹھی وغیرہ ملازمت، شرکت اور رکنیت وغیرہ کے لئے پہلے پہل مطبوعہ شرائط ناموں کی خانہ پری یا پرنٹڈ فارمس مل اپ کر کے دستخط کرنی پڑتی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دستخط کرنے والے نے عہد کر لیا ہے کہ وہ متعلقہ شرائط و ادب کا پابند رہے گا بالکل اسی طرح بیعت بھی ایک معاہدہ ہوتا ہے جس کا تعلق اقرارِ لسانی و تصدیقِ قلبی سے ہے جس کے لئے ہاتھ میں ہاتھ دیا جاتا ہے۔

حضور صلعم نے صحابہ سے اس قسم کی بیعت لی تھی حالاں کہ وہ کفر و شرک سے توبہ کر کے ایک مسلم صالح کی زندگی بسر کر رہے تھے اور اطاعتِ خدا و رسول میں پیش پیش تھے مگر اس کے باوجود بھی انھیں جو دعوتِ بیعت دی گئی تھی وہ بہت خاص تھی جس کا تعلق بیعتِ اسلام سے نہیں بلکہ ایسی بیعت سے تھا جس میں اللہ کے ساتھ کسی بھی شائبہ شرک کو دخل نہ دینے کا معاہدہ تھا کیوں کہ اسلام اللہ کی معبودیت کی تسلیم کا نام ہے اور یہ

صحابہ کو حاصل تھی ہے۔ اور اس کے بعد صحابہ سے علاوہ بیعت جہاد وغیرہ کے ایک ایسی بیعت بھی نہ گئی جس میں تکمیل دین کے لئے، تحصیل احسان کی ضرورت تھی کیوں کہ حدیث جبریل میں جو بخاری و مسلم کی مشہور حدیث ہے یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت جبریل "وحیہ کلبی" ایک صحابی کی شکل میں آکر حضور سے اسلام، ایمان احسان اور قیامت کے اعلق سے سوالات کرتے اور حضور صلعم سے اس کے جوابات سنتے اور تسبیح اتے جلتے ہیں اور جب وہ واپس تشریف لے جاتے ہیں حضور صلعم صحابہ کے استفسار پر فرماتے ہیں کہ یہ جبریل تھے جو تم کو دین سکھانے آئے تھے۔

یہاں دین کا لفظ حاوی ہے اسلام، ایمان اور اس کے بعد احسان پر گویا تکمیل دین کے لئے اسلام و ایمان کی تحصیل کے ساتھ ساتھ احسان کا حصول بھی ضروری ہے جس کی تعریف باعتبار حدیث مذکور یہ ہے کہ اللہ کی ایسی عبادت کرنا گویا ہم اس کو دیکھ رہے ہیں اور اگر اس کو نہ دیکھ سکیں تو اس کا یقین کرنا کہ وہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

یہاں احسان کی اس تعریف سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ کی عبادت میں قید زمان و مکان نہ ہو جیسا کہ ارکان اسلام میں کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج ہیں گویا نوافل و فرائض عبادت دونوں میں بھی اب رمز عبادت یا بصیرت کو شامل کر دیا گیا ہے تاکہ اعضاء و جوارح کے ساتھ دل و نظر بھی عابد و زاہد ہو جائی

اور اسی لئے دعوت احسان یہی دی گئی ہے کہ عبادت میں نظر پیدا ہو کر معبود مستحضر ہو جائے اور آنکھ سے نہ دیکھ کر بھی دل کو ذوق دیدہ حاصل ہو جائے اور جہاں بعبادت کام نہ آوے وہاں بصیرت کے آگے بڑھ جائے چنانچہ اس لئے حضور صلعم نے بیعت فی جس کا تعلق بیعت اسلام و جہاد وغیرہ سے نہ تھا اور حضور کے پردہ فرما جانے کے بعد اب یہ بیعت دوسرے علوم و اعمال دین کی طرح ایک مستقل حیثیت میں ایک ممتاز راستہ اختیار کر گئی جس کی امامت و رہبری کے لئے چند انھو ۴ ذکیہ نے اپنی زندگی وقف فرمادی اور بمصدق قرآن والذین جاهدوا فینا لیسنادینھم سبیلنا جو ہمارے معاملے میں سچی کرتے ہیں تو ہم بھی ان کے لئے خصوصی راستے دکھاتے ہیں۔

ان حضرات نے اپنے تجربہ ہائے علم و عمل سے اپنے متبعین و والبتگان کے لئے آسانیاں پیدا کرنے کی غرض سے اس "علم احسان" کو بعنوان تصوف مدون فرمایا اور اس کے لئے قواعد و ضوابط مرتب فرمائے گویا اس علم کا دوسرا نام طریقت رکھا گیا جس کا اردو میں ٹھیک ترجمہ "چلن" کیا جاسکتا ہے یعنی تہذیب یا علم احسان اور طریقت ایک ایسا چلن ہے جس میں اللہ کی عبادت و طاعت کے ساتھ ساتھ اپنے معبود حقیقی کو بہ دیدہ دل دیکھنے کا سلیقہ پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ یہ وہی لوگ ہیں جو خدا اور رسول کی اطاعت و اتباع میں چل کر دوسروں کے لئے موجب ہدایت ہو جاتے ہیں۔

اور اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا من اتبعني ^۳
 یعنی اے محمد صلعم آپ لوگوں میں کہہ دیجئے کہ یہی میرا راستہ ہے جس پر بہ اعتبار
 بصیرت و بینائی دل میں اور جو میری اتباع میں چل رہے ہیں وہ اللہ کی طرف
 بلاتے ہیں یہاں اس آیت میں ”سبیل“ سے طریقہ رجوع الی اللہ اور
 ”بصیرت“ سے حدیث احسان اور ”من اتبعنی“ سے شیوخ طریقت کی
 طرف کھلے اشارے مل رہے ہیں۔ رہا یہ اعتراض کہ شیوخ طریقت میں کوئی
 قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی کیوں ہے تو اس کی مثال بالکل ایسی
 ہے جیسے اہل سنت والجماعت کے لئے مذاہب اربعہ ہیں جس میں کوئی حنبلی
 کوئی مالکی، کوئی حنفی اور کوئی شافعی ہے۔

اس کے علاوہ جب کہ خود حق تعالیٰ نے ”سبیل“ کہہ کر ”من اذاب
 انا“ یعنی اپنی طرف پہنچنے والے راستے سے اس کی تعبیر فرمائی ہے تو اس ”سبیل“
 کی جمع بنا کر اسی ذات پاک ”سبلا“ میں مذاہب صوفیاء کی مستحسن ایجادات
 یا ان کی نکالی ہوئی خصوصی شاہراہوں کو چھپا دیا ہے ”سبلا“ کی آیت اوپر
 گزر چکے ہیں۔

غرض آیات قرآنی سے بھی جوازِ بیعت کا اثبات ہو چکا ہے جس پر
 مشاہیر فقہاء عظام کا تواتر عمل شائد ہے (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب



جوازِ مراقبہ و تصورِ شیخ

جوازِ بیعت کا اثبات تو ہو ہی چکا ہے اب واضح رہے کہ شیخ یا پیر جو کہ اپنے اوپر کے شیخ سے بیعت و استفادہٴ صحبت و تربیت کے بعد اس کا اجازت یافتہ ہوتا ہے وہی اب اپنے مرید و طالبِ حق کے لئے شیخِ طریقت ہو جاتا ہے۔ اب جو شیخ صحیح سلسلہ اور اجازت یافتہ ہو تو مرید کو چاہیے کہ اس کو خدا رسی و رسول شناسی کے لئے اپنا وسیلہ بنائے اور اس کے اشادات پر عمل رہے اور اس کی صورت کو اپنے پیش نظر رکھے کہ یہ جائز ہے کیوں کہ صورتِ شیخ دراصل برزخ ہے مرید اور خدا کے درمیان رابطہ جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام اکرم صلعم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نزولِ وحی کا ذریعہ تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ تمام فیضانِ علم و عرفان کا واسطہ حقیقی ذاتِ شیخ ہی ہوا کرتی ہے کہ اس سے ربط ٹھیک رہا تو سب ٹھیک ہوا اور اس ربط کے ٹھیک ہونے کی تین علامتیں یعنی شیخ کی عظمت مرید کے دل میں ہمیشہ رہے اس کی محبت دل و جان سے کی جائے اور اس کی خدمت کو اپنے اوپر ہر وقت لازم رکھے کیونکہ

مرید اسی ایک واسطہ سے خدا کو بہ اعتبار بصیرت اپنے انفس و آفاق میں دیکھ لیتا ہے اور اسی غرض سے تصور شیخ کو بوقت مراقبہ قائم رکھنے کی ہدایت دی جاتی ہے کہ اسی تصویر سے ذاتِ مسور کی یافت ہوئی ہے گویا مراقبہ اور تصور شیخ ایک ہی چیز ہے کہ اس کے ذریعہ سے مرید اپنے انفس حق ہی کا ادراک کر لے گا جس میں غایت سلوک ہے جس کے لئے مراقبہ و تصور شیخ کی ایجا رہی۔

چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے "تصور شیخ" کے زیر عنوان حدیث تحریر فرما کر اس کا ترجمہ لکھا ہے :

"حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں گویا رسول اللہؐ کو دیکھ رہا ہوں کما یک بنی کی انبیاء میں سے حکایت فرماتے تھے بن کوان کی قوم نے مارا تھا اور خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیوں کہ وہ جانتے نہیں" روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے مشکوٰۃ ط ۴۲۶۔

اس کے بعد شغل تصور شیخ کی سرخی میں لکھتے ہیں گویا تصور شیخ کی خصوصیات زائد ہے کہ وہ اس کی نفسِ حقیقت سے خارج ہیں اور اسی طرح جو اس سے غرض ہے اس سے بھی اس حدیث میں تعرض نہیں مگر اس کی جو نفسِ حقیقت ہے کہ غائب کی طرف مثل حاضر کے نظر خیالی کی جائے اس

سے صراحتاً ثابت ہے، انکشاف ص ۱۲۴،

صحیحین کی حدیث سے واضح ہے کہ امام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو حضور صلعم کے سر مبارک کو احترام باندھنے کے لیے جو خوشبو لگائی تھی ایک عرسہ کے بعد اس واقعہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح فرمایا جیسے وہ ابھی تازہ تازہ ہوا ہے چنانچہ آپ فرماتی ہیں کہ ”گویا میں حضور صلعم کے سر مبارک میں خوشبو کی چمک کو دیکھ رہی ہوں۔“ ایک حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابو حبیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم سرخ حلقہ پہنے ہوئے تھے ”گویا میں حضور کی نورانی پنڈلیوں کی چمک کو دیکھ رہا ہوں۔ (بحوالہ جامع ترمذی) احادیث بالا سے تصور کی اہمیت ثابت ہو ہی گئی ہے یہی نہیں بلکہ خود حضور صلعم نے حدیث احسان میں فرمایا ہے کہ ان تعبہ اللہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ فامدیرات“ یہاں بھی ”کانک تراہ“ میں اثبات تصور کا پتہ چلتا ہے اور خود قرآن سے بھی اثبات تصور حسب ذیل آیت تلاوت آجاسکتی ہے: ”وفی انفسکم“ افلا تبصرون“ آثار الہی خود بہاری جانوں میں ہیں تو یہی تم نہیں دیکھتے اور آیت السمت کیف فعل ربک باصحاب الفضل ہے یعنی کیا تم نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہستی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ یہاں ان دونوں آیتوں میں دعوت تصور ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ شاہ رحم نے فیض القادری میں حصول زیارت کے لیے

ایک طرفیہ تحریر فرمایا ہے:

با ادب تمام روئے بستے مدینہ منورہ بٹیشید و ملتجی از جناب قدس
حقیقت محمد، اُبرائے حصول زیارت جمال مبارک صلی اللہ علیہ وسلم شود و
دل از جمیع خطرات خالی کردہ صورت آں حضرت صلعم بلباس بسیار سفید و
عمامہ سبز و عمامہ سبز و چہرہ منور مثل بدر بر کمر سی نور تصور کند، اور اس طرح
تصور شیخ کے تعلق سے تحریر فرمایا ہے کہ دفع خطرات کے لئے شیخ ہی کے
مشاہدہ جمال کو واسطہ بنائیں۔ فرماتے ہیں:

اگر در حالت ذکر خطرہ در آید بہ مشاہدہ جمال مرشد آں خطرہ رادفع

سانہ و بانہ پذیر مشغول شود علاوہ ازیں تصور شیخ کے بارے میں حضرت امام

زبانی مجدد الف ثانی رح نے لکھا ہے کہ اس قسم دولت سعادت مستان

را میسر است تا در جمیع احوال صاحب رابطہ را متوسط خود و اندر دور

جمیع اوقات متوجہ او باشند۔

غرضی تصور کی دنیا بھی عجیب ہے کہ یہاں ماضی بھی حال اور مستقبل بھی
حاضر ہو جاتا ہے اور اسی رستے سے نور و ہدایت کی منزل قریب تر ہو جاتی
ہے اور غائب مستحضر ہو جاتا ہے۔



حوالہ اذکار و آواراد

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے فتاویٰ میں ہے کہ
 ”اشتغال واذکار اور مراقبہ کی اصل آیتوں اور حدیثوں کی رو سے ہے
 لیکن ان کے طریقے شد اور مد اور ضرب اور جنس نفس اور سر کا حرکت
 دنیا کسی جگہ نہیں آیا۔ یہ مشائخ کے تجربے ہیں یہ افعال سالک کے لئے ظاہر
 میں مباحات کے طریق سے ہیں جیسا قوت بڑھانے کے لئے ورزش اور کشتی لینیم
 اور مکہ کا استعمال کرتے ہیں اس میں کوئی وجہ حرمت کی نہیں معلوم ہوئی بلکہ ایک
 قسم نفاذی علاجوں کی ہے۔ خطروں کے دفع کرنے اور محبت کی گرمی پیدا کرنے کی
 غرض سے ”واللہ اعلم“ (سجوالہ اردو ترجمہ فتاویٰ مطبوعہ عصر جدید پریس بنگلور)
 التکشف میں حدیث (۴۷) کے ذیل میں کہ ”حضرت ابن عمرؓ سے
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیک میں کلماتِ مخصوصہ سے
 زائد نہ فرماتے مگر حضرت عمرؓ لبیک و سعید و الحیرتی یدیک والرعباء
 الیک والعمل اور بڑھا دیتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ بعضے لوگ
 ذوالعاج وغیرہ الفاظ بڑھا دیتے اور حضور صلعم سن کر کچھ نہ فرماتے تھے۔ (تیسیر)
 حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے ”جواز زیارت فی الاذکار“ کے عنوان
 میں اس حدیث کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ ”بعضے متشددین حضرات صوفیہ پر
 بعضے اذکار و اوراد کے ایجاد پر اعتراض بدعت کا کرتے ہیں اس حدیث
 سے ایجاد کا جواز ثابت ہوتا ہے۔“ (التکشف ص ۳۵۳)

اس کے علاوہ جو انہ تعمیر گنبد و خانقاد کے زیر عنوان کتاب التکشف

جو حدیث نقل کی جا چکی ہے اس کے ذیل میں حضرت ممدوح نے بعنوان ذکرِ حلقہ

تحریر فرمایا ہے کہ بہت سے ذاکرین کے ایک جگہ جمع ہو کر ذکر کرنے سے

دلچسپی ذکر میں اور تقاسم انوارِ قلوب میں اور نشاط اور ہمت کا بڑھانا

اور سستی کا دفع ہونا اور مداومت میں سہولت وغیرہ منافع حاصل ہوتے

ہیں اس کو ذکرِ حلقہ کہتے ہیں اس حدیث میں اس کی اصل مع اشارہ کے اس

کی برکات کی طرف موجود ہے (التکشف ص ۳۲۹)

قرآن مجید میں بھی ذکر کو کئی طریقوں سے بیان فرمایا گیا ہے جن

سے پتہ چلتا ہے کہ صوفیائے کے بتائے ہوئے طریق بھی قرآن ہی کے اصول پر

قائم ہیں جن میں ذکرِ جہری، سری، و قلبی سب ہی شامل ہیں اور دعوت بھی

اللہ تعالیٰ نے کثرت ذکر ہی کی دی ہے کہ ”یا ایہا الذین امنوا ذکرُوا

اللہ ذکراً کثیراً ۱۲ وسجود بکرة ۱۳ واصلوا ۱۴ واذکر ربک فی

نفسک تضرعاً وخیفتہ ۱۵ یہ ہی نہیں بلکہ ذاکرین کی اللہ نے تعریف

بھی فرمائی کہ رجال لا تلهیہ تجارتہ ولا بیع عن ذکر اللہ“ یعنی

یہ مردانِ خدا وہ ہیں جنہیں کوئی خرید و فروخت بھی اللہ کے ذکر سے غافل

نہیں کرتی یہاں اس آیت سے ذکرِ دوامی کا پتہ چل رہا ہے اور ترغیب بھی

اسی ذکر کی ہے ”فاذا قضیتہ الصلوۃ فاذا ذکر اللہ قیاماً وقعوداً

وعلیٰ جنوب کمر ہے یعنی جب نماز پوری کر چکو تو اللہ کا ذکر نہ کر۔
 بیٹھے اور لیٹے ہوئے کرتے رہو چنانچہ اسی بناء پر اکثر بزرگانِ دین نے
 پاس انفاس کا طریقہ رائج فرمایا ہے جس کی تصدیق بھی اس حدیث
 مبارک سے ہو جاتی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے
 احکامِ اسلام بہت زیادہ معلوم ہوتے ہیں مجھے ایک ہی چیز بتلا دیجئے
 حضور صلعم نے فرمایا "لا یزالت لسانک لطفاً من ذکر اللہ یعنی
 تیری زبان ذکر میں برابر مسلسل جاری رہے (مسلم)
 پس اگر حدیث و قرآن کی اتباع میں ذکر کے مخصوص طریقوں کو
 صوفیاء علماء نے رواج دیا ہو تو وہ کب خارج از سنت ہو سکتے ہیں جب
 کہ اس کی اصل کتاب و سنت میں موجود ہی ہے۔



جوازِ تبرک فی الکفن

بعض مریدین و معتقدین اپنے شیوخ یا کسی بزرگ کی اشیاءِ مستعملہ
 کو بطور تبرک استعمال کر لیا کرتے ہیں جس کے جواز میں بحث ہو چکی ہے
 یہاں بتانا ہے کہ بعض لوگ کسی بزرگ کی مستعملہ اشیاء کو اپنے یا کسی میت کے
 ساتھ قبر یا کفن میں رکھنے کے شائق ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے انکشاف حدیث روایت تحریر فرما کر ترجمہ لکھا ہے کہ حضرت شداد بن الہاد سے ہوا کہ ایک شخص دیہاتی حاضر ہوا اور بنی صلعم پر ایمان لایا اور اسی یہ ہے کہ اسی شخص نے عرض کیا کہ میں نے اس امید پر آپ کا اتبا کہ (جہاد میں) میری اس جگہ یعنی حلق میں تیر لگ جاوے اور میں مر جنت میں چلا جاؤں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اللہ کے ساتھ میں، سچا ہے تو خدائے تعالیٰ تجھ کو اس امید پر، سچا کر دے۔ تقوٰی ہی مدت گزری تھی پھر ایک جہاد کے لئے لوگ تیار ہوئے۔ شخص بھی چلا، پھر حضور صلعم کے پاس اس کی لاش اٹھا کر لائی گئی کے خاص حلق میں تیر لگا تھا حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کیا یہ وہ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں وہی شخص ہے تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کے تھا اللہ نے اس کو سچا کر دیا پھر حضور صلعم کے قمیص مبارک میں اس دیا گیا۔ روایت کیا اس کو نسائی نے تیسیر ص ۹۶ پر۔

حضرت موصوف نے اس حدیث کے سلسلہ میں بعنوان تبرہ تحریر فرمایا ہے کہ ”بسم تبرک فی الکفن“ قمیص مبارک صحابی کا کفن یا جانا اصل ہے اس رسم کی جو مجاہدان قوم میں مستعمل۔ کے البسہ وغیرہ سے حیوۃ و مواد لکھتے ہیں۔

اس خصوص میں ایک واقعہ عمر رضی کا بھی سنداً پیش کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی کے کسی صاحبزادہ کو حضرت حسین علیہ السلام نے یوں ہی کھیل میں غلام زادہ کہہ دیا تو وہ اپنے والد ماجد سے شاکہ ہوئے تو آپ رضی نے اپنے بیٹے سے کہا "جلدی جاؤ" اور یہی بات حسینؑ سے لکھوالاؤ تا کہ میں اسے اپنے قبر میں لے جاؤں "یہاں یہ واقعہ بھی مندرجہ صدر عنوان کے جواز پر ایک سند ہے۔

اس کے علاوہ بعض اہل طریقت اپنے شیوخ سے شجرہ بیعت حاصل کر کے اسے اپنی قبر میں رکھوا لیتے ہیں تو اس کا بھی جواز واقعہ صدر سے ہو جاتا ہے چنانچہ "تصریح الاوثق" میں ہے کہ "جن لوگوں کو مردہ کا شجرہ قبر میں رکھنے کی عادت ہو تو یا وصیت کی ہو ^{دیکھئے پیلہ} قبر میں رکھنا جائز ہے کچھ ممنوع نہیں۔ اس کا طریقہ یوں ہے کہ سرانے میت کے ایک چھوٹا محراب بنا کے اس میں رکھ دیں جیسا کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کا فتویٰ اس میں بے نظیر ہے۔ مجموعہ رسائل خمسہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ۱۶۷ المشہور رسالہ فیض عام جو مجموعہ فتاویٰ عزیزی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلوی ۱۸۳۳ء میں بعینہ یوں مرقوم ہے سوال شجرہ در غیر نہادہ خواہ شدیانہ داگر نہادہ خواہ شد ترکیب آل عنایت شود جواب شجرہ در قبر نہادن معمول بزرگان است لیکن ایں راہہ طریق است الخ مختصر ترجمہ یہ کہ سرانے میت کے قبر کے اندر ایک محراب بنا کے

اس میں سجرہ کو رکھ دیں۔

لیکن اس دور میں اس سے احتیاط ہی اولیٰ ہے کیوں کہ فی زمانہ نہ سچی پیری مریدی کا رواج بہت بڑھ گیا ہے جس کی وجہ سے کہیں تو بلا بیعت و خلافت و اجازت باپ کے انتقال کے بعد بیٹے کو گدی پر بٹھا دیا جاتا ہے اور کہیں کسی مرید کو دوسرے مریدین مل کر ظیفہ یا سجادہ نشین بنادیتے ہیں اول تو خود اصل شیخ یا پیر ہی کے تعلق سے خدشہ اور شبہ ہے کہ آیا وہ خود بھی اپنے شیخ یا باپ سے اجازت یافتہ و تعلیم یافتہ ہیں یا نہیں اور یہ بات نہ صرف دیہاتوں میں بلکہ اکثر شہروں کی خانقاہوں میں پائی جاتی ہے کہ کسی بزرگ کے انتقال کے وقت ان کے صاحبزادہ بہت ہی کم سن جیسے آٹھ نو سال کے تھے چند مریدوں نے ان پر "پیر نابالغ" کو مسندِ رشد و ارشاد پر بٹھا دیا حالانکہ ان صاحبزادہ صاحب کو باپ سے بیعت ہی حاصل ہوئی اور نہ کچھ علمِ طریقت ہی ملا مگر جب لوگوں کی طرف سے مسندِ سجادگی مل چکی تو یہ بھی رفتہ رفتہ اپنے وقت کے بڑے پیر بن گئے اور پیراں نمی پرند مریداں می پرندہ کے بمقدار کچھ سے کچھ بنادیئے گئے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آگے چل کر یہی بزرگ زادے لوگوں کو اپنے ہاتھ پر بیعت میں لینا شروع کر دیتے ہیں اور ہاتھ میں اپنا سجرہ تھما دیتے ہیں حالانکہ ان کے اور ان کے پیر کے درمیان بوجہ عدم تسلسل بیعت ایک خطِ فاصل کمینا ہوتا اور یہ اپنی خانقاہ علم لدنی میں چھوٹی آئین

اور بڑی آیت کی اصطلاح پر حقائق بیان فرمانے لگتے ہیں اور اس طرح تلاشِ حق میں کھویا ہوا مسافر یہ جعلی ٹکٹ لے کر غلط ہاتھوں کی رہنمائی کو اپنے لئے اشارہ ہدایت سمجھ لیتا ہے حالانکہ وہ راہِ حق سے بہت دور نکل جاتا ہے یہ تو شہروں کی بعض خانقاہوں کا حال ہوا اور گاؤں کے مشائخ کچھان سے بھی بڑھ کر ذلیل ہوتے ہیں کہ ہر سال کے آغاز پر اپنی اپنی گذر پر پہنچ جاتے ہیں مطبوعہ شجروں کا ذخیرہ ساتھ ہوتا ہے، جس میں کہیں کو شاخ سوکھی ہوئی ہوتی ہے تو کہیں کوئی تنہ کھوکھلا اور کہیں تو پیڑ ہی جڑ سے اکھڑی ہوتی ہے، ہرنے مرید کو یہ شجرہ فروخت ہوا اور اسے ہدایت ہوئی کہ اسے قبر میں ساتھ لیتے جانا کہ اس کی موجودگی میں فرشتے سوال نہیں کریں گے اور دارِ ونہ جنت بھی اس پر واؤں راہِ باری کو رکھ کر دروازہ کھول دے گا چونکہ آدمی آرام پسند ہوتا ہے اسے یہ پروا نہ رہا باری مل جائے تو پھر نماز، روزہ سے براہِ راست ہی ہو گئی۔ اس لئے وہ سالانہ محمول لگان یا نذرانہ پیری ادا کر کے مطمئن رہتا ہے کہ پیر صاحب میری آخرت کے ذمہ دار ہیں بغرض ایسے مستند شجروں کا اس دور میں بہت زور ہے اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ جہاں تحقیق بیعت اور شجرہ کی صحت نہ ہو تو ایسے شخص کو کسی جگہ صحیح نسبت حاصل کر لینا چاہیے اور اگر صحیح سلسلہ شجرہ بھی ہو تو اس تصور سے کہ "قبر میں منکر ٹیکر" واپس ہو جائیں گے یا جنت کا دروازہ کھول دیا جائے کا قطعاً صحیح نہیں ہے

البتہ اس سے بقول حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ”برکت حیاة ومماة“ حاصل کر سکتے ہیں۔



جوازِ قیام برائے تغطیم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ہم لوگوں کے ساتھ باتیں کیا کرتے تھے پھر جب اٹھتے تو ہم لوگ سب اٹھ کھڑے ہوتے اور بٹہ سے رہتے یہاں تک کہ حضور صلعم اندر تشریف لے جاتے۔

(ابوداؤد)

بخاری شریف میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت سعد بن معاذ کو بنی قریظہ پر طلب فرمایا اور جب وہ آگئے تو اپنے لوگوں سے فرمایا قوہ والی مسید کھ لیکن اپنے سردار کی آمد پر احتراماً کھڑے ہو جاؤ۔

اس کے علاوہ احادیث سے حضرت عکرمہؓ اور حضرت جعفرؓ کے لئے خود حضور صلعم کا بر نفس نفیس قیام فرمانا بھی ثابت ہے (بحوالہ مشکوٰۃ) اسی بناء پر اولی الامر اور قابل احترام شخصیتوں کے لئے اکرم و استقبال کے طور پر قیام کو جائز بتایا گیا ہے چنانچہ حضرت امام مالک، امام مسلم امام بخاری، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر ائمہ کرام بھی قیام تغلیبی

کے جواز پر متفق ہیں۔

چنانچہ اسی لئے بہ اعتبار شریعت حسب ذیل مقامات پر قیام کو جائز قرار دینے کا کوئی حکم نہیں ہے۔

- ۱۔ باہر سے آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا
- ۲۔ وضو کا بچا ہوا پانی پینے کے لئے تعظیماً کھڑا ہونا۔
- ۳۔ آب زمزم کو کھڑا ہو کر پینا۔
- ۴۔ عامہ باندھنے کے لئے کھڑا ہونا
- ۵۔ چلتے ہوئے شخص کا ازاں سنتے وقت کھڑا ہونا۔
- ۶۔ کبھی کھڑے ہوئے بھی ذکر کرنا۔

۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت و تذکرہ پاک کے بیان کرنے کے لئے کھڑا ہونا۔

- ۸۔ روضہ مبارک کے سامنے زیارت و سلام کے لئے کھڑا ہونا
 - ۹۔ کسی پیشوائے دین کی اس کی آمد پر احتراماً کھڑا ہونا۔
- البتہ کسی شخص کا خود ہی اپنی تعظیم و اکرام کے لئے لوگوں کو قیام کا حکم دینا یا اس طرح کے قیام کو اپنے لئے پسند رکھنا یہ قطعاً ناجائز اور منع ہے جیسا کہ حدیث معاویہ سے ظاہر ہے کہ جو شخص دوست رکھے اسی بات کو کہ لوگ اس کے لئے کھڑے رہا کریں تو واجب ہے اس کے واسطے روزِ خ

حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلعم نے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ ہلاک ہوئے اسی وجہ سے کہ تعظیم کی انہوں نے بادشاہوں کی اس طور سے کھڑے رہتے تھے وہ اور سلاطین بیٹھے رہتے تھے۔

”اوپر کی“ احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ کسی کا از خود اپنی تعظیم کے لئے لوگوں کو آمادہ قیام کرنا یا ایسے قیام تعظیمی کو جیسے بادشاہوں کے سامنے کیا جاتا ہے کہ لوگ دربار میں دست و صف بستہ کھڑے رہتے ہیں اور بادشاہ اجلاس فرماتا ہے اس طرح کے قیام کو حضورؐ نے ناجائز قرار دیا ہے اور اس کے قطع نظر باقی طرز قیام کا جواز اوپر کی ابتدائی احادیث سے قطعاً ثابت ہے جس کے لئے قرآن کی حسب ذیل آیت پاک سے استدلال کیا جاسکتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِيمَا جُلَسَ

فَانفَحُوا يَفْشَحُ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا فَانْشُرُوا ۚ
 ۲۸
 ۱۳
 یہاں اس آیت میں آدابِ حقوقِ مجلس کی رعایت کو ملحوظ رکھنے کا صریح حکم ہے پس اس سے کسی بھی محترم شخصیت کے قیام قطعاً جائز ہے



جوازِ قدم بوسی و تقبیل بدن یہ شیخ

التکشف میں حدیث (۲۳۱) کا اصل متن تحریر فرمایا جا کر: جیسا کہ علتِ مصنف ہے اس کا ترجمہ لکھا گیا ہے حضرت اسید بن حضیر سے روایت ہے کہ ایک شخص انصاری سے خوش مزاج تھے وہ ایک بار لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور ان کو ہنس رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کوکھ میں ایک لکڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی (ہلکے سے) چھبودی وہ شخص کہنے لگے یا رسول اللہ مجھ کو بدلہ دیجئے آپ نے فرمایا کہ بدلے لو انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے بدن پر تو کرتہ ہے اور میرے بدن پر کرتہ نہ تھا آپ نے اپنا قمیص مبارک بدن سے اٹھا دیا وہ شخص آپ سے لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ کو لبو سے دینے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ بس میرا تو یہ مطلب تھا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے تیسیر ص ۴۲)

اس حدیث کے ذیل میں "تقبیل بدن شیخ" کا عنوان دے کر حضرت ممدوح مولانا اشرف علی تھانوی نے تحریر فرمایا ہے کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین جو مجہن کی عادت ہے کہ پیر کے ہاتھ کو پایا نو کو یا پیشانی وغیرہ کو لبوسہ دے لیتے ہیں اس کا بھی کچھ حرج نہیں البتہ اذن شرعی سے تجاوز نہ چاہیے (بحوالہ التکشف ص ۴۲)

مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں ہے کہ زراع جو عبد القیس کے قید میں شامل تھے کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو ہم جلدی جلدی اپنی سوار یوں سے

اترے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا۔

لیجئے احادیث مذکور سے تقبیل بدن و دست بوسی کا جواز قطعاً ثابت ہے اور کیوں نہ ہو کہ جیب خود اللہ تعالیٰ نے احترام مومن کی تشویق و ترغیب

دلائی ہے و اخفض جناح لمن اتبع من المؤمنين ۱۹

یعنی تم اپنے بازوؤں کو ان مومنین کے آگے جھکا دو جو تمہاری اتباع کرتے ہیں

قرآن کا جو مخاطب راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہی کے لئے

ہے اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایک مسلم و مومن حقیقی کا اللہ کے پاس کیا وزن ہے کہ اس کے استقبال کو ذات رسالت بھی مشفقانہ طور پر قدم رکنج

فراقتی ہے اور ایک مسلم و مومن صالح کا یہ مقام ہو تو اس کا کیا حال ہوگا

جسے اللہ تعالیٰ صدیق و شہید کے مرتبہ پر فائز کیا ہو۔

اور جو یہ توفیق ایزدی مسندِ رشد و ہدایت پر متمکن ہو اور اتباع

رسالت میں جس کی ساری دینی و دنیوی زندگی للہ رب العالمین ہو چکی ہو

تو وہ یقیناً اس قابل ہیں کہ کبھی ان کے ہاتھوں اور کبھی ان کے پیروں کو بوسے

دیئے جائیں کہ وہ تمام تر مرضی حق میں کھوے جا کر ان عبادی لیس لک

علیہم سلطان کے زمرہ خاص میں آچکے ہیں اور اب گویا ان کی

قدم بوسی دست بوسی بھی شاعر اللہ کی تعریف میں آچکی ہے۔



حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگلیوں پر بوسہ دینے
کا جواز

زباں پہ بار خدا یا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

وہ ذاتِ مقدس کہ جسے مخاطب کرتے ہوئے خود حق تعالیٰ نے یہ
فرمایا "فَاَنْتَ بِاَعْيُنِنَا" اگر اس کے نام پاک کو سن کر احتراماً انگلیوں
کی پوروں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا جائے تو یہاں ہوا کہ جس نام پر اللہ
اور اس کے فرشتے مسلسل درود و سلام بھیجتے رہتے ہوں، پس تو یہ ہے
مہم ہاری اندھی نگاہوں نے حضور کو ایسا نہیں دیکھا جیسا کہ آپ ہیں۔
اسی لیے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں تَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ اَيْدِيَهُمْ
لَا يَصْبِرُونَ لِعَيْنِي ثُمَّ يَكْتُمُونَ کہ وہ تمہیں دیکھتے ہیں حالانکہ وہ لوگ کچھ
بھی نہیں دیکھتے بس یہی وجہ ہے کہ ہمارے دل محبتِ رسوائے سے خالی ہیں
اور جب دل کھوکھلے ہوں تو آنکھیں بھی بے نور ہیں۔

اور علامہ محدث محمد طاہر نے تکمیلہ مجمع بحار الانوار میں حدیث شریف

لَكَفَى هَـ: هَسَجُ الْعَيْنَيْنِ بِبَاطِنِ الْفُلُقِ الْبَسَابَتَيْنِ بِعَدِّ

تَقْنِيْلَهُمَا عِنْدَ سَمَاعِ فَقُولِ الْعُودُنِ اَشْهَدَانِ بِحَضْرَتِهِ

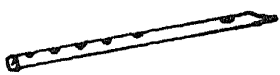
(رسول اللہ ﷺ) بھی موزن سے اشہدان محمد رسول اللہ سن کر انگشتانِ شہادت کے پورے نائب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا

اشہدان محمد عبدہ ورسولہ رضیت اللہ رباً وبالسلامہ
 دینا و یومہ صلی اللہ علیہ وسلم بنیا۔ اس حدیث کو محدث و طحا
 نے مسند انفراد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی سے روایت کیا کہ جب انہوں
 نے موزن سے اشہدان محمد رسول اللہ کہتے سنایہ دعا پڑھی اور دونوں
 کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب ذیری سے چوم کر آنکھوں سے لگائے اس
 پر ان حضرتؓ نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے خلیل نے کیا اس پر میری
 شفاعت حلال ہو جائے گی اور آخر میں ہر دو محدثوں نے کہا "والایصح مطلب
 یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح لذاتہ نہیں بلکہ حسن لغیرہ ہے اور یہ محبت ہے اس
 واسطے فقہائے کرام اس فعلِ تقبیل کو سنت و مستحب کہتے ہیں۔ فتاویٰ
 مضمرات میں یہ فعل سنت ہے اور در المختار حاشیہ در مختار میں یہ فعل
 مستحب ہے۔ در مختار میں ہے کہ کوئی فعل علماء کے پاس سنت اور مستحب
 ہونے میں اختلاف ہو تب احتیاطاً اس کو سنت سمجھیں اور کبھی ترک نہ
 کریں۔ پس اسی طرح اذان میں بوسہ دنیا بھی سنت شرعی ہے۔
 (حوالہ تصریح الاولیٰ)

نصاب اہل خدمات شرعیہ منظورہ محکمہ امور مذہبی سابق حکومت

نظام میں سائلِ اذان میں لکھا ہے پہلی مرتبہ "اشہدان محمد رسول اللہ" سن کر صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہنا اور دوسری مرتبہ سن کر اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھ کر قرعہ عینیٰ بک یا رسول اللہ اللہم متعنی بالسمع والبصر کہنا مستحب ہے۔ اگر اس قدر وضاحت پر بھی کسی کو انکار ہو تو یہ اس کی بد بختی ہے کہ وہ دعویٰ ایمان تو رکھتا ہے مگر محبت رسولؐ اسے اس پر کوئی تصدیق نہیں لاتا۔ ہاں یوں زبانی طور پر تو محبت کا دم کبھری لیتا ہے شاید ایسوں ہی کے لئے قرآن کا یہ ارشاد ہے:

هَآنَتُمْ اَوَّلًا تَحِبُّونَهُمْ وَلَا يَحِبُّوْنَكُمْ وَلَوْ مَنُونٌ بِاَكْتَبَ كَلِمَةً وَاِذَا الْقَوْمُ قَانُوا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُوا عَلَيْكُمْ اَلَا نَاْمُلُ مِنْ اَفِيْطَاطٍ قُلْ هُوَ لَوْ اَلَا غِيْضُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِنٰتِ الْمَدُوْرِ
 دیک، تم تو ایسے ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے، اور تم خدا کی ساری کتاب پر یقین رکھتے ہو اور تم جب ان سے ملتے ہو تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم بھی ایمان رکھتے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو مارے غصے کے اپنی انگلیوں کے پور کاٹتے ہیں۔ تم کہہ دو کہ اپنے غصہ میں جل رہی، بے شک اللہ جو پھر دلوں میں ہے اُسے جانتا ہے۔



جوازِ سماع

اس لفظ کے معنی بظاہر "سننے" ہی کے ہیں لیکن صوفیاء کے نزدیک

جو اسطرح حب و تعلق قلب کو مائل الی اللہ کرنے کے لیے حمد و لغت
مضامین تصوف اور انظہار نسبت و عقیدت پر کہی گئی غزلوں، نظموں و گیتوں کو
کسی قوال یا کسی خوش آواز شخص سے الحان کے ساتھ سننے کا نام سماع ہے
اس میں اکثر اوقات قوال اپنی آواز کو زیادہ خوبصورت اور پرکشش بنانے یا
اپنے گلے پر بانہہ منہونے کے لیے آلاتِ طرب کا بھی استعمال کرتے ہیں۔

جو صوفیا ذوقِ سماع کے حامل ہیں اُن کے پاس سماع کے تین خصوصی آداب
ہیں جس کو انہوں نے اصطلاح میں اخوان، زمان، اور مکان کا نام دیا ہے
یعنی اخوان سے مراد وہ لوگ جو ہمیشہ اور اہلِ طریقت ہوں برائے نام مشائخ
یا مشائخ زادے یا رسمی سجادگان (جو بلا تفصیلِ علم و خلافت و اجازت صرف
اپنے اجداد یا جَدِ اعلیٰ کے مزارات کے غلاف بدلنے یا ہر مہینہ عشرہ قبروں کو غسل
یا جانے ہوں یا عرسوں میں گھر سے صندوق کی کشتیوں کو اٹھائے ہوئے باجوں
سکابوں کی گونج میں درگاہ تک جانا جانتے ہیں) نہ ہوں۔

زمان سے مراد وہ وقت جو غیر نماز ہو یعنی جس میں کوئی وقت نماز کا
شامل یا درمیان میں نہ ہو۔

مکان سے مراد وہ محفوظ جگہ جہاں غیر اہلِ طریقت اور تماشہ بین حضرات
جمع نہ ہو سکیں اور مقام ایسا پاک و صاف ہو کہ بوقت ضرورت نماز وغیرہ پڑھی
جاسکے۔

متذکرہ آدابِ سماع کے علاوہ کسی اور موقع پر سماع قطعاً جائز نہیں۔
 دجیسا کہ بعض کی عادت ہوتی ہے کہ قبروں کے پاس بموقع عرس سالانہ یا ماہانہ مقررہ
 تاریخ پر کسی پیر یا پیر زادے یا خلیفہ یا کسی خاص مرید کے غسل میت کے
 موقع پر ان ہی پیروں یا پیر زادوں کے جنازے کے ساتھ قوالی کی چوکیوں کو بھی
 کرایہ پر لگالیتے ہیں اس طریقے کا سماع قطعاً جائز نہیں ہے موجب گناہ ہے۔
 اور ایسی نعل سماع بھی ناجائز ہے جو کسی مقررہ تاریخ پر کسی ایسے گھر
 میں ہو جہاں کوئی اہل طریقت و صاحبِ اجازت شخص میرِ محفل نہ ہو اور وہ صاحبِ
 اجازت میرِ محفل بھی متبعِ شریعت نہ ہو۔ اور ایسے مقام پر
 بھی سماع صحیح نہیں ہے جہاں صاحبِ اجازت متبعِ شریعت شخص میرِ
 محفل نہ ہو۔ لیکن سننے والوں کی اکثریت تماشا بینوں کی ہو اور جو صرف اسی
 غرض سے جمع ہوں کہ قوالی کی محفل میں صنفِ مخالف کی نظارہ بازی کے موقع
 ہاتھ آئیں کہ صاحبِ خانہ کی بدانتظامی سے اہتمام پر وہ نہ ہو تو بے پردگی کا لطف
 اٹھائیں کیوں کہ شیخ وقت اور میرِ محفل تو آنکھیں بند کئے قوالی کی پہلی ہی کھانچ
 پر اپنے آپ میں نہیں ہوتے بلکہ قوال کے ہر اشارہ پر خود بھی رقص ہو جاتے
 ہیں تو یہ مرید سنا پرستارانِ حور ارضی کسی اور طرف دست بہ دعا لگاتے ہیں اور
 یہ میرِ محفل یا شیخ وقت بہ استثنائے چند ایک صاحبِ حال مجذوب کی صورت
 بنائے قوال کی آواز پر سر تو دھنتے ہیں لیکن حرف و معنی سے دور کا بھی لگاؤ
 نہیں رکھتے یا فکر و فہم کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے اور کبھی جیب و عمامہ کا ہتھیر

کو سنبھالے ہوئے ایک ڈرامے کے ایگڑ کی طرح بند سماع کی بندھنوں میں گرفتار
 قوال کے رحم و کرم پر سربا انتظار رہتے ہیں کہ وہ کب اپنی پیٹی یا تالی پسینا بند
 کرے اور یہ کب آزاد ہو کر کھلے دروازے سے اپنے صلوٰۃ کدہ خلوت کی طرف
 فرار ہوں۔ مولانا روم نے سچ ہی تو کہا ہے ۔

بر سماع راست ہر تن چیرہ نیست
 طعمہ ہر سرغے انجیرہ نیست

یعنی سماع ہر کس و نا کس کی چیز نہیں جب ہی تو بعض بزرگوں نے فرمایا کہ
 خالی پیٹ ہو کر بھی کچھ ہوئے دسترخوان کو چھوڑ کر جو سماع کی طرف لپکے وہی
 اس کا اہل ہے کیوں نہ ہو سماع تو محض ایک چھپر کا نام ہے کہ سارے ساز تو
 بے آواز ہی ہیں یہ قول مولانا رومؒ

نئے ز تار و مئے ز چوب دنئے نہ پوست

خود بخود می آید ای آواز دوست

گویا کوئی اور ہی ہے جو بے جان بنسری کو اپنے انفاس قدسیہ سے سرعطا فرما
 رہا ہے ورنہ غالب کے لفظوں میں ۔

بھرے ہیں جس قدر جام و سبوئے خانہ خالی ہے

سماع کی کیفیت تو ان ہی کے دلوں سے پوچھنی چاہیے جن کے حوصلے بلند جن کے

ظرف وسیع ہوں اور جن کی خیرہ سامانی سے آفتاب بھی آب آب ہو جائے یہی وجہ
 Presented By: www.hazratmuradali.tk

ہے کہ حضرت جامیؒ جیسی بحر العلوم شخصیت جنہیں حضرت حواجہ بہا الدین نقشبندیؒ سے نسبت واردات حاصل ہے انہوں نے بھی حقیقت سماع پر ایک پُر مبالغہ ہے۔ شاید بات ہی کچھ ایسی ہے کہ مزاج رسالتؐ بھی سماع سے چشم پوشی کی طرف مائل ہے جیسا کہ بیشتر احادیث ہے کہ حضور صلعم نے بہ نفس نفیس پاکیزہ اشعار کی سماعت فرمائی بلکہ بعض شاعروں کے نام لے کر ان کے اشعار کی فرمائش بھی لوگوں سے کی جیسا کہ حضرت انسؓ سے ایک حدیث میں ہے (واقعہ ذرا تفصیلی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلعم نے (کچھ لوگوں میں) فرمایا تم میں سے کوئی ہے جو ہم کو اچھا شعر سنائے۔ ایک بدوی نے کہا میں سناتا ہوں پھر اس نے یہ شعر پڑھے۔

”محبت کے سانپ نے میرے جگر کو ڈس لیا ہے جس کا نہ میرے پاس کوئی منتر ہے اور نہ اس کا طبیب ہے سوائے اس محبوب کے جس کا میں دیوانہ ہوں کہ وہی میرا علاج اور وہی میرا منتر ہے“

ان اشعار پر حضور صلعم کو وجد سا طاری ہوا یہاں تک کہ کندھے سے چادر مبارک سرک گئی اور صحابہؓ پر بھی ایک کیفیت طاری تھی کچھ دیر بعد جب یہ کیفیت فرو ہوئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا، کیا رسول اللہ صلعم آپ کا یہ کھیل اچھا تھا؟

”حضور صلعم نے جواباً ارشاد فرمایا ”معاویہؓ وہ شخص کریم نہیں جو اپنے جیب کا ذکر سنے اور حرکت میں نہ آئے“

ایک ایسی ہی کیفیت کی طرف حق تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے:
 وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَسُولٍ مِّثْرَىٰ أَعْيُنِي لَهُمْ تَفْصِيلٌ
 مِّنَ الدَّمَعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ جَوَّ كَيْدٍ رَّسُولٍ بِرَنَازِلٍ هُوَ
 اے انہوں نے سنا ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ابل پر طقی تھیں دلوں کی
 اس کیفیت کا مظاہرہ آنکھوں سے ہی اچھی طرح ہوا کرتا ہے اسی لئے
 دعوتِ حق بھی زیادہ رونے کہے۔

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا ۗ وَادَّاءُ اَكْرَمُ رَوْنًا نَّ آئِے تَو
 کم از کم رونے کی صورت ہی بنانے کا حکم ہے۔ البکوافان لہ
 تباکوافتبکوا۔ (حدیث)

رونا اور وجد میں آنا دراصل دل ہی کی کیفیات ہیں اور اس کیلئے
 قراءت و سماعت ہی اہم لوازمات ہیں اسی لئے حضور صلعم نے فرمایا
 لیس منا من لم یتغن بالقُرآن یعنی جو شخص قرآن کو لئے سے
 نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، اور دوسری جگہ زینو القرآن باصواتکم
 یعنی قرآن کو اپنی آواز سے نہ نیت دو، چنانچہ قراءت قرآن کے لئے
 تجوید کا لفظ خود ہی اپنے معانی پر مادی ہے کہ اس سے بار بار وجد میں

آنا مراد ہے اور علم ناطق حقیقی بھی یہ ہے کہ وَرَتَلَ الْقُرْآنَ مُتَنَلِّلاً
یعنی قرآن کو سہج سہج کر تھم تھم کر پڑھو۔ چنانچہ رموز و اقائی قرآن
سے اس کی تلاوت کے آداب ظاہر و باہر ہیں۔ بالخصوص حرف مد اور
لین کی اہمیت سے قاری واقف ہے کہ اس میں کہاں کہاں اتار چڑھاؤ
ہیں اور اس حقیقت سے کسی کو انکار بھی نہ ہوگا کہ فن موسیقی میں تمام

اتار چڑھاؤ کو وہی دخل ہے جیسے موسیقی میں زیر و بم بھی اتار چڑھاؤ کیلئے ایک اصطلاح ہے۔ شبلی نے تشریف لکھا کہ
میں نے پہلے کہ مسجد نبویؐ کی تعمیر میں صحابہ پتھر اٹھا کر لاتے اور رجز پڑھتے
جاتے آپؐ بھی ان کے ساتھ آواز ملاتے۔ اس واقعہ کے علاوہ اور بھی

احادیث سے جواز سماع کا اثبات ہو جاتا ہے جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے کہ ”میرے والد ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے یہاں آئے یہ وہ دن تھے جن دنوں حاجی منیٰ
پر جاتے ہیں میرے یہاں انصار کی دوڑ کیاں تھیں جو دف بجا کر گارہی تھیں
.... نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر لپیٹے ہوئے لیٹے تھے میرے والد نے گانے والیوں کو
ڈانٹا بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ
”کیا شیطان کا باجارسول اللہ کے گھر میں سجاتی ہو۔“ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے منہ کھول دیا اور فرمایا ”ان کو چھوڑ دو آج کل تو عید کے دن ہیں اور یہ
ہماری عید ہے“ گویا یہاں حضورؐ نے سماع سے منع کرنے والوں کو منع فرمایا۔

ایک اور حدیث میں ربیع بنت مسعود سے روایت ہے کہ میں جب

بیاہ کر کے خاوند کے گھر آئی تو حضور صلعم میرے پاس تشریف لائے اور میرے
 بچھونے پر بیٹھ گئے جو چھو کر یاں ہمارے یہاں تھیں انہوں نے دف بجانا
 اور گانا شروع کیا اور ہمارے باپ دادا جو جنگ میں شہید ہوئے ان کی
 شجاعت کے اشعار گائے ایک بول اٹھی کہ ”ہم میں وہ نبی ہے جو کل
 کی بات جانتا ہے۔“ حضور صلعم نے فرمایا یہ نہ کہو تم جو پہلے گارہی تھیں
 وہی گاؤ۔ (بخاری)

اس حدیث میں حضور صلعم کا فرمانا ”جو پہلے گارہی تھیں وہی گاؤ“
 اس سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ حضور نے گانے کو ان کے مذاق طبع پر
 چھوڑ دیا، اور انھیں آزادی دے دی تم میری خاطر اپنے ذوق کو نہ بدلو۔

ایک اور دوسری حدیث میں حضرت انس رضی عنہ سے روایت ہے کہ
 حضور صلعم مدینہ میں کسی گلی سے نکلے وہاں بنو سجاد کی لڑکیاں دف لے
 گارہی تھیں کہ ”محمد (صلعم) ہمارے نگہبان اور ہم سایہ ہیں۔ حضور صلعم
 نے فرمایا اللہ جانتا ہے میں تم سب کو چاہتا ہوں (ابن ماجہ)
 یہاں اس حدیث سے بنو سجاد کی لڑکیوں کے گانے پر حضور صلعم
 کی پسندیدگی بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ آپ نے انعام میں اپنی چاہت انہیں
 سرفراز فرمادی۔

ایک
 حدیث ابو داؤد میں ہے کہ عورت نے عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ صلعم

میں نے نذر مانی تھی کہ جب آپ جہاد سے واپس تشریف لائیں تو میں دف
بجاؤں گی۔ بخاری میں ہے کہ اس نے دف بجا کر یہ شعر گایا:

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع

وجب الشكر علينا ما دعا لله داع

یہاں اس حدیث سے کسی خاص تقریب کے موقع پر انعقاد سماع کا جواز
ثابت ہے۔ نسائی کی حدیث میں ہے کہ حضور صلعم کے پاس ایک عورت آئی
آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا تم اس کو جانتی ہو۔ انہوں نے
کہا ”نہیں“ آپ نے فرمایا یہ فلاں قوم کی لونڈی ہے۔ پھر فرمایا کیا تم
گانا سنا چاہتی ہو انہوں نے کہا ”ہاں“ پھر آپ کے ارشاد پر اس
عورت نے حضرت عائشہ کو گانا سنایا۔

اس حدیث میں گانے پر حضور کی فرمائش کا اثبات اور دوسروں

کو گانا سنانے کا رجحان بھی ظاہر ہو رہا ہے اور یہ ایسے وقت کی بات ہے
جب کہ کوئی خاص تقریب بھی وہاں مسرت و شادی کی قسم سے نہ تھی۔

غرض جواز سماع پر کئی احادیث سے اثبات ہوتا رہا ہے اور مولانا

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے الفاظ سے بھی یہ ثابت ہے کہ سماع حرام
ہونے کی بابت کوئی نص صریح یا صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی جو حدیثیں

بیان کی جاتی ہیں وہ موضوع یا مطعون یا ضعیف ہیں (بحوالہ مدارج النبوة)

مگر بعض حضرات نے سماع کے حرام ہونے پر جو دلیل پیش کی ہے وہ پارہ ۲ سورہ لقمان کی یہ آیت ہے :

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَوِي لَهْوَ الْحَدِيثِ يَظُنُّ أَنَّ سَبِيلَ اللَّهِ بَغِيرَ عِلْمِهِ (۱۱۱)۔ یعنی بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ہنسی کھیل کی بات کو اختیار کر لیتے ہیں تاکہ علم کے بغیر خدا کے راستے سے گمراہ کر دیں اور اُسے ہنسی بنائیں تو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

عدم جوازِ سماع پر یہ آیت کوئی قطعی حجت نہیں ہے کیوں کہ اس کا شانِ نزول ہی دوسرا ہے۔ بلکہ سیدھے سادھے ترجمہ سے

تو نتیجتاً یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ کھیل کود کی بات اختیار تو کی جا سکتی ہے جب کہ دین میں اس سے کوئی گمراہی پیدا نہ ہو۔ اور نہ آیاتِ الہی سے تمسخر ہو گیا لہو الحدیث صرف تفریح طبع کے لئے رہے چنانچہ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”لہو“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ یعنی اس سے یہ پتہ چلا کہ اگر ”لہو الحدیث“ حرام ہی ہے تو پھر یہ ”حدیث لہو“ کیوں ہے جیسا کہ بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انصار کی قوم میں ایک عورت بیاہی گئی تو آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ”کیا تمہارا پاس ”لہو“ نہیں ہے کیوں کہ انصار کو ”لہو“ اچھا معلوم ہوتا ہے دیہات

”لہو“ سے مراد وہ گانا ہے جس میں دف بھی بجایا جائے، یہاں اس واقعہ

سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حضور صلعم نہ خستِ سماع و لغتہ عطا فرما رہے ہیں اور اس طرف یاد دہانی بھی فرما رہے ہیں۔

اس پر بھی اگر کسی کو اپنی بد ذوقی کی سلامت ردی پکنا نہ ہو تو اور بات ہے البتہ وہ مقدس نفوس جنہوں نے اپنی کسی خاص مصلحت سے سماع نہ سنا ہے تو یہ ان کے رموز باطن ہیں جن پر ہماری دسترس نہیں۔ مگر صحابہ کے دور میں عشرہ مبشرہ کا بڑا حصہ یعنی خلفائے راشدین اور حضرت ابو عبیدہؓ، ابن الجراح، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے علاوہ حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ وغیرہ اصحاب کرام کا گانا سنا ثابت ہے جیسا کہ علامہ ابن جوزی نے سیرۃ النبیؐ میں حضرت عمرؓ کے گانا سننے کا واقعہ بیان کیا ہے۔

کتاب احقاق السماع میں مولانا عبدالباری فرنگی محل نے گانا سننے والوں میں جن صحابہ و تابعین کے نام دیئے ہیں ان میں مشہور تابعی حضرت قاضی شریح بھی شامل ہیں۔

صحابہ کے نام تقریباً اوپر بیان کئے جا چکے ہیں حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی آئمہ اربعہ کے سماع سننے کے واقعات مدارج النبوت میں تحریر کئے ہیں چنانچہ حضرت امام شافعی کے تعلق سے لکھا ہے کہ آپ راگ سننے کو جائز مانتے تھے۔ حضرت امام احمد حنبلؒ کے متعلق لکھا ہے کہ

آپ نے اپنے صاحبزادہ صالح کے یہاں ان سے پوشیدہ ہو کر جب وہ گنا سن رہے تھے، گنا سن رہے۔ چنانچہ حضرت امام کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ مجھے پانوں کی آسٹ معلوم ہوئی میں بالاخانہ پر پہنچا دیکھا تو والد تشریف رکھتے ہیں اور وہاں سے گنا سن رہے ہیں اور بغاوت کے بیٹے دامن دبا ہوا ہے پھر ٹہلنے لگے اس طرح کہ گویا وجد میں ہیں۔ (بحوالہ مذکور)

حضرت امام مالکؒ کے تعلق سے لکھا ہے کہ ”ابراہیم بن سعید بیان کرتے ہیں کہ کسی کے یہاں دعوت تھی وہاں تقریب میں بہت سے بلجے تھے گنا ہو رہا تھا حضرت امام مالک دف بجارہے تھے اور گنا رہے تھے۔

بات یہ ہے کہ یہ ذوق ہی کچھ ایسا ہے کہ اس سے مفر ذرا مشکل ہی ہے اور جو بزرگانِ دین اس خصوص میں محتاط رہے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل اپنے جذبات کو اندر ہی اندر دبائے ہوئے تھے کہ نہیں ان کی تقلید میں لوگ سماع کے حدِ جواز سے متجاوز نہ ہو جائیں ورنہ نفسِ سماع سے محض نظر یا صرف انکار کسی بھی بزرگ سے ثابت نہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی التکشف کے ص ۳۹ پر سماعِ چشتیہ کے تحت عنوان دومِ شیش اور ان کا ترجمہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ”اہل حق کے دلوں گروہ اہل سماع وغیر اہل سماع کے ان دونوں عمل کا منشاء صحیح ہے ایک پر شوق غلبہ ہے دوسرے پر احتیاط کا غلبہ۔ جب تفریحِ اسماعِ جسمیہ ایک درجہ تک

مرحض ہے تفریحِ اسماع روحیہ کسی درجہ تک کیوں نہ مازوں ہوگی۔“

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس کے جذبات میں سماع سے
تحریک نہ ہو وہ ناقص ہے اور روحانیت سے دور ہے (احیاء العلوم)
اور جو صوفیا کہ سماع کی تائید میں ہیں ان کا کیا کہنا کہ اصل میں سارا
طوفانِ لغو تو ان ہی کے مجرورِ وجود سے ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں کہ سماع کی روح رواں ہیں ان کے
علاوہ شیوخِ سلاسلِ قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، سب ہی جوازِ سماع
پر سکتے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم دستگیرؒ کے تعلق سے بھی بعض حوالوں
سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اس خصوص میں بنی بنی نہ ہے ہیں اور ویسے
آپ جس مذہب امام کے پیرو ہیں وہ خود بھی گاماسن چکے ہیں۔ یہاں نہیں
بلکہ مسند میں آپ نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ
جبشی حضورِ مسلم کے سامنے دف بجاتے، رقص کرتے اور گاتے تھے
کہ ”محمد (مسلم)، خدا کا اچھا بندہ ہے۔“

اسی طرح اور جن لوگوں نے سماع میں احتیاط برتتا ہے تو اس سے بھی
کسی طرح انکار مراد نہیں ہو سکتا۔ حضرت بنیغدادیؒ سے جب کسی نے
گمانا سننے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:
”کس سے سنو اور کس کے ساتھ سنو“

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی بھی اسی طرح کسی کے استفسار پر جواب دیتے ہیں: "نہ انکار می کنم و نہ این کار می کنم"

اور حضرت شیخ شہاب الدین ہروردیؒ فرماتے ہیں کہ "السمع رسول الحق" یعنی سماع خدا کا قاصد ہے۔

حضرت شیخ اکبر علی الدین عربیؒ فرماتے ہیں کہ سماع کے حرام ہونے کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے۔ اگر موقع سے سننا پڑے تو سن لینا جائز ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں "سمع و وجد جماعت را نافع است کہ بتقلب احوال مستصف اند"..... ہر زمان بحد و سماع ایشان را عروج بمنزل قرب میسر میشود" و مکتوب جلد اول

ان حضرات صوفیہ کے بعد اب فقہاء کا قول فیصل بھی جواز سماع کے حق میں ہے۔ مولانا محمد والدین صاحب قاموس تے سفر السعادت میں لکھا ہے کہ "در باب ذم سماع حدیث صحیح وارد نہ شد" یعنی منع سماع پر کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے کتاب دستور الفقہاء، فتاویٰ فقہ حنفیہ میں قاضی ابن رشید تبریزی نے لکھا ہے "من انکر السماع مجملًا فقد انکر علی تبیین مدیقًا"

مشہور فاضل محمد امام ابن حزم نے صرف سماع بلکہ مزامیر کو بھی جائز و مباح

بتایا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فتاویٰ وسیلۃ النجاة میں لکھا ہے "جواب سوال ثامن آنکہ قال السرخسی فی البدیع والسمع فی اوقات السرور تاکید السرور مباح ان کان ذالک السرور مباحاً کالغناء فی ایام العبد و فی العروسی و فی وقت مجئ الغائب و وقت الولیم والعقبۃ العقیقۃ وعند الولادة

جوازِ سماع پر اس قدر کثرتِ شواہد کے بعد مزید کچھ لکھنا مناسب نہیں ہے اور جب کہ خود حضور صلعم کے اسی عمل پر فقہاء محدثین و علمائے شریعت نے اسے مباح قرار دیا اور آئمہ مذاہب نے بھی کبھی کبھی عملاً سماع سن کر اتباعِ سنت کا

حق ادا فرمایا اور خود صحابہ کرام جن کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے وہ بھی اس مشغلہ لطیف کی طرف مائل رہے ہیں چنانچہ نسائی میں ہے "ابن کعب رضی اللہ عنہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ لڑکیوں کا گانا سن رہے تھے کہ تنے میں عامر بن سعید تابعی آگئے اور انہوں نے کہا کہ "آپ اصحاب بدر اور یہ گانا" انہوں نے کہا تمہارا جی چاہے تو تم بیٹھ کر سنو رسول اللہ

صلعم نے تو شادی بیاہ کے موقع پر ہم کو اس کی اجازت دی ہے یہاں اس واقعہ میں اصحاب بدر کا بوقتِ سماع ایک تابعی کے اعتراض پر جواب دینا اور اسی مشغل

کو جاری نہ لکھنا جوازِ سماع پر کھلی دلیل ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ آیا سماع میں مزامیر

کا استعمال جائز ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور صلعم نے ابو موسیٰ استعری کے شعر پڑھنے پر فرمایا ہے "لقد اوتیٰ ہذا مزماراً من مزامیر ال

داؤد" جب ابی موسیٰ کو معلوم ہوا تو انہوں نے عرض کیا کہ "یہ معلوم ہوتا کہ آپ سنتے ہیں تو میں داؤد کو خوب ہی بنا کر پڑھتا" ایک اور حدیث میں ہے کہ یہی

آل داؤد کی مزار عطا کی گئی ہے (بخاری)

لہذا مزمار کا جواز بھی اس حدیث سے ثابت ہو چکا اس کے علاوہ حضور

کا دف پر گانا سنا بھی ثابت ہی ہے اس لحاظ سے کسی ساز یا آکٹو پر گانا سننے کی اصل ثابت ہو ہی گئی پھر اگر آج موجودہ سازوں پر گانا سنا جائے تو کب نا جائز

ہو کہ اس دورِ ترقی میں بہت سی پرانی چیزوں نے نیا روپ لے ہی لیا ہے جیسے کھلے

زمانے کے چراغوں کی جگہ اب برقی قہقروں اور ٹیوب لائٹس وغیرہ نے لے لی ہے اور پچھلے زمانے کی سواریوں جیسے ہاتھی اونٹ گدھے اور گھوڑا گاڑیوں کی جگہ اب ریل سائیکل موٹر اور ہوائی جہاز نے لے لی ہے اس پر بھی اگر کسی کا ذوق طبعی آباؤ اجدادی ہو تو وہ موٹر جیسی تیز شاندار اور عزت دار سواری کو چھوڑ کر بخوشی گدھے کی پیٹھ پر لد سکتا ہے یہ اس کے حصہ کی بات ہے لہذا ما کسبت وعلیہا ما اکسبت اور جو ہوائی جہاز اور موٹر جیسی چیزوں کا طلب گار ہے تو اس کیلئے خدا کا ارشاد یہ ہے "لنضرب رحمتا من نشاء ولا نصیع اجر المحسنین" (۱) یعنی ہم جس پر چلتے ہیں اپنی رحمت سے حصہ دیتے ہیں ہم اچھے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ پس اگر آج دف کی جگہ دوسرے ساز ظہور پا چکے ہوں تو ان کے امتناع پر کون سی نص قطع ہے فرض نفسی سماع و مزامیر کے عدم جواز پر کوئی حجت ماطع نہیں ہے بلکہ نہ سننے میں مخالفت سنت کا احتمال ہے بشرطیکہ نیت پانچ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص دف کے ساتھ گانا سننے کو حرام سمجھے اس نے آنحضرتؐ کے فعل سے انکار کیا (ایضاً العلوم) بات تو یہ ہے کہ خوش آوازی اللہ کو پسند ہے۔ حق تعالیٰ جو خالقِ صوتیات ہیں اچھی اور بری آواز کا امتیاز کر رہے ہیں۔ "ان انکر الا صوات لصوت الحمیر" (۲) یعنی آوازوں میں سب سے ناپسند آواز حقیقت میں گدھے کی ہے۔ پس اسی آیت پر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آواز کی کیا اہمیت ہے اور حکم رسالتؐ ابھی ہے کہ قرآن کو اپنی خوش آوازی سے زینت دو (ابن ماجہ)۔ حدیث کے اس ارشاد کی روشنی میں اگر سماع میں خوش آوازی کو بڑھانے اور اس میں صمت و اعتدال کو برقرار رکھنے کے لئے مزامیر یا ساز کا استعمال بطور امداد تاکید کیا جائے تو کیا قباحت ہوگی۔ یہ تو خیر استعمالِ مزامیر پر ایک عقلی دلیل تھی لیکن خود حضورؐ کا ارشاد ہے کہ

• حلال اور حرام کا فرق دف اور آواز سے ہوتا۔ (ترمذی) یہاں حلال و حرام سے نکاح و زنا مراد ہے مطلب یہ ہے کہ بوقع شادی بیاہ اس کا استعمال جائز ہے تاکہ لوگوں کو شادی کی تقریب کا پتہ چل جائے مگر لفظی معنی کے اعتبار سے اس حدیث کا استفادہ عام ہو جاتا ہے کہ جہاں بھی گانا بجانا ہو گا لوگ اس کی نوعیت سے لچھے برے کا امتیاز خود ہی کر لیں گے۔ مثال کے طور پر اگر کسی بیاہ کی تقریب میں مردانہ محفل میں کسی عورت کا گانا ہونے لگے تو قریب ہو پنچ کر سننے والا اتنا تو جان ہی لے گا کہ یہاں ایک جائز کام کے ساتھ ناجائز فعل بھی ہو رہا ہے۔ حالانکہ یہ اعتبار حدیث حلال و حرام کے امتیاز کے لئے گانا رکھا گیا ہے لیکن جب اس کی نوعیت اصل کے باسکل برعکس ہو گئی ہو تو وہ قطعاً ناجائز ہے اور موجب گناہ ہے اور اس لحاظ سے حلال و حرام میں امتیاز کرنے والا گانا بھی حرام ہی ہوا لہذا اس سے معلوم ہوا کہ وہ گانا جو حدود و جواز اور محل جواز میں ہو اور اس میں خدا اور رسول کے تعلق سے حمد و ثناء و منقبت یا ایسی غزلیں ہوں جن میں بزرگوں سے نسبت و عقیدت کا اظہار اور تصوف کا بیان ہو تو خطہ روحانی کے لئے بطور لہو المحرث جائز ہے اور اس طرح یہ لہو المحرث ان کے حق میں ایک ایسی احسن حدیث ہو جاتی ہے کہ جنس میں تکرار الفاظ و معانی کی وجہ سے ان پر ایسا عالم وجد کیفیت طاری رہتا ہے کہ روح میں بالیدگی اور قلب میں خشیت پیدا ہو جاتی ہے قرآن شریف ہے اللہ انزل احسن الحدیث کتاباً متشابہاً مثالی تقشع منه جلود الذین یخشون و بہم تفر تلبین جلودہم و تلو بہم الی ذکر اللہ ۲۱ یعنی اللہ نے ایک ایسی اچھی بات نازل فرمائی ہے جو کتاب ہے بار بار دہرائی جانے والی کہ اس سے ان لوگوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے خشیت رکھتے ہیں اور اللہ کے ذکر کی وجہ سے ان میں جب قلبی

اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے اس لئے کہ یہاں سننے والوں کی نظر کسی ساز کی لئے پر نہیں بلکہ اس معنی راز در راز پر ہوتی ہے جو حرف و صوت میں چھپے ہوئے ہیں اور اس طرح ان کی نگاہ حدود ساز و صدا سے بہت دُور نکل جاتی ہے اور ان کا ذوق سماع اسی معراج کمال پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ مولانا رام کے الفاظ میں بوقت سماع جنت کے دروازوں کے کھلنے کی آواز کو سن پاتے ہیں کیونکہ ”پتھر کی رگڑ سے جس طرح چنگاری ظاہر ہوتی ہے اسی طرح موزوں اور اچھی آواز دل کے بھیدوں کو حرکت میں لاتی ہے“ (امام غزالیؒ) پس اگر ان اعتبارات کے ساتھ سماع ہو تو وہ جائز ہے ورنہ عام جلسوں میں کثیر الجمع عرسوں یا دیگر تقاریب میں کھلے طور پر سماع اس لئے مناسب نہیں ہے کہ اس میں لوگ کھیل تماشوں کی غرض سے شریک ہوتے ہیں آداب و شرائط سماع ملحوظ نہیں ہوتے اس لئے من مانے طور پر آتے بیٹھتے اور جاتے ہیں نہ صاحب مجلس ہی با وضو ہوتے ہیں اور نہ اکثر سامعین و گانے والے ہی با طہارت ہوتے ہیں۔ بالعموم جو سماع یا قوالی عرس کے موقع پر ہوتی ہے قوال پسند عوام کو ملحوظ نہ لکھتا ہے خود اسے بھی حمد و منقبت و تصوف کے مضامین سے کوئی غرض نہیں ہوتی بلکہ آج کل تو شاعری کی طرح قوالی میں بھی سیاسی رنگ آچکا ہے یا اگر کسی صاحب مزار و بزرگ کی عقیدت میں قوال گاتا بھی ہے تو اس میں تناغلو ہو جاتا ہے کہ صاحب مزار کو لغو ذب اللہ خدا کا شریک بنا دیا جاتا ہے لہذا عرسوں کو سجادگان، مشائخانی یا متولیانِ درگاہ اور ان کی عام موجودگی میں مجلس وقف کے اراکین کو چاہیے کہ وہ ایسی محفل سماع کو قطعاً رواج نہ دیں کہ اس میں معصیت ہی معصیت اور شر ہی شر ہے۔ اور وہ سماع بھی ناجائز ہے جہاں بجائے کثیر اہل طریقت کے اکثر اہل استدراء اہل غرور و شریک اور ایسے ہی خضوھی لوگوں کیساتھ سماع کا ڈرامہ اُسی طرح ہوتا ہے جہاں نہ گانے والا سمجھ سکے وہ کیا پڑھ رہا ہے اور نہ سننے والے اور صاحبِ محفل ہا

جان سکیں کہ اس میں کیا رموز پنہاں ہیں جن سے آج ہم بد نصیب فہم محروم ہیں البتہ ایسے مواقع پر خصوصی محفل منعقد ہو جہاں حسب شرائط سماع مناسب رہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرید اپنے مرشد کیساتھ محفل سماع میں گانا سنے تو اس کو جائز ہے اس لئے حضورؐ کا ارشاد ہے وہ ایسی جماعت ہے کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا۔ اور جب سب ہم مشرب اور اہل طریقت جمع ہوں تو وہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے الفاظ میں تفریح اسماع روحیہ کیلئے کچھ دیر گزار دیں تو جائز ہے۔

بدعاتِ سیئہ

وَمَنْ جَاءَ بِالسِّيَةِ فَلَا يَجْزِي إِلَّا مِثْلُهَا وَهَمَّ لَا يَطْلَعُونَ (یعنی جو برائی کرتا ہے تو اسے صرف اسی کے موافق سزا دی جاتی ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ ذیل میں علامتہ المسلمین کے ان اعمال کی فہرست دی جاتی ہے جو بدعتِ سیئہ اور ضلالہ کی تعریف میں داخل ہیں کہ انکار کرنا موجب گناہ اور معصیت ہے :

شادی کا اقبال بآبی جی صحنک سے کرنا بچوں کے سروں پر کسی بزرگ کے نام سے چوٹی چھوڑنا، حاجیوں اور دکھا دہن کو امام ضامن باندھنا، جلوہ کی رسم سرنا، علم لغزیہ، شدے، بونجے، حضرت محبوب سبحانیؒ کے نام کے تھبڑے، حضرت خواجہ صاحب کے نام سے چھلے قائم کرنا، محرم میں فقیر بنانا، دس محرم تک گوشت نہ کھانا، ان دونوں دین کو الگ رکھنا، ماہِ صفر کو محسوس سمجھنا، آخری چار شینہ منانا، حضرت امام جعفر صادقؑ کی ماتمہ میں کھیر پوریاں، کوندے ہی کو ضروری سمجھنا، اور ان چیزوں کو گھروں سے باہر نہ لکانا، قبر میں قرآن یا عہد نامہ رکھنا، عرس رسوم کے ساتھ کرنا، قبر پر صندوق مالی کرنا، قبر کو غسل دینا، غلاف چڑھانا، عرضی باندھنا، قبر کا طواف کرنا، قبر کو سجدہ کرنا، قبر کو چومنا، پائین قبر پر سر رکھنا، بھولے چڑھانا، درگا ہوں میں ٹرکیوں یا عورتوں کا نہانا، مزار پر

قوالی کرنا، عرس میں سینا بازار یا میلہ کرنا، صندل اور مالیدے کی کشتیاں سروں پر رکھ کر
 شامیانے اور باجوں گاجوں کیساتھ جانا، عرسوں میں آتش بازی، مشاعروں اور سپورٹس
 وغیرہ کا اہتمام کرنا کسی جلسہ عرس کا افتتاح کسی غیر مسلم کے ہاتھوں کرنا، ساجتی، منہدی
 مانجھے کی رسمی کرنا گھوڑے جوڑے سے کمر کا ٹھہراؤ بعض مقامات پر آٹا مبارک کو باقلہ
 غسل دینا، درگا ہوں پر دیلمیز یا زنجیر کو بوسہ دینا حضرت محبوب سبحانی کے نام سے منہدی کا
 اٹھانا کسی امر جائز مباح اور مستحبہ کو لازمی اور ضروری قرار دینا جیسے ہر نماز کے بعد ناکہ
 پڑھنا یا رصافہ کرنا وغیرہ۔

حرفِ آخر

خاتمہ کتاب پر چند باتیں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ملفوظات سے حرفِ آخر کے طور پر
 پیش کی جاتی ہیں تاکہ مستحجہ اعمال امور مباحات اور بدعت حسنہ کو اچھی طرح سمجھ لیا جاسکے
 یہ ملفوظات "کتاب الافاضات الیومیۃ" سے ماخوذ ہیں ملاحظہ ہوں :

حقیقتِ بدعت "بدعت کی حقیقت تو یہ ہے کہ اس کو دین سمجھ کر اختیار کرے اگر معالجہ

سمجھ کر اختیار کرے تو بدعت کیسے ہو سکتا ہے پس ایک احداث للدین ہے اور ایک احداث
فی الدین ہے۔ احداث للدین معاً سنت ہے اور احداث فی الدین بدعت ہے یہ کیا ضروری
 ہے کہ جو آپ کے فتوے میں بدعت ہے وہ عند اللہ بھی بدعت ہو یا تو علمی حدود کے اعتبار سے
 ہے، باقی عشاق کی ترشان ہی جدا ہوتی ہے ان کے اوپر اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔

خصوص میں جب کہ حالتِ غلبہ کی وجہ سے وہ معذور بھی ہوں مگر ایسا ہر وقت نہیں ہوتا
 اسی لئے دیکھنا یہ ہے عادتِ غالبہ کیا ہے اگر عادتِ غالبہ اتباعِ سنت ہے اور پھر غلبہ
 حال کی وجہ سے کوئی ایسی بات بھی ہو جائے کہ جو بظاہر لغزش سمجھی جاسکے اس میں تاویل
 کریں گے اور اگر عادتِ غالبہ خلافِ سنت ہے وہاں تاویل نہ کریں گے معیار یہ ہے

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد ہر عمل را دید و در خانہ نہ شد
ما اگر قلاش دگر دیوانہ ایم مست آن ساقی و آن پیما نہ ایم
ایسے بدعتیوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ جنت میں پہلے داخل کئے جائیں گے اور لوگ

پچھے جائیں گے؟ چنانچہ اسی دیوانگی و محبت میں بے ساختہ حضرت موصوف سے یہ باتیں بھی تعظیم آثار مبارک کے تعلق سے نکلی ہی گئیں کہ دل کا حال کسی طرح چھپائے نہیں چھپ سکتا۔ فرماتے ہیں "بعض جگہ اس کی رسم ہے کہ جبہ شریف آنحضرتؐ کے ہمراہ لوگ ننگے سر اور پا برہنہ پھرتے ہیں اس سے عوام کے عقائد بگڑ جانے کا اور غلو کا اندیشہ ہے ورنہ وہ اپنی ذات میں ایسی بزرگ و محترم چیز ہے کہ سر کے بل چلنا بھی کم ہے۔ مگر ایسی باتیں انتظامِ شریعت کے خلاف ہیں لہذا اجتناب ضروری ہے۔"

غرضی وہ امور جن کا تعلق اعمالِ دینی میں بالواسطہ قرب ہو اور ان کی اصل بھی کتاب و سنت سے ثابت ہو تو ان کی انادیت، اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اس لیے ایسے اعمالِ صالحہ کو بدعتِ حسنہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے یا حضرت مولانا ماسم نانوتوی کے الفاظ میں اس بدعت کو ملحق بہ سنت بھی کہا جاسکتا ہے وچوالہ سوانح عمری حضرت مولانا ماسم نانوتوی مرتبہ مولانا مناظر حسن گیلانی، چنانچہ حضرت موصوف کے تعلق سے مرتب کتاب کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ بھی زیارتِ قبور، توسلِ میلاد وغیرہ کے جواز پر ساکت تھے اور کبھی کبھی عمل بھی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اعمالِ تصوف پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے کہ "عادۃً بدوں معالجہ بدنی کے جیسے ظاہر زندگی مشکل ہے ایسے ہی باطنی زندگی بھی بدوں باطنی معالجہ کے دشوار ہے اس معالجہ کے حقد ر طریق ہیں وہ سب تدابیر کا درجہ رکھتے ہیں خود قربات نہیں، ان تدابیر سے داعی الی الشر کو منکسر کرنا اور مطیع بنانا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب بتلائے

ان کے متعلق کیا اعتراض رہا کیا جو چیزیں داعی الی الشر نہیں ان کے توڑنے اور کم کرنے کی ضرورت نہیں ان تدابیر کو خود بلا واسطہ قرب میں دخل نہیں ہاں بالواسطہ قرب کے حساب ہیں سو ان کو عبادت مقصودہ سمجھنا بے شک درست ہے اور جو معالجہ کبھ کر کر سکتے ہیں کیسے ہو سکتا ہے اسکا مثال مہل کی سی ہے... الخ مستحبہ اعمال امور مباح بدعت حسنہ پر اس قدر توضیح کے بعد اب بدعت سیئہ کے تعلق سے بھی یہ بات واضح رہے کہ جس کی اصل کتاب و سنت سے نہ ہو وہ بدعت سیئہ ہے اور یہ اعمال قطعاً مشابہت پرستی اور شرک علی ہیں لیکن ایک عامی مسلمان کے نزدیک یہ اعمال کبھی داخل عقیدہ نہیں ہیں اسی لئے ایسے شخص کو کافر یا مشرک سمجھنا صحیح نہیں کیوں کہ وہ مرتکب گناہ کبیرہ ہو کر مستحق سزا و عذاب تو ضرور ہے لیکن خارج دین اسلام نہ ہونے کا وجہ سے بالآخر بہ اعتبار شفاعت محمدیہ عامل نجات فرد رہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس قسم کے اعمال عقائد میں مسلمان اپنے احدىٰ پن سے متبادرہ کر غلط دینِ میتین کو دھکا پہنچاتے رہیں نہ خود رکھیں نہ سمجھ دار لوگ ان کو روکیں کہ بے اعتبار قرآن کنتم خیر امتہ اخرت فلانسی تارون بالعرف و تمہون عن المنکر سب ہی مسلمان اچھے کاموں کے کرنے والے اور برے کاموں سے بچنے اور بچانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور بانصوص مشائخ اور علماء تو کبھی اس فرمن سے سبکدوش ہو ہی نہیں سکتے جیسا کہ قرآن کی تاکید ہے لولا ینہا ہم اربابینون والاحبار یعنی مشائخ اور علماء ایسے لوگوں کو کیوں نہیں منع کرتے غرض بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کے اس امتیاز کے بعد خدا صفا و عا کا ذکر کے بمقدار ہر صاحب فکر مسلمان کو آزاد کا خیال حاصل ہے۔

وما علینا الا البلاغ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

بعض اہم اقتباسات

ذیل میں ملک کے مشاہیر علماء کی تصانیف سے لئے گئے چند اہم اقتباسات پیش ہیں:

معیارِ حرام و حلال

صحیح حدیث میں وارد ہوا کہ ما احل الله فهو حلال وما حرام الله فهو حرام
وما سکت عنه فهو معافا (ابوداؤد) وغیرہ یعنی جن چیزوں کو خدا نے حلال فرما
دیا وہ حلال ہیں اور جن چیزوں کو حرام فرمادیا وہ حرام ہیں اور جن چیزوں سے سکوت
فرمایا وہ عفو و مباح ہیں۔ اسی نورانی حدیث کی روشنی میں اہل حق نے یا اصول دین
مقرر فرمایا کہ ہر چیز کی اصل اباحت و صحت ہے حرمت یا کراہت کھلے دلائل شرعی کی
ضرورت ہے چنانچہ علامہ علی مکی فرماتے ہیں۔ من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلہ
هو الصلحۃ الیٰ واما القول بالنساء والکراہۃ یتحتاج الیٰ حجتہ (انوار)
رضویا، یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت و درست و مباح ہونا ہے
ہاں البتہ کسی چیز کو حرام و مکروہ کہنے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے۔

اسی طرح مسلم الثبوت میں ہے: کل ما عدہ فیہ الحدیث الشرعی للجرع
فی فعلہ ترکہ فذلک عندہ شرعی العکم الشائع بالتخیر۔ ہر وہ مسئلہ
اسی کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کوئی دلیل شرعی نہ وارد ہو تو یہ دلیل شرعی کا نہ وارد
ہونا ہی اسی مسئلہ کے جائز و مباح ہونے کی دلیل شرعی ہوگا۔ حدیث مذکورہ اور تصریحات
ائمہ سے واضح ہو گیا کہ کسی چیز کے حلال و مباح ہونے کا دعویٰ کرنے والے سے دلیل طلب
کرنا جہالت و خطبہ ہے کیونکہ حلال و مباح کا دعویٰ کرنے والا اصل کا مدعی ہے اور ظاہر
ہے کہ کسی چیز کی علت اباحت ثابت کرنے کیلئے حکومت شرعیہ بھی محبت و دلیل ہے اس
کیلئے اور کسی دلیل شرعی کی کیا حاجت ہے؟ ہاں البتہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ بتانے والا

دلیل پیش کرنا لازم ہے وہ بتائے کہ شریعت نے کہاں اس کو حرام و مکروہ بتایا ہے؟ علامہ عبد الغنی نابلسیؒ نے اپنے رسالہ ”الصلاح بین الاخوان“ میں فرمایا ویسے الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ قلعے باثبات المحرمۃ الکراہۃ الدین لاسد لہما من دلیل بل فی الاباحۃ التی الہی الامور فانادات رضویہ، اس میں کوئی احتیاط نہیں ہے کہ کسی چیز دمنون عند کو حرام و مکروہ بنا کر خدا پر تہمت رکھو کیوں کہ کسی چیز کو حرام و مکروہ کہنے کے لئے دلیل ضروری ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اس چیز کو مباح کہو کیوں کہ تمام چیزوں کی اصل مباح ہونے سے۔

قاعدہ مذکور بالا قلت و تربیت کے معرفت کی بہترین کسوٹی ہے۔
تصویر شیخ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک مکتوب سے

○ بلا تکلف تصویر شیخ کا حاصل ہو جائیہ پیر و مرید کے درمیان کامل مناسبت کی نشانی ہے جو فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ و سبب ہے اور رسائی کا کوئی راستہ اس سے زیادہ نزدیک کا نہیں۔

○ حضرت خواجہ احمد اقبالؒ نے فقرات میں ارشاد فرمایا کہ

”پیر کا سایہ ذکر الہی سے بڑھکے“ (مکتوبات جلد سوم، مکتوب ۱۸۷) بھی
○ ”اگر ذکر کے وقت پیر کی صورت بے تکلف ظاہر ہو جائے تو اس کو طلب کے اندر لے جانا چاہیے اور دل میں محفوظ رکھ کر ذکر کرنا چاہیے۔ کیا تو چاہتا ہے پیر کون ہے؟“
”پیر وہ ہے کہ تو جناب باری جل شانہ تک پہنچنے کا راستہ اس سے حاصل کرتا ہے اور اس راہ میں تو اس کی امداد استعانت پاتا ہے۔“ (مکتوبات ۱۹۰)

○ اذا غاب الشیخ عنہ یجعل صریقہ بین عینیہ بوصف المعبۃ والتعلیم

تفتید صورتہ ما تفتید صورتہ ما تفتید صحبتہ جب پیر موجود نہ ہو تو اس کی صورت کا اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبت و تعظیم کے ساتھ خیال جملے تو اس کی صورت سے وہی فائدہ پہنچے گا جو اس کی صحبت سے پہنچتا ہے :

القول الجلیل : مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

ایصالِ ثواب یا فاتحہ

○ وفي دعاء الاحياء للماتوات وصدقته عنهم نفع خلافا للمحتولة
 زندہ لوگ اگر مردوں کے لئے دعا کریں یا مردوں کی طرف سے صدقہ کریں تو اس سے
 مردوں کو نفع پہنچتا ہے اور اس مسئلہ میں صرف معتزلہ کا اختلاف ہے (شرح عقائد نفسیہ)
 ○ ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة كان او صوما او صدقة
 اور غیرہا عند اهل السنة والجماعة ، ہر انسان کیلئے یقیناً یہ جائز ہے کہ وہ کل کا
 ثواب کسی غیر کو بخش دے نماز ہو یا روزہ صدقہ ہو یا اس کے علاوہ یہی اہل سنت و
 جماعت کا مذہب ہے (ہدایہ ص ۲۹۳ الفیر)

طریقہ فاتحہ

کتاب التشریف تالیف حضرت اشرف علی تھانوی کا اقتباس ۔

○ استفسار پر فرمایا کہ قبر پر فاتحہ پڑھنے میں چند سورتیں جن کی خاص فضیلتیں آئی
 ہیں ان کو پڑھتا ہوں مثلاً الحمد للہ ، قل ہو اللہ احد ، اکثر بارہ مرتبہ کیونکہ ایک روایت
 میں بارہ مرتبہ پڑھنے کی خاص فضیلت آئی ہے الھکم الشاکر ، اذالۃ قل یا ایہا
 الکافرون ، قل اعوذ برب الفلق ، قل اعوذ برب الاناس ، سورہ ملک ، سورہ یسین
 یہ فرمایا کہ قبلہ کی طرف پشت کر کے فاتحہ پڑھنا چاہیے تاکہ مردہ کا مراجعہ ہو جائے
 ایک صاحب نے عرض کیا کہ قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنے میں کیا مصلحت ہے جہاں سے

پا ہے ثواب پہنچا یا جاسکتا۔ فرمایا ایک تو یہ کہ قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنے سے علاوہ ایصالِ ثواب کے خود پڑھنے والے کو
 نادرہ ہوتا ہے کہ وہاں استحضارِ موت کا زیادہ ہوتا ہے دوسرے باطنی مصلحتوں پر ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا
 خدا ہستہ پڑھا جائے یا زور سے حق تعالیٰ مردہ کو آواز پہنچا دیتے ہیں یہ بات اولیاء کے
 ساتھ خاص نہیں بلکہ عام مسلمین بھی سنتے ہیں کیوں کہ مرنے کے بعد روح میں بہ نسبت
 حیات کے کسی قدر ایک اطلاقی کی شان پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا ادراک بڑھ جاتا ہے
 مگر نہ اتنا کہ کوئی ان کو حاضر ناظر سمجھنے لگے تیسرے یہ بھی ہے کہ ذکر کے انوار جو
 پھیلتے ہیں اس سے بھی مردہ کو راحت پہنچتی ہے ص ۱۹۸
 ۸۲۱

تخصیصِ فاتحہ

فرمایا کہ ادب یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر علیحدہ بھی حضور ﷺ کی روح مبارک کو
 ثواب بخش دیا کرے خواہ کچھ زیادہ ہمت نہ ہو مثلاً تین بار قل ہو اللہ پڑھے ایک
 کلام مجید کا ثواب پہنچ جائے گا دھیرا پنا معمول بیان فرمایا، کہ یہ جو کچھ روزمرہ پڑھتا
 ہوں اس کا ثواب حضور کو اور تمام انبیاء صلحا و عام مسلمین و مسلمات کو جو مر چکے
 یا موجود ہیں آئندہ پیدا ہوں سب کو بخش دیتا ہوں۔۔۔۔۔ اور کسی خاص موقع پر کسی خاص
 مرد کے لیے بھی کچھ پڑھ کر علیحدہ بخش دیتا ہوں ص ۸۲۳

در مختار میں یہ سلسلہ ایصالِ ثواب باب الدفن میں ہے وفي الحديث من
 قوع الاخلاص۔۔۔ الخ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے
 پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

شامی میں ہے ولقرو من القرآن ما تيسر۔۔۔ الخ یعنی جو ممکن ہو قرآن پڑھے
 سورہ فاتحہ بقرہ کی اولی آیات آیتہ الکرسی آمن الرسول، سورہ یسین، جو کچھ میں نے
 پڑھا اس کا ثواب غلام یا غلام کو پہنچا دے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ جس کھانے پر حضرت امام حسنؑ امام حسینؑ کے لئے ایصالِ ثواب کیا جائے اس پر قتل، ناتختہ اور درود پڑھا باعثِ برکت ہے اور اس کھانا بہت اچھا ہے (فتاویٰ عزیزیہ ص ۵۷) نیز اسی کتاب کے ص ۴۲ میں لکھا ہے کہ اگر دورِ عدو مالیدہ کسی بزرگ کیلئے بہ قصدِ ایصالِ ثواب کھلایا تو جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے

میلادِ شریف

میلادِ شریف کرنا حضورؐ کی تعلیم ہے جبکہ وہ بری باتوں سے خالی ہو (تفسیر روح البیاء ص ۲۹ فتح) ہم کو حضورؐ کی ولادت پر اظہارِ تشکر کرنا مستحب ہے (امام سیوطی)

امام ابن جوزی بھی جوازِ میلاد کے قائل ہیں، فرماتے ہیں کہ میلادِ شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سالِ بھر اس کی برکت سے امن رہتا ہے اور اس میں مرادیں پوری ہونے کی خوشخبری بھی ہے حضرت مولانا حاجی امداد اللہ رحمت جو اکثر علماء اور باخسوس فضلاء دیوبند کے شیخِ طریقت ہیں، فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں: مشربِ فقیر کا یہ ہے کہ محفلِ مولودِ شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں

اہتمامِ عرس اور تعینِ تاریخ

تفسیر کبیر میں متعدد صحابہ سے مروی ہے کہ نبیؐ ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور قبروں کے پاس یوں فرماتے تھے: اے احد کے شہیدو تم پر سلام ہو کیوں کہ تم لوگوں نے صبر کیا ہے اور غلطے راشدین بھی یونہی کرتے تھے ظاہر ہے کہ نبیؐ مسلم اور غلطے راشدینؓ کا ایک تاریخِ معین پر شہداءِ احد کے مزاروں کی زیارت کیلئے تشریف لے جانا اور پھر بطریقِ تعین ہمیشہ اسی تاریخ پر جانا اور ان پر سلام پڑھنا اور ان کے لئے دعا کرنا بعینہ عرسِ مشائخ کا طریقہ ہے

اور حقیقت یہی عرس کی حقیقت بھی ہے جس کے جواز و استحسان پر خیر القرون سے آج تک تمام اہل سنت کا اتفاق ہے (معمولات الابرار)

* حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ مولانا جلال الدین کے موسومہ خط میں لکھتے ہیں ”پیروں کا عرس پیروں کے طریقے سے سماع اور صفائی کیساتھ جاری رکھیں۔“

* حضرت حاجی امداد اللہؒ فرماتے ہیں ”فیقر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیروں مرشد کی روح مبارک پر ایصال کرے تاہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور نگاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر حاضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے (فیصلہ ہفت مسئلہ)

* فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات : مولانا رشید احمد گنگوہیؒ متذکرہ تالیف کے صفحہ ۹۲ میں فرماتے ہیں ”اہل عرب سے معلوم ہوا کہ عرب شریف کے لوگ حضرت سید احمد بدویؒ کا عرس بہت دھوم سے کرتے ہیں خاص کر علمائے مدینہ منورہ حضرت امیر حمزہؒ کا عرس کرتے رہے جن کا نزار مقدس احد پیاد پر ہے غرض کہ دنیا بھر کے مسلمان خصوصاً اہل مدینہ عرس پر کار بند ہیں اور جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے۔“

دیوبندی حضرات مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا عبدالرشید گنگوہیؒ کے پیرو مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی مشہور تصنیف ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ میں لکھا ہوا ہے۔

”نفس ایصال ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں اس میں تخصیص و تعین

کو موقوف علیہ کا سمجھے یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقلید ہیئت کذا ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بہ مصلحت نماز میں سورہ فاص معنی کرنے کے فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے تو ہتجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے پھر فرماتے ہیں ”جیسے کہ نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موائفقت

قلب و زبان کیلئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اگر میرا زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب ملاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مثلاً الہیہ اگر رد و موجود ہو تو زیادہ استحصار قلب ہو کھانا رو برو لانے لگے کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعل ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس میں کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا تو جمع العبادتیں ہیں۔ پھر فرماتے ہیں ”گیارہویں حضرت غوث پاکؒ کی دسویں، بیسواں، چہارم، ششماہی سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبدالحق اور سہنی حضرت شاہ ابوالعلی قلندر اور حلوائے شب برات و دیگر طریق ثواب کے لیے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔“

زیارت قبور و اسرار

• حضرت حاجی امداد اللہؒ فرماتے ہیں ”تحقیق کا قول یہ ہے اگر شرائط جواز جمع ہوں اور عوارض مانع و قلع ہو جائیں تو جائز ہے ورنہ ناجائز“ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

زیارت قبور

• مقدمہ شامی میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مناقب میں حضرت امام شافعیؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ ”میں امام ابوحنیفہؒ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دور کھیتی پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس جا کر اللہ سے دعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہو جاتی ہے“ مندرجہ واقعہ سے زیارت قبور کیلئے سفر کرنا اور صاحب قبر سے برکت حاصل کرنا ثابت ہے۔

قدمبوکی

• مشکوٰۃ شریف باب المصافحہ والمخالقہ فصل ثانی میں ہے ”حضرت ذراع سے مروی ہے اور یہ وفد عبد القیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سوار یوں سے اترنے

میں جلدی کرنے لگے پس ہم حضور کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔

بوسۂ مزار

• شرح بخاری لابن حجر پارہ ششم ص ۵۱۱

”ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگانِ دین و غیر ہم کے برکات کا چومنا ثابت کیا ہے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضورؐ کی قبر انور چومنا کیسا فرمایا کوئی حرج نہیں اور ابن الصنف یحییٰ سے جو کہ مکہ کے علمائے شافعیہ میں سے ہیں منقول ہے قرآن کریم اور حدیث کے اوراق بزرگانِ دین کی قبریں چومنا جائز ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے نزدیک بھی بوسۂ مزارات اولیاء جائز ہے (بحوالہ توشیح)

تعظیم امار

• کتاب الخطر والابواب: ۵۲ مولانا رشید احمد گنگوہی۔ ”تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا

درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے“

• جس منبر پر حضورؐ خطبہ فرماتے تھے اسی پر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اپنا ہاتھ لگا کر منبر پر رکھتے تھے (بخاری شریف)

، مومنوں سے چومنا

• مولانا اشرف علی صاحب کا مشہور تالیف ”الکشف سے حدیث ”دوسروں کی تعظیم عن اسید

بن حنیفہ... ترجمہ حضرت اسید بن حنیفہ سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے خوش مزاج

تھے وہ ایک بار لوگوں میں ایک بکری جو آپ کے ہاتھ میں تھی دھکے سے، چھو دی وہ شخص ہنس لگے

کہ یا رسول اللہؐ مھکوبہ دیکھیے آپ نے فرمایا کہ بد اسے لو! انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے بدن پر کرتہ

اور میرے بدن پر کرتہ نہ تھا آپ نے قمیص مبارک بدن سے اٹھا دیا وہ شخص آپ کے پٹکے اور آپ کی

کوکھ کو بوسے دینے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ بس میرا تو یہ مراد ہے۔ روایت کیا اس کو

ابوداؤد نے تیسری متفرقات تقبیل بدینہ شیخ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مجاہدین کی عادت ہے

۱۲۱
 کہ پیر کے ہاتھ کو یا پاؤں کو یا پیشانی کو بوسہ دیتے ہیں اس کا بھی کچھ حرج نہیں البتہ اذن شرعی سے
 تجاوز نہ چاہیے۔ ص ۲۲

بوسہ قبور

مشہور عالم و فقیہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے ملفوظات میں ہے، روزے بہ تقریب
 عرس... الخ، ترجمہ، ایک دن تقریب عرس میں میرے بھائی حضرت شاہ عبدالقادرؒ والد
 ماجد کی قبر پر باوجود درمی مسافت پیدل تشریف لے گئے اور واپس سوار آئے۔ اور اپنے
 پیروں کی قبروں کو جو جد و پدر بھی تھے ہاتھ سے بوسہ دیا پھر آخر کتاب ص ۱۱۹ میں ہے۔
 "ارشاد شد کہ امروز... الخ" ارشاد ہوا کہ آج حدیث میں دیکھا ہے کہ حضرت ابوالیوبؒ جو
 ایک جلیل القدر صحابی ہیں حضورؐ کے روضہ مبارک پر اپنا منہ رکھ کر رو رہے تھے الحمد للہ علی
 ذالک جو فقہا ماں باپ اور شیخ کے مزارات کو چومنے سے منع کرتے ہیں، اسی دلیل سے سنا کہ
 "امام سبکیؒ نے دارالحدیث کے اس فرس پر اپنا منہ رکھا جسکو امام کے قدم نے مس کیا تھا (ماخوذ)

تحصیل برکات

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیمؓ رسول اللہ ﷺ کے ایک چمڑے کا بستر بچا
 دیا کرتی اور آپؐ (گاہ گاہ) ان کے گھر قیلولہ فرمایا کرتے دیہ آپؐ کی قریب کی کچھ رشتہ دار ہیں جب
 آپؐ سو کر اٹھتے تو اس بستر پر سے آپؐ کا پسینہ اور بال (جو سر وغیرہ کا ٹوٹ جاتا) جمع کر لیتی
 اور ایک شیشہ میں محفوظ رکھتی پھر اس کو مرکب خوشبو میں ملا تیں جب حضرت انسؓ جو کہ دام
 سلیمؓ کے صاحبزادے ہیں وفات قریب پہنچی تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ اس کے حنوط میں
 دجو کہ میت کے بدن اور کفن کو لگاتے ہیں اس مرکب خوشبو میں سے ملایا جائے (جس میں
 حضورؐ کا پسینہ مبارک تھا) روایت کیا اس کو بخاری، مسلم، نسائی نے تیسرے ص ۱۲۵

ف: رسم تحصیل برکات بزرگان دین کی تمس کی چیزوں کی رغبت اور اہتمام اور ان سے

۱۲۲
۲۲۹
یہ حاصل کرنا حیات اور موت میں بہ مقتضائے احادیث ثلثہ مشرغ اور ثابت ہے (التلشف ص ۲۲۹)

رسم تبرک

۲
التلشف ص ۲۲۹ سے ایک اور حوالہ۔ حضرت کیشہ انصاریؒ سے روایت ہے کہ پیغمبرؐ کے

پاؤں کے نیچے پانی اور ایک مشک ٹسکی ہوتی تھی اس کے منہ سے کھڑے ہو کر پانی پیا پس
میں اٹھی اور ناچہ کاٹ یا کہ دبر کے کھیلے اپنے پاس رکھوں گی۔ روایت کیا اس کو ترمذی
نے اور زرینی نے اتنا اور زیادہ کیا کہ میں نے اس چمڑے کا ایک چھوٹا سا مشکیزہ بنایا کہ
اس میں (برکت کے لئے) پانی پیا کرتی تھی (تیسرے ص ۱۹)۔ ف۔ رسم تبرک، بہ مستحبات
المناسخ میں نیز بزرگوں کا بدن منہ یا ہاتھ دنگا ہو مستعدین ان کو ترک سمجھتے ہیں
اس کا حدیث ہے اس کا صریح اثبات ہوتا ہے (ص ۳۶)

سماع چشتیہ

۳۹۶
التلشف ص ۳۹۶

حضرت عامر بن سعدؓ سے روایت ہے کہ میں ایک شادی میں حضرت قرظ بن کعبؓ
اور ابو مسعود انصاریؓ کے پاس گیا تو چند لڑکیاں گیت گاتی ہیں (جاریہ لغت میں نابالغ لڑکی
کو کہتے ہیں) میں نے کہا تم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو اور اہل بدر میں سے ہو اور باوجود
اس کے تمہارے سامنے یہ فعل ہوتا ہے؟ ان دونوں نے فرمایا کہ تمہارا جی چاہے سمجھو اور
تمہارا جی چاہے چلے جاؤ۔ ہم کو شادی میں ایسے لہو کی اجازت دی گئی ہے روایت کیا اس
کو نسائی نے، ف: عادیۃ سماع چشتیہ و شہلم و تبرک سماع نقشبندیہ و نحوہم "اہل حق کے
دونوں گروہ اہل سماع و غیر اہل سماع کے ان دونوں عمل کا منشاء صحیح ہے ایک پر شوق کا
غلبہ ہے دوسرے پر احتیاط کا غلبہ۔۔۔۔۔ جب تفریح سماع جسمیہ ایک درجہ تک مخصوص ہے
ہے تو تفریح سماع روحیہ کسی درجہ تک سیوں تا مازون ہوگی،

استعانت بالاولیاء

○ "حضرت امام غزالی نے فرمایا کہ جس سے مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے بعد ونا
بھی مدد مانگی جاسکتی ہے" (بحوالہ اشعۃ اللمعات باب زیارت قبور)
✽ مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی اپنے ترجمہ قرآن میں "ایمانستین کے
تحت فرماتے ہیں" ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الہی اور غیر مستقل سمجھ کر
استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ
ہی سے استعانت ہے۔

✽ امداد الفتاویٰ مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب کی جلد ۲ کتاب العقائد الکلام کے
صفحہ ۹۹ میں ہے جو استعانت و استمداد باعتبار عظم و قدرت، مستقل ہو وہ شرک ہے
اور جو باعتبار علم و قدرت، غیر مستقل ہو اور وہ عظم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو
جائے تو جائز ہے خواہ مستور بہ نہ ہو یا میت۔

آداب محبت

مولانا حسین احمد مدنی کی تالیف "الشہاب الثابت" کے چند اوراق

مدینہ کے راستے

✽ حضرت مولانا گنگوہی زبدۃ الناسک ۷۷۷ میں تحریر فرماتے ہیں اور جب مدینہ
منورہ کو چلے تو کثرت درود شریف راہ میں کرتا رہا ہے۔۔۔۔۔ جب عمارت وہاں نظر
آئے تو درود پڑھ کر کہ اللہم هذا حرہ بنیہ۔۔۔۔۔ الخ اور مستحب ہے کہ غسل
کرے یا وضو کرے اچھا باس پہنے نئے کپڑے ہوں تو بہتر چھپلے سے پیادہ ہونے خشوع
خضوع جس قدر ہو سکے فروگزشت نہ کرے اور عظمت مکان کی خیال کئے ہوئے
درود شریف پڑھا ہوا چلے، جب مدینہ منورہ میں داخل ہو کہے رب ادخلنی۔۔۔۔۔ الخ

ادب اور قلب حضور دعا اور درود شریف بہت پڑھے۔ وہاں جا بجا قدم رسول صلعم ہیں حضرت امام مالکؒ مدینہ منورہ میں سوار نہیں ہوتے تھے فرماتے تھے مجھے جیسا آتی ہے کہ سواری کے کھروں سے اس زمین کو پا مال کروں کہ جس میں جیب صلعم چلے پھرے ہوں اور بعد تحیۃ المسجد کے مسجدہ کرے اللہ نے یہ نعمت اس کے نصیب کی پھر روضہ کے پاس حاضر ہوا اور با ادب تمام خشوع کھڑا ہوا اور زیادہ قریب نہ ہوا اور دیوار کو ہاتھ نہ لگائے کہ محل ادب اور ہیبت ہے اور حضرت صلعم کی لمحہ شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے ہوئے تصور کرے اور کہے السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ اور بہت پکار کر نہ بولے آہستہ خضوع اور ادب سے بنی عرض کرے ۵۴۹

خاکِ طیبہ یا سرمہ چشم

○ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے یہاں تبرکات میں حجرہ مطہرہ بنویس کے غلاف ایک سبزے ٹیکڑا بھی تھا بروز جمعہ کبھی کبھی حاضرین و غلام کو جب ان تبرکات کی زیارت خود کرتے تھے۔ صند و قچہ اپنے دست مبارک سے کھولتے اور غلاف کو نکال کر اول اپنی آنکھوں سے لگاتے اور منہ سے چومتے تھے۔ مدینہ منورہ کی کھجوریں آتیں تو یہاں نہایت عظمت و حفاظت سے رکھی جاتیں اور اوقات مبارکہ متعددہ میں خود بھی استعمال فرماتے اور نہایت تعلیم و ادب سے اس طرح تقسیم فرماتے کہ گویا نعمت غیر مترقبہ اور آثارِ جنت ہاتھ آگئے ہیں۔ مدینہ منورہ کے کھجوروں کی گٹھلیاں نہایت حفاظت سے رکھتے لوگوں کو پھینکنے نہ دیتے اور نہ خود پھینکتے بلکہ کو ہاون دستہ میں گٹھا کر نوش فرماتے مثلاً چھائیوں کے لوگوں کو استعمال کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

ہولے مدینہ

بعض مخلصین نے کچھ کپڑے مدینہ منورہ سے خدمتِ اقدس میں تبرکات ارسال کئے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے تعظیم اور وقعت کی نظر سے ان کو دیکھا اور شرف قبول سے متنازع فرمایا۔ بعض طلباء حضار مجلس سے عرض بھی کیا کہ حضرت اس کپڑے میں کیا برکت حاصل ہوئی یورپ کا بنا ہوا ہے تاجر مدینہ لائے وہاں سے لوگ خریدے کوئی وجہ تبرک نہیں معلوم ہوئی حضرت نے شبہہ رد فرمایا کہ مدینہ منورہ کی اس کو ہوا تو لگی ہے اسی وجہ سے اس کو اعزاز و برکت حاصل ہے۔

قبر رسولؐ کے آگے

خود احقر مولانا حسین احمد مدنی نے مولانا رشید احمد سے سوال کیا کہ بعد چالیس روز کے جانی شریف میں اندرون حجۃ مطہرہ اہل مدینہ بچوں کو داخل کرتے ہیں اور خادم روئے مطہرہ اس کو لے جائے سامنے روئے اقدس کے قبلہ کی طرف کھڑا کر دیتا ہے اور دعا مانگتا ہے یہ فعل کیا ہے تو اپنے امتحان فرمایا اور پسند کیا: اشہاب ثابتؓ ۵۲-۵۴

سبز گنبد کا ادب

مولانا قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے تعلق سے بھی مولانا حسین احمد مدنی نے لکھا ہے کہ وہ مدینہ طیبہ میں "چند منزل برابر اونٹ پر سوار نہ ہوئے حالاں کہ اونٹ ان کی سواری کا موجود تھا اور خالی رہا پیر میں زخم پڑ گئے تھے اور کاٹنے لگے تھے تمام عمر (سبز رنگ کا) جو تا اس وجہ سے نہ پہنا کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے۔
(اشہاب ثابتؓ عہ)

نعرہ رسالت

لفظ یا رسول اللہ علیہ السلام اگر بلحاظ معنی اسی طرح نکلا ہے جیسے لوگ بہ وقت مصیبت و تکلیف ماں اور باپ کو پکارتے ہیں تو بلا شک جائز ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر بلحاظ سنی درود شریف کے ضمن میں کہا جائے گا تو صحیح ہو گا

علیٰ ہذا القیاس۔ اگر کسی سے غلبہٴ محبت و شدتِ وجہ و توقیرِ عشق میں نکلا ہے تب بھی جائز ہے اور اگر اس عقیدہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ تک اپنے فضل و کرم سے ہماری ندامت کو پہنچا دے گا۔

اگرچہ ہر وقت پہنچا دینا ضروری نہ ہو گا مگر اسی امید پر وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے تو اس لئے بھی کوئی حرج نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اصحابِ اربعہ و نفوسِ ذمیہ جن کو بعد مکانی اور کثافتِ جسمانی اپنے فرائض کی تبلیغ مانع نہ ہوں اس میں کوئی قباحت نہیں مگر ہر دو طریقہ اخیر عوام کے سامنے نہ کرنا چاہیے۔۔۔۔۔

والشہاب ثاقب صلا،

گستاخ نبیؐ اور سزائے قتل

● لطفِ رشیدیہ ص ۲۱ میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ دربارہٴ استعمالِ لفظ بت یا صنم یا آشوب ترک یافتہ عرب بہ نسبت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ نبیؐ کو بولنے والا اگرچہ معافی حقیقتہً مراد نہیں رکھتا بلکہ معنیٰ مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہامِ گستاخ و اہانت و اذاتیہا حق تعالیٰ شانہ اور جنابِ رسول اکرمؐ سے خالی نہیں۔ یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ را عنا بولنے سے منع فرمایا اور انظرنا کا لفظ عرصی کرنا ارشاد فرمایا الخ اس بحث کو نہایت بسیط کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور جن الفاظ میں ایہامِ گستاخی و بے ادبی ہوتا تھا ان کو بھی باعثِ اذیت جنابِ رسالت مآب علیہ السلام ذکر کیا اور آخر میں فرمایا کہ ”بس ان کلمات کفر بکنے والے کو منع شدید کرنا چاہیئے اگر مقدور ہو اور باز نہ آئے قتل کرنا چاہیئے کہ مودی و گستاخِ شانِ جنابِ کبریٰ تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول امین معلوم کا ہے۔“

مولانا قاسم نانوتوی اور تراشہ محمدیؐ

تو فخر کون و مکان زبدہ زمین و زمان امیر لشکر پیغمبران، شبہ ابرار
تو لبوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی تو نورِ دیدہ ہے گر ہیں وہ دبدۂ بیدار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
کہاں بلندی طور اور کہاں تری معراج کہیں ہوئے ہیں زمین اور آسمان ہموار
خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے تو جس قدر ہے بھلائی برا اُسی مقدار
یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں کئے ہیں میں نے اکھٹے گناہوں کے انبار

مدد کرائے کرم احمدیؑ کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

تجلیاتِ آثار

دسمبر ۱۹۵۹ء کے ماہنامہ تجلی دیوبند میں آثار و باقیات کی تعظیم کے
زیر عنوان قدم شریف کے بارے میں کسی صاحب کا سوال اور مدیر تجلی مولانا
عامر عثمانی فاضل دیوبند کا تفصیلی جواب شائع ہوا ہے جس کا کچھ اقتباس یہاں
نقل ہے :

مدیر تجلی نے جواب میں اس بحث کی دو شقیں قائم کی ہیں اور پہلی شق
کے بارے میں لکھتے ہیں ”ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام
اور اویلئے کرام کے بعض آثار و تبرکات کی تعظیم و تکریم اسلامی تصورات
کے عین مطابق ہے اور ان سے خیر و برکت کے حصول کی توقع محض تو ہم نہیں ہے

بلکہ عقل اور نقل دونوں گواہی دیتے ہیں کہ جس طرح برگزیدہ اشخاص و افراد کی ذاتِ گرامی خیر و برکت کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ اسی طرح ان کے آثار و باقیات میں بھی کچھ نہ کچھ خیر و برکت کا اثر ہونا ہی چاہیئے۔

دوسری شق یہ ہے کہ

”فی زمانہ تکریمِ آثار و حصولِ برکت وغیرہ کے ناموں سے جو کچھ ہو رہا ہے وہ فی الحقیقت مذکور احادیث و آثار کی تعمیل نہیں بلکہ ان کا تسخر ہے سب سے پہلی واضح خرابی تو یہ ہے کہ جس بال یا قدم یا لباس کے بارے میں دعویٰ کر دیا جاتا ہے کہ یہ رسولؐ کا ہے اس کا حضورؐ کی طرف منسوب ہونا تو کھلم کھلا غلط ہوتا ہے یا کم سے کم مشکوک تو ہوتا ہی ہے۔

(یہ سلسلہ آدابِ محبت ماخوذ از الشہاب الثاقب ص ۶۳ سے آگے)

سرمہ ہے میری آنکھ کو

احقر مولانا حسین احمد مدنی، ماہ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ بہ ہمارا ہی بھائی

محمد صدیق صاحب جب حاضر خدمت ہوا تھا تو بھائی صاحب سے پہلے ہی حاضری میں حضرت قدس سرہ نے دریافت فرمایا کہ حجرہ شریف علی صاحب الصلوٰۃ والسلام کی خاک بھی لائے ہو یا نہیں۔ چونکہ وہ احقر کے پاس موجود تھی اس لئے باب ایستادہ پیش کشِ خدمتِ اقدس کیا تو نہایت وقعت اور عظمت سے قبول فرما کر سرمہ میں ڈالوا اور روزانہ بعدِ عشاء

خوابِ استراحت فرماتے وقت اتباعاً للسنۃ اس سرہ کو آخر عمر تک استعمال فرماتے رہے اس قصہ سے عام خدام واقف ہیں۔ ” ص ۵۳

روغنِ زیتون، چراغ سے پیٹ میں

”حجرہ مطہرہ کا جلا ہوا تیل حضرت کے بعض مخلصین نے ارسال کیا تھا۔ حضرت نے باوجود نزاکتِ طبعی کے اس کو پی ڈالا پیشانی پر بل نہ پڑنے دیا گویا نہایت لذیذ و خوشگوار چیز نوش فرما رہے ہیں۔“

زیارتِ روضہ اطہر

مولانا رشید احمد گنگوہی زبدۃ الناسک میں تحریر فرماتے ہیں
 ”اب جان لے کہ زیارتِ روضہ مطہرہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی افضل المستحبات ہے بلکہ بعض نے قریب واجب کے کہلے۔“
 ”الشہاب الثاقب ص ۲۱“

جوازِ میلاد و قیام

(حضرت مولانا حاجی امداد اللہؒ کی تالیف ”کلیاتِ امدادیہ“ سے)
 اس میں تو کسی کو کلام ہی نہیں کہ نفسِ ذکر و ولادت شریف حضرت فخر آدم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجبِ خیرات و برکات دنیوی و اخروی ہے صرف کلام بعض تعینات و تخصیصات تقلیدات میں ہے جن میں بڑا

امریقہ ہے۔ بعض علماء ان امور کو منع کرتے ہیں بقولہ علیہ السلام کل بدعتہ ضلالتہ“ اور اکثر علماء اجازت دیتے ہیں۔ لا طلاق دلائل فضیلتہ الذکر۔ اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کیا جائے۔ کما یطہر من التامل فی قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فی سورہ۔

[الحديث]

پس ان تخصیصات کو اگر کوئی شخص عبادت مقصود نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہ مباح جانتا ہے مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور ہیئتِ مسبب کو مصاحبت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں۔“

محفل میلاد اور امکان تشریف آوری

”رہا یہ اعتقاد کہ مجلسِ مولد میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھا ہے۔ یہ امر ممکن ہے عقلاً و نقلاً بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کسی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرمائے یہ ضعیف شبہ ہے آپ کے علم روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشف سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔ علاوہ اسی کے اللہ کی قدرت تو محلِ کلام نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اٹھ جاویں۔ بہر حال ہر طرح یہ امر ممکن ہے۔“ (دلیات امدادیہ ۷۵-۷۶)

بدعتِ حسنہ

اثباتِ بدعتِ حسنہ اور جوازِ فاتحہ، مروجہ میلاد اور توسل وغیرہ پر حضرت مصنف کی یہ معرکہ آرا تصنیف ہے جس میں قرآن، احادیث اور دیگر مستند حوالوں کے ساتھ بہت ہی بے کاز تلم اٹھایا گیا ہے، کتاب عوام اور خواص میں بے حد مقبول ہوتی جا رہی ہے۔

چنانچہ چند ہی مہینوں میں اس کتاب کی شہرت ہندوستان، اور پاکستان کے گوشے گوشے میں پہنچ چکی ہے۔

ذیل میں چند مشاہیر علماء و مشائخ کی آراء کا اہم اقتباس ملاحظہ ہو:

عالی جناب مولانا قاضی محمد عبدالصمد صاحب صاگر

دفاضل دیوبند و فاضل جامعہ ازہر (مصر)، لکچرار اور ٹیچر کالج لاہور۔ پاکستان،

”معلوم ہوتا ہے آپ نے اس سلسلہ میں بہت کاوش کی ہے گو مجھے آپ کے بعض

خیالات سے اختلاف ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ آپ نے کافی تحقیقات کی

ہے اور مسائل کو اچھی طرح سلجھانے کی کوشش کی ہے۔“

عالی جناب حضرت مولانا مفتی سید محمود صاحب

دخطیب مکتہ مسجد و شیخ الجامعہ نظامیہ حیدرآباد

”رسالہ.... بدعتِ حسنہ نظر سے گزرا جس میں بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سمیہ

کے فرق کو قاطعہ و حج ساطع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور علماء و فقہاء اہل

سنت الجماعت کے فتاویٰ اور معتبر اقوال کے حوالوں سے بہ حسن و خوبی نو

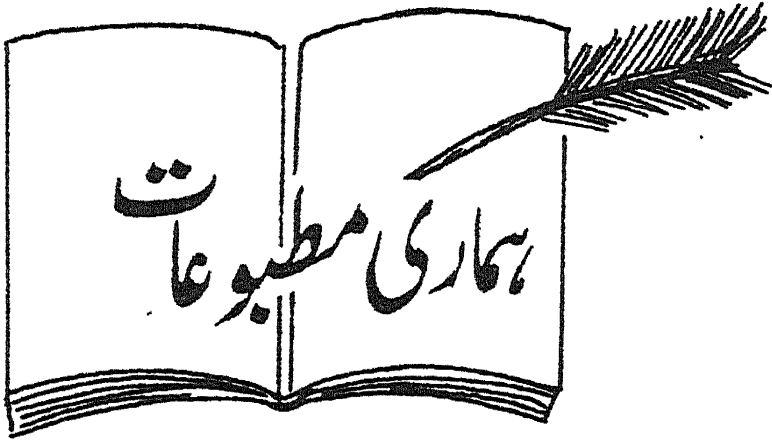
خوش کیا ہے۔ جو ہر آئینہ حق و صواب قرسی اور لہجہ اے

طر، گر حفظ مراتب نکتہ زندقہ کا مصداق صحیح ترین ہے اور مصنف پر تمکین
کی دلی تمنا کے مطابق ذخیرہ آخرت و وسیلہ مغفرت کا ضمیمہ ہے۔“

عالی جناب مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب^۷

واعظ مکہ مسجد و معتمد علمائے دکن

”میری رائے ہے کہ آپ نے رسالہ میں قابلِ تعریف مواد جمع کیا ہے جزاکم اللہ
احسن الجزاء۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ رسالہ عوام کیلئے بہت مفید ہوگا اور سب
عقیدوں کا گمراہی سے بہت سے مسلمان محفوظ رہیں گے۔“



- * کلمہ طیبہ از حضرت غوثی شاہ صاحب ^۲ بار سوم
- * مقصدِ بیعت از حضرت غوثی شاہ صاحب ^۲ بار دوم
- * نور النور از حضرت غوثی شاہ صاحب ^۲ بار چہارم
- (زیر اشاعت)
- * معیت الہ از حضرت غوثی شاہ صاحب ^۲ (تصوف، موجود ہے)
- * طیباتِ غوثی از حضرت غوثی شاہ صاحب ^۲ بار چہارم
- (منظومات، موجود ہے)
- * سیرِ عبدیت از حضرت مولانا صفحوی شاہ ^۲ بار دوم
- (واقوۃ معراج)
- (زیر اشاعت)
- * نذرِ مدینہ از حضرت مولانا صفحوی شاہ صاحب ^۲ بار دوم
- (نعتیں)
- (زیر اشاعت)

* کتاب مبین از حضرت مولانا صفحوی شاہ صاحب
(تفسیر سورہ بقرہ)

زیر اشاعت

* تشریحی ترجمہ قرآن از حضرت مولانا صفحوی شاہ صاحب^۲
(الم ترا تا والناس)

بار دوم

زیر اشاعت

* منظوم ترجمہ از حضرت مولانا صفحوی شاہ صاحب^۲
قرآن

(الم ترا تا والناس)

بار دوم

زیر اشاعت

* گیارہ مجالس مرتبہ از حضرت مولانا صفحوی شاہ صاحب^۲

بار دوم

زیر اشاعت

* تقدیس شعر مضافات از حضرت مولانا صفحوی شاہ صاحب^۲
(غزلیں)

بار دوم

زیر اشاعت

* تطہیر غزل از حضرت مولانا صفحوی شاہ صاحب^۲

بار دوم

(مجموعہ کلام، زیر اشاعت)

* جام بہ جام از حضرت مولانا حکیم ہلال اکبری شاہ صاحب^۲

اردو رباعیات

ترجمہ رباعیات حضرت ابوسعید ابوالخیر^۲

* خرمنِ کمال مرتبہ مولانا صحوی شاہ صاحبؒ

بار دوم و دکنی زبان میں نظمیں اور غزلیں

انتخابِ مخزنِ العرفان از حضرت شاہ کمال

* اشاراتِ سلوک از حضرت مولانا صحوی شاہ صاحبؒ

بار سوم و تعلیماتِ غوثیہ

* سلسلۃ النور از حضرت مولانا صحوی شاہ صاحبؒ

بار سوم و شجرہٴ بیعت

* بدعتِ حسنہ از حضرت مولانا صحوی شاہ صاحبؒ

* ردِ منافقت از حضرت مولانا صحوی شاہ صاحبؒ

* میزانِ الطریقیت از مولانا غوثی شاہ صاحب

* رسولِ جہاںؐ از مولانا غوثی شاہ صاحب (زیر اشاعت)

* اسرارِ الوجود از مولانا غوثی شاہ صاحب (زیر اشاعت)

* انا الحق از مولانا غوثی شاہ صاحب و غفریب زیر اشاعت

* تذکرہٴ نعمان * تاریخِ صوفی * قرآن سے انٹرویو

* تاجِ الوطائف * مرآۃ العارفین * کبریتِ احمر

* گلکہدہٴ خیال * جوہرِ سلیمانی از حضرت امام حسنؒ

* مواظبِ غوثی از حضرت غوثی شاہ صاحبؒ

ناشر

ادارہٴ النور : بیت النور، چنچل گورہ، حمید آباد - ۲۳

۵۶ ”نذرِ مدینہ“ کا ایک ورق از: حضرت صفحوی شاہؒ

رخسارِ محمدؐ کی ضیاء چاروں طرف ہے
انفاسِ محمدؐ کی ہوا چاروں طرف ہے
پر قلب ہے سرشارِ مئے حبِّ نبیؐ سے
زلفانِ محمدؐ کی گھٹا چاروں طرف ہے
ہیں اصل میں یہ حسنِ محمدؐ کی ادائیں
شب ہو کہ سحر صبح و سنا چاروں طرف ہے
ظلمت بھی براک شے کی اجاگر ہے اسی سے
تویرِ محمدؐ کی ضیاء چاروں طرف ہے
رحمانِ دو عالم نے ظہور اپنا کیا ہے
ہاں! جلوۂ احمدؐ ہی چھپا چاروں طرف ہے
پلتا ہے زمانہ اسی سایہ میں ازل سے
پھیلی ہوئی رحمت کی ردا چاروں طرف ہے
ہم دل سے فدا جان سے قربان ہیں جس کے
وہ صورتِ بر شے سے کھلا چاروں طرف ہے
کب بند ہوا عقدہ پنہاں محمدؐ
دروازہ حقیقت کا تو وا چاروں طرف ہے

جس سمت جد ہر دکھیو تو ہی جلوہ نگاہ ہے ۔۔۔ صفحوی بھی ترے در پہ فدا چاروں طرف ہے

”گل کدہ خیال“ کا اک ورق
از _____ مولانا غوثی شاہ ساجد

_____ رموزِ خودی _____

کوئی پوچھے تو سہی مجھ سے کہ کیا کیا میں ہوں
ذرہ ہوں، مہر ہوں یا قطرہ ہوں دریا میں ہوں
ایک میں ہی ہوں کہ مجھ سے ہے دو عالم قائم
کیا بتاؤں کہ میں کس طرح ہوں کیسا میں ہوں
کوئی مداح میرا ہے کوئی دشنام طراز
بہیں مشہور زمانہ، کبھی رسوا میں ہوں
نیکیوں کے بری چرچے بھی ہیں محفل میں کہیں
اور احباب کے نزدیک تماشا میں ہوں
نہ ہی سمجھا ہے، نہ سمجھے گا ملک میرا مقام
آپ خود اپنی حقیقت کا معتمد میں ہوں
عالم کون و مکاں میرے ہی جلوے کی جھلک
مثل مرا تو نہیں کوئی کہ یکتا میں ہوں
کب سمایا کوئی وسعت کو مسیری اے ساجد
ایک میں ہی ہوں کہ اپنے میں سماتا میں ہوں



منقبت

در شانِ امامِ اعظم ابو حنیفہ ^{رح}

از _____ مولانا غوثی شاہ ساجد صاحب _____

ہیں یقیناً آیتِ خیر الانام ^۱	بو حنیفہ ہیں اماموں کے امام
مردہ فخرِ رسل خیر الانام ^۲	علم میں اوجِ ثریا ہے مقام
کر سکیں کیا مدح ان کی خیر الانام ^۳	ہم ہیں ناچیز اور وہ عالی مقام
آپ ہیں مہر، آپ ہیں ماہِ تمام	گوشہ گوشہ دین کا روشن کیا
دین جن کا ہے حنیف ان کے امام	منتبع ہیں اولیاء اور اصفیا
بو حنیفہ اہل سنت کے امام	اہل سنت پیروانِ مصطفیٰ ^۴

غوثی ساجد بھی ہے اک مقتدی

بو حنیفہ آپ ہیں اس کے امام

معاونین

۱۔ الحاج مولانا شاہ محمد یونس صاحب (خلیفہ حضرت صحوی شاہ صاحب)

۲۔ مولانا ڈاکٹر شاہ سراج الدین عشقی صاحب (خان آفتاب)

— بمبئی —

۳۔ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب، بلاری

۴۔ مولانا عبد الرزاق صاحب حالائی (مبین، حیدر آباد)

۵۔ مولوی شاہ محمد مولانا صاحب، حیدر آباد

۶۔ شاہ محمد مشاق احمد صاحب کمالی

اورنگ آباد

۷۔ شاہ توفیق احمد صاحب (الکمالیہ)

حیدر آباد

۸۔ شاہ سید بدایت الحسن صاحب کمالی

حیدر آباد

”تقدیبی شعر“

سلام بحضور خیر الانام

سراجاً منیراً سلامٌ علیکم
ڈرایا ہنسایا سلامٌ علیکم
غلاموں کے آقا سلامٌ علیکم
تجلی مولا سلامٌ علیکم
او رحمت سراپا سلامٌ علیکم
نکارِ مدینہ سلامٌ علیکم
ہزارِ تمنا سلامٌ علیکم
دلوں کا دلارا سلامٌ علیکم
نورِ مسیحا سلامٌ علیکم
یہ دنیا وہ عقیقہ سلامٌ علیکم
تم اُن کا اجالا سلامٌ علیکم
وہ لب برق آسا سلامٌ علیکم
یہی ہے تمنا سلامٌ علیکم

بشیراً نذیراً سلامٌ علیکم
اندھیروں کو غفلت کے اک نورِ بخشا
ازل سے ہی اس در سے وابستگی ہے
بصیرت عطا کی گئی ہے تم ہی سے
جسے تم نے چاہا اُسے حق نے چاہا
تمہارے تبسم کا پر تو یہ جنت
گلستانِ عالم میں نکہت بھی تم سے
نگاہوں کا نور اور روحوں کی راحت
وہ تم ہی تھے سوشان سے آگے جو
تمہارے ہی نقشِ قدم کی تجلی
ان عارضِ پہ قربان ہوں چاند سورج
تمہاری ہی زلفوں کی چھاؤں گھٹائیں
بس اب چوم لوں بڑھ کے دلہیز در کی

حضورِ ی میں سر سے چلا آئے صحو
اگر ہو بلاوا سلامٌ علیکم

بدعت کا مطالعہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

رفیق شاہ صاحب

ناشر: مکتبہ غوثیہ (ہول سولہ)

پانی پت روڈ، قنات آباد

فون: 4910584-4926110

موبائل: 0300-2196801

میں کوئی عالم دین نہیں، معاشرے کا ایک عام فرد ہوں جو ہر چیز میں آسانی کا خواہشمند ہے۔ ہمارے معاشرے میں دین کا ذوق رکھنے والا ایک عام شخص دین اور اس کے مسائل کو آسان انداز میں غیر جانبدار نہ طور پر سمجھنا چاہتا ہے۔ اس بات کو محسوس کرتے ہوئے 'بدعت' کے عنوان پر یہ کتابچہ تالیف کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اس عنوان پر مارکیٹ میں دستیاب اردو زبان کا شاید ہی کوئی کتابچہ ہو جو مطالعہ نہ کیا گیا ہو۔ اس کے علاوہ مختلف مدارس میں جا کر بھی اس موضوع کے نکات کو سمجھا گیا ہے۔

یہ کہنا آسان ہے کہ یہ بدعت ہے وہ بدعت ہے مگر بدعت کہتے کسے ہیں؟ ہم نے اس سوال کا جواب ایک مختلف انداز میں دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کتابچے کا مقصد یہی ہے کہ معاشرے میں انتہا پسندانہ سوچ کے خاتمے کی راہ ہموار ہو اور انصاف پر مبنی متوازن فکر پروان چڑھے۔ اُمید ہے کہ مسلکی تعصب سے ہٹ کر اس کتابچے کا دیانت دارانہ مطالعہ موضوع کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

اس مضمون کو جن شخصیات نے ایک نظر دیکھا ان کے نام یہ ہیں: جناب پروفیسر مفتی منیب الرحمن، جناب علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، مفتی عطاء اللہ نعیمی صاحب، علامہ کوکب نورانی صاحب اوکاڑوی، مفتی فیض رسول صاحب، جناب ڈاکٹر نور احمد شاہتار، مفتی محمد اسماعیل قادری نورانی صاحب، مفتی عطاء المصطفیٰ اعظمی صاحب، مفتی وسیم احمد عطاری صاحب، علامہ مختار احمد قادری صاحب اور مولانا علی عمران صدیقی صاحب۔ میں اس سلسلے میں ان تمام علماء کرام کا مشکور ہوں، تاہم طباعت سے قبل اس مضمون میں مزید کمی بیشی عمل میں لائی گئی ہے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ اس کی غلطیوں سے آگاہ کریں اور مناسب سمجھیں تو اس کے فروغ میں حصہ لیں۔ شکریہ

فقط

سید محمد رفیق شاہ

NP-2/10, 4th Floor,

صرافہ بازار، میٹھادر، کراچی

۲۰ جون ۲۰۰۴ء

بعض جائز کاموں میں کوئی ثواب نہیں ہوتا۔ مثلاً دورِ جدید کی مختلف سائنسی ایجادات اور سہولتیں جو دینی مقصد کے بغیر استعمال کی جائیں۔ بعض کام بعض اوقات معاشرتی طور پر بھی ناپسندیدہ خیال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً سگریٹ، پان، گڑکا، تمباکو کا استعمال اور بعض کھیل وغیرہ۔ بعض علماء ان میں سے بعض اُمور کو ممنوع یا مکروہِ تنزیہی قرار دیتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کام کو پسند فرماتے تھے مگر (بعض اوقات) اس خدشے سے نہیں کرتے تھے کہ کہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر اور لوگ بھی کرنے لگیں تو وہ کام ان پر فرض کر دیا جائے۔ (نمازِ چاشت کا بیان از موطا امام مالک، مسلم شریف)

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دین مکمل اور نبوت ختم ہو گئی۔ لہذا کسی اچھی یا جائز بدعت کو بھی اب اعتقادی طور پر فرض، واجب یا لازم قرار نہیں دیا جاسکتا اور ایسا قرار دینا ہی دین میں اضافہ، شریعت میں تبدیلی اور بری بدعت کا ارتکاب کرنا ہے۔ البتہ مستحب یا جائز کی حیثیت سے کسی بدعت پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ کسی عمل کو لازم قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل کو نہ کرنا یا کسی مخصوص دن یا وقت کے علاوہ کرنا ناجائز، حرام اور گناہ قرار دیا جائے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اسلام کے بارے میں دریافت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں۔ اُس نے پوچھا کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر (فرض نمازیں) ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مگر جو (نفل نماز) تم چاہو خوشی سے پڑھو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، رمضان کے (فرض) روزے۔ اُس نے پوچھا کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی (فرض روزے) ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں البتہ جو (نفل روزے) تم چاہو خوشی سے رکھ سکتے ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس سے زکوٰۃ کا ذکر کیا۔ اُس نے کہا کہ کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی (صدقہ) لازم ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مگر جو خوشی سے تم چاہو خیرات کرو۔ وہ شخص پیٹھ موڑ کر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ خدا کی قسم! میں ان میں نہ اضافہ کروں گا، نہ کمی کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا تو فلاح پا گیا۔ (بخاری شریف۔ مسلم شریف کتاب الایمان)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اسلام کے فرض ارکان میں کسی کمی بیشی کی کوئی گنجائش نہیں، البتہ فرض کے علاوہ نفل اور مستحب کام اپنی خوشی سے اضافی طور پر کئے جاسکتے ہیں۔

یہ تکرار کرنا غلط ہے کہ مستحب کے ترک کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ ترک کرنے کی شے تو گناہ ہے۔ مستحب تو ہے ہی عمل کرنے کیلئے۔ مستحب وہ عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے اور جس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ (از مستحب کام اور ان کی اہمیت از مفتی محمد رفیع عثمانی)

کسی مستحب عمل کو ترک کرنے کی تبلیغ کرنا یا اسے حقیر ثابت کرنا سنگ دلی کا مظہر ہے۔ مستحب کام عبادات کو حسن و نکھار، معاملات کو تقویٰ و پاکیزگی اور شخصیت کو ایمانی و روحانی بالیدگی عطا کرتے ہیں۔ جبکہ مستحب کاموں کے ترک کی عادت انسان کو آہستہ آہستہ بڑے گناہوں کی طرف لے جاتی ہے۔ اگر کوئی کسی جائز کام کو ناجائز سمجھے مگر کسی مجبوری میں اسے کرے تو وہ اس کے ثواب سے محروم ہے۔ اگر کوئی مستحب کام نہیں کر پایا تو یہ قابل قبول ہے اور اس پر کسی کو ملامت نہیں کرنی چاہئے مگر کسی شرعی جواز کے بغیر محض تعصب کی وجہ سے جائز کو ناجائز قرار دینا اور سنت کے نام پر اچھے کاموں کی مخالفت کرنا گمراہی، توہم پرستی، جہالت اور گناہ ہے۔ کوئی عقیدہ یا عمل اس وجہ سے بھی ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا کہ فلاں ملک میں اسے اب ناجائز سمجھا جاتا ہے۔ یہ ایک خود ساختہ اصول ہے جس کا اسلامی شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

کسی بھی مستحب یا مباح کام کو قطعی اور اعتقادی طور پر فرض، واجب یا سنت مؤکدہ کا درجہ دینا بری بدعت ہے۔ کوئی مستحب یا مباح کام آسانی کیلئے کسی مقررہ وقت یا مقام پر کرنا یا پابندی سے کرنا بری بدعت نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے، جن اعمال کو مستقلاً پابندی سے کیا جائے وہ اللہ کو بہت پسند ہیں خواہ وہ مقدار میں کم ہوں۔ (مسلم شریف کتاب صلوٰۃ المسافرین۔ بخاری شریف کتاب الایمان)

نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر امور میں بہت سی چیزیں ہیں جنہیں بڑی پابندی سے کیا جاتا ہے۔ نماز باجماعت کے اختتام پر امام اور مقتدیوں کا اجتماعی دعا کرنا یا کسی مقررہ وقت اور مقام پر پابندی سے درس و تبلیغ کرنا مستحب کام ہیں۔ مگر ان مستحبات کو اس قدر پابندی سے کرنے کا نہ تو یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ کرنے والا انہیں فرض یا واجب سمجھتا ہے اور نہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایسا کرنے سے ارکان اسلام مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ یا حج میں کسی تبدیلی اور بری بدعت کی راہ نکلتی ہے۔ بعض افراد گو کہ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ کچھ امور جائز تو ہیں مگر ان کو پابندی سے کرنا یا یوم مقرر کر کے اعلانیہ کرنا بری بدعت ہے لیکن بعض تو ان امور کو دانستہ طور پر کبھی کبھار کرنے سے بھی گریزاں رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے کہ اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان لو کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔ (نساء: ۱۳۵)

اسلامی شریعت میں ایسا کوئی اصول نہیں کہ کسی بات کو اس لئے ناجائز یا حرام قرار دیا جائے کہ اس پر تمام مکاتب فکر متفق نہیں ہیں اس طرح نماز تراویح اور اس کی بیس یا آٹھ رکعتوں کو بھی ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے اور نکاح طلاق سمیت زندگی کے بیشمار معاملات پر عمل پیرا ہونے سے انکار کیا جاسکتا ہے۔ جماعت اسلامی کے ممتاز عالم مولانا گوہر رحمن امام نووی کے حوالے سے لکھتے ہیں، علماء اس کام سے منع کرتے ہیں جس کے ناجائز ہونے پر اجماع ہو، جو اختلافی ہو اس سے روکنا جائز نہیں۔ (ترجمان القرآن)

اگر کوئی ایسی چیز کو حرام قرار دے، جسے اللہ نے حرام قرار نہ دیا ہو اور اس سلسلے میں از خود لوگوں میں خود ساختہ شکوک، شبہات اور وسوسے پیدا کرے تو قرآن کے مطابق اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ (نحل: ۱۱۷- یونس: ۵۹) شارع اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک فرمان کے مطابق نہ اُس چیز کو حلال قرار دیا جاسکتا ہے، جسے اللہ نے قرآن میں حرام قرار دیا ہو اور نہ اس چیز کو حرام قرار دیا جاسکتا ہے، جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہو اور جس پر خاموشی ہے وہ جائز ہے۔ (ترمذی شریف، ابن ماجہ) شرعی جواز کے بغیر محض تعصب کی وجہ سے مسلمانوں میں وسوسے، تنازعات اور بدگمانیاں پیدا کرنا اور شرعی اصولوں پر ان کے اعتماد کو متزلزل کرنا بدترین گناہ ہے۔ قرآن میں ہے کہ 'اور جب ان (منافقین) سے کہا جائے کہ زمین پر فساد نہ کرو تو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! یہی (درحقیقت) فساد (تفرقہ) پھیلانے والے ہیں۔' (سورۃ بقرہ: ۱۱)

بعض نئے فرقوں کے نئے لوگ بے شمار علماء و فقہاء سمیت اپنے مسلمان والدین، دادا، نانا اور خاندان کے دیگر لوگوں کو بھی مشرک بدعتی اور جہنمی قرار دے ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس ہم نے اب شریعت کو سمجھا ہے۔ شرک و بدعت کے یہ ازراں فتوے جہاں خاندانوں میں جھگڑوں کو جنم دیتے ہیں، وہاں یہ فتوے اُمتِ مسلمہ میں سنی، وہابی اور دیوبندی اختلافات کا بھی ایک اہم سبب ہیں۔ معلوم نہیں کہ مسلمانوں کو کافر، مشرک، بدعتی اور جہنمی قرار دینے کا اختیار ان لوگوں کو کیسے حاصل ہو گیا؟ اس ظلم، شرانگیز اور تفرقہ ساز کام کو دین کا کام کہنا دین پر بہتان ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خارجیوں کو اللہ کی مخلوق میں شریر ترین سمجھتے تھے اور فرمایا کہ وہ آیات جو کافروں کے متعلق نازل ہوئی ہیں انہیں یہ لوگ مومنوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ (بخاری شریف کتاب الاستتابة المرتدین، باب قتل الخوارج والملاحدین)

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا، بیشک اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، البتہ مجھے خدشہ ہے کہ تم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ (بخاری شریف کتاب الجنازہ، کتاب المغازی، کتاب الانبیاء)

حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا، تمہاری اُمت ہر چیز کے بارے میں پوچھتی رہے گی کہ یہ کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ حتیٰ کہ کہے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا، اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ (مسلم شریف کتاب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کسی کو اس طرح کا تردد ہو تو وہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اپنی توجہ وسوسے سے ہٹالے۔ (مسلم شریف کتاب الایمان)

شرعی اصولوں کو نظر انداز کر کے محض پسند و ناپسند کی بنیاد پر کسی جائز کو ناجائز یا کسی ناجائز کو جائز قرار دینا نہ صرف بری بدعت ہے بلکہ ایسا کرنا شریعت میں تبدیلی و اضافہ کرنا اور اللہ اور اس کے رسول کے حق کو استعمال کرنے کے برابر ہے۔ اسے دین کا کام سمجھنا اور ثواب قرار دینا شریعت پر ظلم ہے..... یہ شریعت پر ظلم نہیں تو کیا ہے؟ کہ ایک طرف عید پر گلے ملنے تک کو بری بدعت اور مکروہ تحریمی (حرام کے قریب) کہا جائے (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۱۵۷۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی) اور دوسری طرف کو اکھانا ثواب قرار دیا جائے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۵۹۸) ایک طرف محرم کا شربت، گیارہویں، ایصالِ ثواب کی فاتحہ اور محفل میلاد کو ناجائز قرار دیا جائے خواہ یہ کسی غیر شرعی کام پر بھی مشتمل نہ ہوں (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۲۷۱، ۲۵۵) تو دوسری طرف ہندوؤں کی ہولی دیوالی کا کھانا اور اُن کے پیاد (سبیل) کا پانی پینا درست کہا جائے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۵۷۵) کہاں یہ شقی القلبی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یوم ولادت منانے کو ہندوؤں کے کنیا کا جنم دن منانے سے تشبیہ (براہین قاطعہ) اور کہاں یہ کشادہ دلی کہ بچوں کی سالگرہ منانا جائز (فتاویٰ رشیدیہ)۔ فکر آخرت سے محرومیت کی ایسی بے شمار مثالیں ہیں۔ ہم تو ایسی طرزِ فکر سے اللہ رب العزت کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے دستاویزی ویڈیو اختلاف کیوں؟ از مولانا کوب نورانی اوکاڑوی)

۱۹۶۳ء میں مودودی صاحب کی ایماء پر اُن کی جماعت نے پاکستان میں خانہ کعبہ کے غلاف کی نمائش میں حصہ لیا اور جلوس نکالا۔ اس بدعت کو 'خیر عظیم' قرار دیتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں جس بدعت کو ضلالت قرار دیا گیا ہے اس سے مراد وہ نیا کام ہے جس کیلئے شرع میں کوئی دلیل نہ ہو، جو شریعت کے کسی قاعدے یا حکم کے خلاف ہو جس سے کوئی ایسا فائدہ حاصل کرنا یا نقصان دور کرنا ہو جس کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہے اور جسے اس طرح لازم کیا جائے کہ اس کا نہ کرنا گناہ اور کرنا فرض ہو۔ اگر یہ صورت نہ ہو تو محض اس دلیل کی بناء پر کہ یہ کام حضور کے زمانے میں نہیں ہوا، اسے بدعت بمعنی ضلالت نہیں کہا جاسکتا۔ علمائے کرام نے کہا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ ایک واجب، دوسری مستحب، تیسری حرام، چوتھی مکروہ اور پانچویں مباح ہے۔ ہمارے اس قول کی تائید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد (یہ کتنی اچھی بدعت ہے!) سے ہوتی ہے جو انہوں نے نمازِ تراویح کے بارے میں فرمایا۔ (ماہنامہ ترجمان القرآن اپریل ۱۹۶۳ء اور رسائل و مسائل ۴)

اس نظریہ ضرورت کا نتیجہ ہے کہ اس گروہ کے رہنما ایسے کام بھی کرتے رہتے ہیں جنہیں وہ شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔ مثلاً مزارات پر حاضری دینا، جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکالنا۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۱۹ جون ۲۰۰۰ء بمطابق ۱۵ ربیع الاول)

دارالعلوم کراچی کے مفتی محمد شفیع صاحب کے فرزند مولانا محمد ولی رازی صاحب نے جب صوبہ سندھ کے وزیر برائے مذہبی امور و اوقاف کا قلمدان وزارت سنبھالا تو بحیثیت صوبائی وزیر انہوں نے وہ کام بھی سرانجام دیئے جو اُن کے ہاں شرک و بدعت قرار دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً عرسوں کا افتتاح، مزارات پر چادریں چڑھانا، مزار کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ یا دعا کرنا وغیرہ وغیرہ۔ (بحوالہ اخبارات کراچی ۲۰۰۰ء) اسی نظریہ کے تحت مولانا فضل الرحمن صاحب کے والد مفتی محمود صاحب نے لاہور میں داتا دربار پر چادریں چڑھائی اور حلوہ تقسیم کیا۔ (جنگ کراچی ۱۸ اگست ۱۹۷۷ء) اور شاید یہی نظریہ ضرورت تھا کہ دارالعلوم دیوبندی کی سو سالہ تقریبات کا افتتاح کرنے کا شرف مہمان خصوصی محترمہ اندرا گاندھی کو سونپا گیا۔ (اخبارات ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء) جبکہ قرآن میں ہے کہ تم تھوڑی قیمت پر میری آیات کو فروخت نہ کرو اور مجھ سے ڈرو۔ (سورۃ بقرہ: ۲۵)

ہمیں تعصب، منافقت اور عقیدت کی اس روش کو ترک کر دینا چاہئے کہ بس مخلص، صالح اور توحید و سنت کا پیکر وہی ہے جو ہماری جماعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ کیا یہ بات اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور کیا اس صورت میں کوئی شرک و بدعت اور گمراہی کے فتوؤں سے محفوظ رہ سکتا ہے؟ تقوے کا یہ معیار واضح طور پر ایمان و اسلام کے تقاضوں کے منافی ہے۔

بعض افراد نماز تراویح میں آٹھ رکعتوں کو سنت رسول اور بیس رکعتوں کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ مگر ہر سال اور رمضان کی ہر شب میں نماز تراویح پڑھتے ہیں اور ختم قرآن بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ احادیث سے تو اتنا ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ اور وہ بھی رمضان المبارک کی آخری تین راتوں میں تراویح کی نماز پڑھی اور اس میں بھی نہ تو قرآن ختم کیا اور نہ از خود جماعت بندی کی بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے از خود آپ کے پیچھے جماعت بنائی۔ نماز تراویح کا مروجہ اہتمام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع کیا جس پر دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اجماع و اتفاق کیا۔

اسلام میں کسی مسئلہ کو حل کرنے کے چار ذریعے اور اصول ہیں جن سے شرعی احکام وضع کئے جاتے ہیں۔ قرآن، سنت رسول، اجماع امت اور قیاس یعنی قرآن و حدیث میں اس کے جواز میں مشابہ کسی پہلو کا ثابت ہونا۔ اگر کسی بات کا حکم قرآن میں نہ ہو اور نہ سنت رسول سے وہ بات ثابت ہو تو محض اس دلیل سے اس بات کو ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو پوچھا کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا قرآن سے۔ فرمایا اگر تم اللہ کی کتاب میں اسے نہ پاؤ تو؟ عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے۔ فرمایا اگر سنت رسول میں بھی نہ پاؤ تو؟ عرض کیا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (خوشی سے) اُن کے سینے پر اپنا دست مبارک مارا اور فرمایا ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جسے اللہ کا رسول پسند کرتا ہے۔ (ترمذی شریف۔ ابوداؤد)

صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانے میں اور بعد میں اپنے دل سے بہت سی ایسی اچھی بدعتیں یا نئے نیک عمل بھی کئے جن کا حکم نہ قرآن میں آیا، جو نہ حضور نے خود کئے اور نہ کرنے کا حکم دیا۔ بخاری شریف کی ایک حدیث کا خلاصہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ کام اچھا ہے۔ یہ تاریخ اسلام کی پہلی بدعتِ حسنہ ہے۔ نماز تراویح لغوی نہیں ایک شرعی عبادت ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں ہر سال پورے رمضان جماعت سے نہیں ہوئی تھی۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے رائج کرتے ہوئے اس کیلئے بدعت کا لفظ استعمال کیا اور فرمایا یہ کتنی اچھی بدعت ہے! (بخاری شریف)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ میں دو اذانوں کا طریقہ شروع کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی شہر میں نمازِ عید کے دو اجتماعات شروع کئے، علمِ نحو ایجاد کیا۔ حضرت خیاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی مرتبہ شہید کئے جانے سے پہلے دو رکعت نفل نماز ادا کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ کیلئے جمعرات کا دن متعین کیا۔ (مشکوٰۃ۔ بخاری) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وضو کے بعد دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایجاد کردہ کام بدعت ہیں یا سنت؟ کچھ علماء کا خیال ہے کہ سنت ہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے طریقے کو سنت کہا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقوں پر چلنے کی ہدایت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان میں موجود ہے۔ صحابہ کرام کے ایجاد کردہ کاموں کی اصل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت میں ملتی ہے۔ صحابہ نے تو بس انہیں رائج کیا۔ بعض کا خیال ہے کہ صحابہ کرام کے ایجاد کردہ کام سنت نہیں بلکہ بدعتِ حسنہ ہیں۔ حدیث میں خلفائے راشدین کی سنت کا مطلب اُن کا طریقہ ہے اور یہ طریقہ ان معنوں میں سنت نہیں جس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

لہذا اگر بدعت کے لفظ کو صرف برائی کے معنوں میں لیا جائے تو صحابہ کرام کے ایجاد کردہ طریقے یقیناً سنت اور سنتِ صحابہ ہیں جو سنتِ نبی کے مطابق و ملحق ہیں۔ لیکن اگر بدعت کے لفظ کو اچھے برے دونوں معنوں میں استعمال کیا جائے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایجاد کردہ کاموں کو بدعتِ حسنہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جو نئی باتیں خلفائے راشدین نے اپنے دور میں اختیار کیں وہ اگرچہ اس اعتبار سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ تھیں بدعت ہیں اور یہ اچھی قسم کی بدعت ہوں گی بلکہ درحقیقت یہ سنت ہوں گی۔ (اشعۃ اللمعات کتاب الایمان)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دین مکمل اور نبوت ختم ہو گئی۔ یہ جملہ کہہ کر اگر اُن کے بعد کے تمام نئے کاموں کو بدعت، گمراہی، دین میں اضافہ اور شریعت میں تبدیلی قرار دے دیا جائے تو پھر یہ سوال ہے کہ کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دین میں اضافے اور شریعت میں تبدیلی کرنے کا حق حاصل تھا؟ یا کہ دین صحابہ پر مکمل ہوا؟ صحابہ کرام ہم سے زیادہ عاشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تھے جو قرآن و سنت کے مفہوم اور شریعت کو ہم سے زیادہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بے شمار ایسی بدعتیں یا نئے طریقے رائج کئے جن کی بنیاد نیکی اور اچھائی پر تھی اور جو کسی طرح بھی گمراہی، دین میں اضافہ اور شریعت میں تبدیلی نہ تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایجاد کردہ ان اچھے طریقوں میں سے بعض پر آج بھی مختلف مکاتب فکر کے افراد لازمی عمل کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نئے اچھے کاموں پر عمل کرنا گمراہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ اور اہل بیت اطہار کا طریقہ ہے خواہ انہیں 'بدعت' کا نام دیا جائے یا 'نئے کام' کہا جائے۔

فتاویٰ فیض الرسول میں ہے کہ جائز و ناجائز ہونے کا معیار صحابہ کرام اور تابعین کے زمانے کا عمل نہیں بلکہ جائز و ناجائز کا معیار اچھائی اور برائی ہے۔ اچھی بات کسی زمانے میں ہوا چھی ہے، بری بات کسی زمانے میں ہو بری ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۶۵۶) لہذا کسی چیز کو محض اس لئے جائز و سنت کے مطابق قرار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ چیز قرونِ ثلاثہ یعنی عہد رسالت، عہد صحابہ اور عہد تابعین میں تھی اور نہ ہی اسلئے ناجائز اور خلاف سنت قرار یا جاسکتا ہے کہ وہ قرونِ ثلاثہ میں نہ تھی۔ ورنہ عیسائیوں، یہودیوں کے عقائد و اعمال، شہادتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دورِ یزید میں سانحہ کربلا اور خانہ کعبہ و مسجد نبوی کی بے حرمتی کے واقعات جائز قرار پائیں گے اور خطبے میں صحابہ کرام کے نام لینا، ان کے نام پر کوئی پروگرام کرنا، اصول فقہ، کتب کی تدوین، قرآن کا ترجمہ و اعراب اور دیگر بے شمار اچھے کام ناجائز قرار پائیں گے۔

'جو بات قرآن، حدیث اور صحابہ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے اور ناجائز ہے' اس سبق سے کی جانے والی ذہن سازی کا نتیجہ ہے کہ ایک مکتبہ فکر کے اہل علم نے کلمہ طیبہ کو ہی بدعت قرار دے ڈالا۔ کلمہ طیبہ کو بدعت قرار دینے کے جواب میں اسی مکتبہ فکر کے قاری محمد طیب صاحب (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کو ایک کتاب 'کلمہ طیبہ' تالیف کرنا پڑی۔ اس کتاب میں قاری صاحب لکھتے ہیں، مانا کہ روایات میں یہ جملہ ثانیہ (یعنی محمد رسول اللہ) مذکور نہیں لیکن اس کی نفی اور ممانعت بھی تو مذکور نہیں۔ (کلمہ طیبہ، صفحہ ۸۴ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور) معقول صورت استدلال کی اگر ہو سکتی ہے تو وہ اثبات ہی کی ہو سکتی ہے جس میں بطور دلیل یہ کہا جائیگا کہ یا تو کلمہ طیبہ کی ممانعت کسی ایک ہی صحابی کے قول و فعل سے دکھلا دی جائے ورنہ اسے جائز سمجھا جائے۔ (صفحہ ۱۱۲) حجت کے سلسلے میں مستقلاً فعل صحابہ کا مطالبہ کیا جانا شرعی فن استدلال کو چیلنج کرنا ہے۔ (صفحہ ۱۱۳)

کسی کام کا 'نہ ہونا' اور 'منع ہونا' ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔ قاری محمد طیب لکھتے ہیں، عدم ذکر کے معنی دنیا میں کہیں بھی نفی اور ممانعت کے نہیں ہوتے۔ (کلمہ طیبہ، صفحہ ۸۴)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں، کسی مبارک زمانے میں کسی کام کا کیا جانا اُس کام کے جائز ہونے کی دلیل ہے، مگر نہ ہونا اُس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔ البتہ منع ہونا ناجائز ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے۔ یہی بات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحفہ اثناء عشری میں فرمائی۔

کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم علمائے سلف کا طریقہ رہا ہے حالانکہ یہ بدعتِ حسنہ نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے اور نہ صحابہ کرام یا تابعین کے طریقے سے۔

مفتی رشید احمد گنگوہی (دیوبندی) لکھتے ہیں، قرونِ ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی، مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکرِ خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کتاب العلم، صفحہ ۱۷۳)

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات ذکرِ خیر اور دافعِ بلاء ہیں تو خود ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا اہمیت ہوگی اور محفلِ میلاد کس قدر خیر کا باعث ہوگی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے سلسلے میں شرعی حدود میں خوشی کا اظہار، آپ کی سیرت و فضائل کا تذکرہ، تعریف و توصیف کا بیان اور دُرود و سلام کی محفلیں خواہ ۹ ربیع الاول کو ہوں یا ۱۲ ربیع الاول کو یا ۱۷ ربیع الاول کو یا سال کے کسی بھی دن، جائز، باعثِ برکت اور باعثِ ثواب ہیں۔ اسلام میں کچھ دن، راتیں، تاریخیں یا مہینے مختلف فضیلتوں اور برکتوں کے حامل ہیں مگر اسلام میں کوئی دن تاریخ یا مہینہ منحوس نہیں۔

کسی کام کو جسے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جائز قرار دیا جا رہا ہو، اسے حضور نے خود کیوں نہیں کیا؟ اس کا انحصار کام کی نوعیت، ضرورت، ماحول اور مشیتِ الہی پر ہے۔ جو کام حضور نے نہ کیا اور نہ کرنے کا حکم دیا۔ اگر اس کی اسلامی شریعت میں ممانعت نہ ہو اور وہ کام قرآن و سنت کے کسی حکم و حکمت کے خلاف نہ ہو تو ایسا کام اللہ اور اس کے رسول کی رضا کیلئے کرنا کوئی بری بات نہیں۔ اگر اسی پر بضد رہا جائے کہ یہ کام تو حضور کے زمانے میں بھی ہو سکتا تھا مگر حضور نے نہ کیا، لہذا اب اسے کرنا ناجائز اور بری بدعت ہے۔ اس اصول کو اگر ہر صورت از خود درست قرار دیا جائے اور دانستہ طور پر صرف پسندیدہ مثالیں پیش کر کے دیگر مثالوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو نظر انداز کردہ بہت سے اچھے کام ایسے ہیں جو حضور کے زمانے میں بھی ہو سکتے تھے مگر نہ ہوئے۔ مثلاً ہر سال پورے رمضان میں بیس رکعات باجماعت تراویح پڑھنا، قرآن پر اعراب لگانا، قرآن کو ایک لغت اور قرأت پر جمع کرنا، قرآن کو پاروں میں تقسیم کرنا، رکوع کے مقامات مقرر کرنا، مقابلہ قرأت کی محافل منعقد کرنا، مسجد میں محراب و مینار بنانا وغیرہ۔ جبکہ ان تمام کاموں کی وجوہات باعث اور محرکات عہد رسالت میں موجود تھے۔ کیا معاذ اللہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیش کردہ دین ناقص اور نامکمل ہے یا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین اور فرائض رسالت میں کوتاہی اور خیانت کی، جو یہ کام اُمت کو نہ بتائے۔ معلوم ہوا کہ محض پسند و ناپسند کی بنیاد پر کسی چیز کو جائز یا ناجائز قرار دینے کا 'جدید قاعدہ' درست نہیں۔

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں، جس کام کی ضرورت عہد رسالت میں موجود نہ تھی، بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کیلئے پیدا ہو گئی وہ بدعت میں داخل نہیں۔ (سنت و بدعت، صفحہ ۱۲)

کسی کام کے نئے ہونے میں کوئی برائی نہیں اور نہ صرف پرانا ہونا کوئی اچھائی ہے بلکہ اچھائی برائی تو اسکے اچھے اور برے ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ نئے اور پرانے ہونے کی وجہ سے، خواہ یہ کام جب کا ہو یا اب کا، مگر شرط یہ ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو۔ علماء اس حدیث پر متفق ہیں کہ جس چیز کو مسلمان (علماء) اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ (مستدرک حاکم جلد ۳) یاد رکھئے! ہر نیا کام یا بدعت تین میں سے کسی ایک خصوصیت پر مشتمل ہوگی:-

(۱) وہ اچھی ہوگی یا (۲) وہ بری ہوگی یا (۳) وہ نہ اچھی ہوگی نہ بری ہوگی۔

قرآن و حدیث سے ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ جو اچھی ہے اس پر عمل کیا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس پر اجر و ثواب کی بشارت دی ہے۔ (مسلم و مشکوٰۃ شریف) جو بری ہے اسے نہ کیا جائے کہ وہ گمراہی ہے اور جو بدعت نہ بری ہے نہ اچھی، تو وہ جائز ہے۔ اگر ہم علمائے اُمت کو نظر انداز کر کے ہر اچھی بات کو محض نیا ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار دیں اور صرف سنت رسول پر ہی زور دیں، تو پھر انصاف کا تقاضا ہے کہ ہم ظاہر و باطن میں سنت کے رنگ میں رنگ جائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رہن سہن اختیار کریں، چھوٹا سا حجرہ، سادہ سا ایک لباس، کھانے کیلئے کھجور یا جو کا بغیر چھنا آٹا، سونے کیلئے ٹاٹ، سواری کیلئے جانور، قناعت وفاقے کا معمول اور جہاد کیلئے تیر، تلواریں اور نیزے وغیرہ۔ ان کے علاوہ باقی تمام کا شمار بدعات میں ہونا چاہئے، اس لئے کہ اسلام میں دُنیادین سے جدا نہیں اور دین و دنیا وہی ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیش کیا۔ (نئی نئی باتیں از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کے مطابق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد چار بڑے فتنے اور گمراہ کن بدعتیں پیدا ہوئیں۔ (۱) نبوت کا جھوٹا دعویٰ (۲) مرتد ہونا یعنی مسلمان ہونے کے بعد کفر اختیار کرنا (۳) زکوٰۃ سے انکار کرنا (۴) فتنہ خوارج و بغاوت۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت رہتی دنیا تک یہ بڑی بدعتیں ہیں جو بڑے فتنوں کا سبب بنیں۔ اس بات کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب کچھ لوگوں کو روزِ محشر جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کریں گے کہ اے میرے رب! یہ تو میرے صحابہ ہیں! کہا جائے گا اے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آپ کو (از خود) اندازہ نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے جدا ہوئے، یہ (مرتدین) اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پھرے رہے۔ (بحوالہ مسلم شریف، کتاب الجیمہ وصفۃ نعیمہا و اہلہا)

’ہر بدعت گمراہی ہے‘ اگر اس کا یہ مطلب نکالا جائے کہ دین اسلام میں ہر نئی چیز گمراہی ہے تو یقیناً ایک باشعور شخص اس بات کو اسلام پر ایک عظیم بہتان تصور کرے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ موجودہ زمانہ گمراہ کن مختلف بری بدعتوں سے خالی ہے اور نہ یہ کہ ہر نئے کام کو از خود بدعت قرار دے کر گمراہی سمجھ لیا جائے۔ اگر ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا جائے تو صحابہ کرام کے دور سے اب تک کے لاکھوں شرعی اجتہاد، فیصلے، احکام، مذہبی رسوم اور معاملات گمراہی قرار پائیں گے۔ اس سے اسلام میں اجتہاد کا دروازہ نہ صرف بند ہو جائے گا بلکہ ہماری زندگی کے اکثر معمولات بھی گمراہی کے زمرے میں آئیں گے۔

علامہ ابن منظور افریقی‘ علامہ ابن اثیر کے حوالے سے لکھتے ہیں، حدیث میں ’ہر نیا کام بدعت ہے‘ اس سے مراد وہ کام ہے جو شریعت کے خلاف ہو۔ (شرح مسلم ۲ صفحہ ۵۵۳ بحوالہ لسان العرب ۸ صفحہ ۶)

اسلام وہ دین ہے جس نے قوموں کو زندہ کیا اور انسانی ترقی کو رفتار بخشی۔ سنت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمی ترقی، سائنس، ٹیکنالوجی سمیت کسی نئے اچھے کام کی کبھی مخالف نہیں رہی۔ جنسی و اخلاقی بے راہ روی اور سکون سے محروم بے کل زندگیوں کا نام ترقی نہیں۔ اسلام ایسی بدعت اور نام نہاد ترقی کا مخالف ہے جس سے معاشرے میں برائیوں، بیماریوں اور فتنہ فساد کو فروغ حاصل ہو۔ اسلام ایک اعتدال پسند، امن پسند، ترقی پسند، سیدھا سادہ اور آسان دین ہے جس میں کسی ایسے کام پر کوئی جبر، پابندی اور قید نہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات کے خلاف نہ ہو۔ قرآن میں ہے کہ خداوند عالم نے تمہارے لئے دین میں ہر گز کسی قسم کی شدت اور سختی نہیں رکھی۔ (حج: ۷۸) شریعت نے جن مسائل میں آسانی اور سہولت فراہم کی ہے تو اس شرعی سہولت کو پس پشت ڈال کر ڈھونڈ ڈھونڈ کر دشواری اور شدت اختیار کرنا کہ جس سے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہو ہر گز دین کی خدمت نہیں۔

آج کل سنت و بدعت کی اصطلاحات بکثرت استعمال ہوتی ہیں اور ہر شخص ان کی من پسند تعبیر و تشریح کرتا ہے، نتیجتاً ان کے اطلاقات میں لغزشیں واقع ہوتی ہیں اور تضادات رونما ہوتے ہیں۔ اس کتناچے کے مؤلف نے اسی جہت سے اس مسئلے پر غور کیا ہے۔ اس مسئلے کا واحد قابل قبول حل یہ ہے کہ سنت و بدعت کی ایک متفق علیہ تعریف کی جائے تاکہ ماضی، حال اور مستقبل کی دینی ضروریات و مستحکات کی دین میں گنجائش پیدا ہو اور بدعت ضالہ، سیئہ کا قلع قمع کیا جاسکے۔

میں اپنی اس مصروفیات کی بناء پر جناب سید محمد رفیق شاہ کی تحریر کا مکمل بغور مطالعہ نہیں کر سکا، جستہ جستہ دیکھا ہے، یہ کسی ثقہ عالم یا فقیہ و مفتی کی تحریر نہیں ہے بلکہ ایک دیندار نوجوان کی اطلاقی انداز (Applied Manner) کی تحریر ہے۔ بہت ممکن ہے کہ خالص عالمانہ و فقیہانہ تحریر کے بہ نسبت عام مسلمانوں کیلئے اس کا فہم زیادہ آسان ہو اور افادیت زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہو۔

میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ قارئین اس کا مطالعہ ضرور کریں ان شاء اللہ العزیز اس کو مخالفین بھی اگر خالی الذہن ہو کر معروضی انداز میں پڑھیں گے تو ان میں بھی ایک توازن پیدا ہوگا اور مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کرنے کی، جس کی قرآن و حدیث میں صریح ممانعت آئی ہے اور ہر جائز و مستحب امور پر مطلق بدعت یا بدعت ضالہ، بدعت سیئہ کا اطلاق کرنے کی روش ماند پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی سعی جمیل کو اپنی بارگاہ میں مقبول و ماحور فرمائے اور دوسرے جدید پڑھے لکھے نوجوانوں کو بھی ایسا صالح دینی ذوق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام

بندۂ عاجز فقیر کلاہ

منیب الرحمن

کسی کے غلط کاموں کو اس کا مذہب و مسلک قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر کوئی مسلمان شراب پیتا اور بیچتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ مسلمانوں کے مذہب میں شراب جائز ہے۔ ہمارے معاشرے میں بعض کام دینی یا دنیاوی طور پر ایسے بھی کئے جاتے ہیں جنہیں ہمارے ہاں کسی بھی مکتبہ فکر کے علماء کی سپورٹ حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ماہِ محرم کے مختلف جاہلانہ طریقے، مختلف علاقوں یا خاندانوں میں شادی یا موت کی بعض رسمیں، مزارات اور عرسوں پر نامناسب طریقے یا یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے نور کا ٹکڑا ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ اپنے حقیقی جسم کیساتھ حاضر اور موجود ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر میلاد شریف یا محفلِ نعت میں ضرور تشریف لاتے ہیں۔ یہ عقائد ہمارے ہاں کسی بھی مذہب و مسلک کے مذہبی عقائد ہرگز نہیں۔ انہیں کسی معتبر حوالے کے بغیر کسی کی طرف منسوب کرنا ایک بہتان ہے۔ البتہ یہ عقیدہ ثابت ہے کہ افضل البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات اُمت کے شہداء کی حیات سے افضل ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں تشریف فرما اُمت کے احوال و اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیار کے تحت جس محفل میں چاہیں تشریف لاسکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس پر چاہیں نظرِ کرم فرمائیں، اسے سوتے یا جاگتے میں اپنی زیارت سے مشرف کر سکتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی لکھتے ہیں، رہا یہ شبہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ ایک وقت میں کیسے تشریف فرما ہوئے تو یہ شبہ ضعیف ہے۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ) (تفصیل دیکھئے سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وصال النبی از عبد المجید صدیقی مطبوعہ فیروز سنز۔ بہارِ شریعت ۱۶، مزاراتِ اولیاء اور توسلِ علایہ سید شاہ تراب الحق قادری) یہ بھی ضروری نہیں کہ کسی مکتبہ فکر کے کچھ افراد کا ہر عمل ایسا ہو جس پر اس مکتبہ فکر کے دیگر علماء بھی متفق ہوں۔ لوگوں کو چاہئے کہ اپنے مکتبہ فکر کے مہذبانہ اور عالمانہ تشخص (Image) کو مجروح کرنے سے گریز کریں۔

اسلام کسی کی بے عملی کی بناء پر اس کے کسی دوسرے نیک و جائز عمل پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔ اللہ چاہے تو کسی کو محض راہ سے کاٹنا ہٹانے یا کتے کو پانی پلانے پر بھی بخش سکتا ہے۔ (بمطابق بخاری شریف کتاب المظالم، کتاب المساقات)

قرآن میں ہے کہ بے شک اللہ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (سورہ توبہ: ۱۲۰)

بخاری شریف میں سورہ الزلزال کی آیت ۷، ۸ کی تفسیر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی گھوڑا نہر کے پاس سے گزرے اور پانی پی لے تو اس کے مالک کو اس کا ثواب ملے گا، اگرچہ مالک کا ارادہ گھوڑے کو پانی پلانے کا نہ تھا۔

تفسیر ضیاء القرآن میں ان آیات کی تفسیر میں ہے کہ بعض اوقات انسان چھوٹی نیکی کو حقیر سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے اور بعض اوقات چھوٹے گناہ کو چھوٹا سمجھ کر اس کا ارتکاب کرتا ہے، یہ دونوں روشیں غلط ہیں۔ ان کے علاوہ سورہ بقرہ آیت ۱۵۸، ۱۸۴، ۱۹۵، بنی اسرائیل ۷، حج ۷، آل عمران ۲۵، انعام ۱۶۰، حم السجدہ ۴۶، مومن ۴۰، نحل ۳۰، عنکبوت ۷، ۸ اور دیگر آیات واحادیث میں بھی نیکیوں اور برائیوں پر جزا و سزا کا بیان موجود ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ کوئی نیکی لازمی طور پر قبول ہو۔ کسی کوتاہی کی وجہ سے نیکیوں کے مسترد یا معلق رہنے کا امکان موجود ہے مگر اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کسی کا یہ سمجھنا غلط ہے کہ وہ اپنی عبادات اور نیکیوں کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔ نیکی کی جزا تو اللہ کا فضل اور برائی کی سزا اللہ کا عدل ہے۔ فقہاء اسلام نے کہا ہے کہ نیکیوں سے صرف صغیرہ (چھوٹے) گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ (بڑے) گناہ توبہ کی قبولیت، یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت یا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے معاف ہوتے ہیں۔ (تفسیر بتیان القرآن ۵ صفحہ ۶۳۹ اور شرح مسلم شریف ۲ صفحہ ۳۰۲) قرآن کریم میں معافی کے ان تینوں ذرائع کا ایک ساتھ اس طرح بیان ہے، اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! یہ آپ کے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی طلب کرتے اور اگر رسول بھی ان کی مغفرت چاہتے تو وہ یقیناً اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ (النساء: ۶۴)

مفتی محمد شفیع اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (معارف القرآن، جلد ۲ صفحہ ۴۶۰)

حدیث میں ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور برائی کے بعد کوئی نیکی کرو جو اس برائی کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (ترمذی شریف، مسند امام احمد)

اگر کوئی شخص فرائض و واجبات صحیح طرح یا پابندی سے ادا نہیں کرتا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے دیگر جائز کاموں کے بھی ترک کرنے کا مطالبہ کیا جائے یا کہ اس کے دیگر جائز کاموں کو ناجائز قرار دے دیا جائے بلکہ اس کی اصلاح کرتے ہوئے اس کو صحیح فرائض و واجبات کی طرف بھی راغب کیا جائے گا۔ اس لئے کہ فرائض و واجبات کا ضروری ہونا اپنی جگہ اور سنت و مستحب کاموں کا اچھا ہونا اپنی جگہ۔ کچھ افراد کا موقف یہ ہوتا ہے کہ صاحب اصل چیز تو فرائض و واجبات اور حقوق العباد ہیں۔ ان میں سے بعض تو یہ بات خلوص دل سے کہتے ہیں مگر بعض سادہ لوگ اس بنیاد پر ایک مستحب یا مباح کام کو ناجائز قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ان کے نزدیک یہ کام ہر صورت میں ناجائز یا حرام ہی ہوتا ہے خواہ فرائض و واجبات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور غیر شرعی امور سے بچتے ہوئے اُسے دیانت دارانہ طور پر اختیار کیا جائے۔

اگر کوئی مستحب کام اور جائز کام کے کرنے میں حرام اور ناجائز کام کیا جا رہا ہو تو اول تو اس بری بات کو نکال باہر کرنا ضروری ہے اگر اس بری بات سے بچنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں حرام کام سے بچنے کیلئے مستحب کام کو ترک کرنا بہتر ہے مثلاً تاش کھیلنے ہوئے اور فلمی گانے سنتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصالِ ثواب کے نام پر حلیم پکائی جائے اور تاش گانوں سے بچنا ممکن نہ ہو تو اس طرح حلیم پکانے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ کسی دارالعلوم کی تقریب میں اگر بے پردہ اور غیر مسلم خاتون کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا جائے تو ایسی تقریب میں شرکت نہ کرنا ضروری ہے۔ شادی کی تقریبات یا بزرگانِ دین کے عرس جائز ہیں مگر ان پروگراموں سے فواحش و منکرات کا خاتمہ ناممکن ہو تو ان میں شرکت نہ کرنا بہتر ہے۔ سورہ حدید آیت ۲۷ میں عیسائیوں کے بارے میں ہے کہ انہوں نے اللہ کی رضا کیلئے خود رہبانیت کی بدعت اختیار کی، ہم نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر وہ اسے اس طرح نہ نبھاسکے (یا پابندی نہ کرسکے) جس طرح کہ نبھانا چاہئے تھا۔ تو ہم نے ایمان والوں کو اس کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں (جنہوں نے رہبانیت ترک کی یا اسے صحیح طرح نہ نبھایا)۔ معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اچھی بدعت پر عمل پیرا ایمان والوں کو اجر عطا فرماتا ہے مگر پھر اس کو ترک کرنے یا اس میں منع کردہ غلط باتیں شامل کرنے کو فسق و فجور قرار دیتا ہے اس کا انحصار احکام کی حیثیت و نوعیت پر ہے۔

بری بدعت ہر حال میں بری ہے خواہ اسے دینی یا دنیاوی طور پر مستحب و مباح کیساتھ اختیار کیا جائے یا محض شغل کے طور پر کیا جائے فواحش و منکرات کسی مزار پر ہوں یا کسی گھر پر، خوشی کی تقریب میں ہوں یا غم کے موقع پر، ہر صورت برے ہیں۔ سوچ کا یہ زاویہ ہرگز درست نہیں کہ میلاد اور نعت کو تو بدعت قرار دے کر ٹیلی ویژن یا ٹیپ بند کر دیا جائے اور دیگر پروگرام اس سبب قابل قبول ہوں کہ ان کی حیثیت دینی نہیں۔ کسی برے اور غلط کام کو کرنے کا یہ جواز ہرگز ہرگز درست نہیں کہ یہ مذہبی طور پر اور ثواب کی نیت سے نہیں کیا جاتا بلکہ یہ جواز برائیوں کی حوصلہ افزائی کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

اگر کسی جائز کام میں کوئی ناجائز کام شامل ہو جائے تو شامل ناجائز کام ہی ناجائز قرار پائے گا اور جائز کام جائز رہے گا۔ مثلاً بزرگوں کی خدمات کے اعتراف میں ان کی یاد منانا، اُن کیلئے ایصالِ ثواب کرنا، ان کے مزار پر حاضری دینا، ان کے وسیلے سے دعا کرنا یا ان سے فیض و برکت حاصل ہونا ایک جائز عقیدہ و عمل ہے۔ مگر بزرگوں کے مزار کو سجدہ کرنا، مزار پر نشے کا کاروبار کرنا، بے حیائی کا مظاہرہ کرنا اور مزار پر دیگر غیر شرعی و جاہلانہ حرکتیں کرنا بلاشبہ غیر شرعی عمل اور بری بدعت ہیں۔ مگر اس وجہ سے دیگر جائز باتوں کو بھی ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا اور ایسا کرنا بھی ایک بری بدعت ہے۔ قرآن میں ہے کہ حق پر باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔ (سورۃ بقرہ: ۴۳)

گوہبلو کا قول ہے، اتنا جھوٹ بولو کہ وہ سچ معلوم ہونے لگے۔ اس قول کے تحت بعض اوقات محض تعصب کے باعث ایسی باتیں بھی اہلسنت سے منسوب کر دی جاتی ہیں جو خود ساختہ ہوتی ہیں اور جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر ایک مکتبہ فکر کے فقیہ العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں، بعض لوگ بڑی ڈھٹائی سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب نہیں بلکہ رسول اللہ عالم الغیب ہیں، ایسا کلمہ کفر سن کر رو ٹگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم، صفحہ ۴۲) جبکہ اس کتاب میں حوالے کے بغیر پیش کردہ یہ عقیدہ اور اس طرح کے دیگر عقائد، عالم تو عالم کسی جاہل کے بھی نہیں۔ دارالعلوم بنوری ٹاؤن کراچی کے مفتی صاحب کی تصدیق کردہ ایک کتاب میں تو یہ تحریر ہے کہ ان لوگوں نے ایک مخصوص نماز 'صلوۃ غوثیہ' ایجاد کی ہے جو بغداد کی طرف رخ کر کے پڑھتے ہیں۔ (از بدعت اور اس کی مختلف شکلیں، صفحہ ۱۰۷)

اللہ اللہ! خوفِ خدا کے نام پر بے خونی کا یہ عالم! کیا ان لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی؟ اختلافِ رائے اپنی جگہ مگر یہ تو دین کے نام پر جھوٹ، فریب، بہتان تراشی اور دھوکہ دہی ہے۔ ہم ایسی بد مذہبی اور اندھے تعصب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ہمیں تبلیغِ للہیت، تقویٰ اور قرآن و سنت کے نام پر اس طرح کی فتنہ پرور باتوں سے مسلمانوں میں بدگمانیاں پھیلانے سے گریز کرنا چاہئے۔ سادہ لوح عوام کو فریب دینے کیلئے بعض کتابوں میں ایسی ٹیکنیکل خیانتیں بھی کی گئی ہیں کہ سلف صالحین اور بزرگوں کے عقائد و معمولات سے چشم پوشی اختیار کر کے صرف ان کے بعض اقوال کو من پسند معنوں میں کوڑ کیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اپنا خواب بیان کیا کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے جبرؤں کو لوہے کے ایک آنکڑے سے اُسکی گدی تک بار بار چیرا جا رہا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جو بہت جھوٹا ہے جھوٹی باتیں گھڑتا ہے اور لوگ اس کی جھوٹی باتیں نقل کر کے دنیا بھر میں پھیلاتے ہیں، اس کو قیامت تک اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا۔ (بحوالہ بخاری شریف، اول، پارہ ۶)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے واعظین ہیں۔ (مشکوٰۃ ۲)

مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آخری زمانے میں بہت سے دَجَال اور کذاب ہوں گے، وہ تمہیں ایسی ایسی باتیں سنائیں گے جو تم نے کبھی نہ سنی ہوں گی، نہ تمہارے باپ دادا نے۔ ان سے بچتے رہو وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ ۲۸)

آپ کے علم میں ہونا چاہئے کہ آج بھی عالم اسلام کی اکثریت جن عقائد کی حامل ہے یہ وہی عقائد ہیں جو صحابہ، اہل بیت، اولیاء عظام اور علماء سلف کے تھے۔ جن پر امام ابوحنیفہ، غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام احمد رضا محدث بریلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) اور عالم اسلام کی اکثریت ہمیشہ رہی ہے۔ (مطالعہ کیجئے عقائد و نظریات از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ بزرگوں کے عقیدے از مفتی جلال الدین احمد امجدی۔ عیدوں کی عید از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

آسان زبان میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کو 'حدیث نبوی' اور فعل کو 'سنت نبوی' کہا جاتا ہے۔ تمام احادیث پر عمل کرنا ناممکن ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیات و کمالات بھی احادیث میں ہیں۔ گزشتہ اُمّتوں کا ذکر بھی ہے اور مستقبل کی پیش گوئیاں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث پر نہیں سنتوں پر عمل کرنے کی ہدایت کی ہے، سوائے ان سنتوں کے جو خصوصی یا منسوخ ہیں۔ اس روشنی میں سنت رسول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جاری کردہ وہ طریقہ ہے جو اُمت کے عمل کرنے کیلئے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض سنتیں ایسی ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ہی خاص ہیں یا آپ نے اپنے کسی صحابی کیلئے خاص کیں۔ مثلاً آپ کا بیک وقت چار سے زیادہ نکاح کرنا، حضرت ابو بردہ بن نبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دینا (بخاری شریف)، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ریشم کا کپڑا پہننے کی اجازت دینا (بخاری شریف)، حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دینا، وصال کے روزے (بخاری شریف) یا کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روزے کے کفارہ والا واقعہ وغیرہ۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں۔ نبی کو شرعی احکام جاری کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ (سورہ بقرہ ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۵۱۔ آل عمران ۱۶۴۔ الاعراف ۱۵۷۔ توبہ ۲۹۔ حشر ۷۔ احزاب ۳۶۔ نساء ۶۴، ۸۰)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ یہ اختیار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیات اور منصب رسالت کو اُجاگر کرتا ہے۔ اُمتی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان خصوصی سنتوں پر عمل کرنا منع ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو اور غسل کے استعمال شدہ پانی کو برکت کیلئے اپنے چہروں پر ملتے اور پی بھی لیا کرتے تھے۔ (بخاری شریف، الخصائص الکبریٰ)

وقار الفتاویٰ میں ہے کہ مریدین کا اپنے پیر کے وضو، غسل کا مستعمل (استعمال شدہ) پانی پینا ناجائز ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان تخصیصی واقعات کو دلیل بنانا کسی بھی شخص کیلئے جائز نہیں ہے۔ (جلد اول صفحہ ۱۷۸)

بعض کاموں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اختیار کر کے ہمیشہ کیلئے ترک کر دیا یا ان سے منع فرمایا وہ متروک اور منسوخ سنتیں ہیں اور سنت رسول کے زمرے میں نہیں آتیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تمہیں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا، پس اب کھاؤ، صدقہ کرو اور ذخیرہ کرو۔ اور میں نے تمہیں نبیذ (ایک مشروب) بنانے سے منع کیا تھا پس اب تم نبیذ بناؤ اور ہرنشہ آور چیز حرام ہے۔ اور میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کرو اور کوئی بے ہودہ بات نہ کرو۔ (موطا امام مالک)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تم کو چڑے کے برتنوں میں پینے سے منع کیا تھا، اب تم ہر برتن میں پیا کرو البتہ نشہ آور مشروب نہ پینا۔ (مسلم شریف)

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر عمل میں اُمت کیلئے رہنمائی اور تعلیم ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض سنتیں اُمت کو مختلف شرعی مسائل اور معاملات سے آگاہ کرنے کا سبب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا مگر ایک مرتبہ ایک عذر کے باعث کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عمل سے اُمت کو مجبوری کی صورت میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت ملی ورنہ مجبوری کی حالت میں بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا گناہ ہوتا جو کہ اب نہیں ہے۔ اس حدیث کو بنیاد بنا کر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو عادت بنالینا غلط ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگر ایک آدھ مرتبہ ننگے سر نماز پڑھ لی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمول کو فراموش کر کے ننگے سر نماز پڑھنے کو عادت بنالیا جائے۔

بعض اوقات ایک کام جائز ہوتا ہے مگر لوگ اُس کا ناجائز فائدہ اٹھانے لگتے ہیں یا اُس کے جائز ہونے کی وجہ باقی نہیں رہتی تو علماء اس کی نوعیت دیکھ کر اُس کام کو منع فرماتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات ایک منع کردہ کام کے منع کرنے کی وجہ ختم ہو جائے تو اُسے (حیثیت کے مطابق) کرنے سے منع نہیں کیا جاتا۔ یہ اسلام کا ایک فقہی اصول ہے کہ بعض اوقات زمانہ بدلنے سے فقہی احکام بھی بدل جاتے ہیں۔ (رسائل ابن عابدین شامی، جلد ۲ صفحہ ۴۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی) (شرح مسلم شریف ۲ صفحہ ۷۹) قرآن کو مزین کرنا پہلے مکروہ تھا اب جائز ہے۔ (شرح مسلم ۲ صفحہ ۵۵۵) پہلے مساجد کی تزئین و آرائش کرنا، محراب بنانا اور مسجد کی دیواروں پر قرآن کی آیات لکھنا صحیح نہ تھا۔ (اتقان) جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے، تم مسجدوں کو اس طرح مزین کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو کیا ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، مسلم شریف کتاب الزہد والرقائق) مگر چونکہ آج یہود و نصاریٰ کی پیروی یا تشبیہ میں تکبر کے اظہار کیلئے مساجد کو رنگ و روغن، مزین اور سجایا نہیں جاتا بلکہ اللہ کے گھر کی تعظیم، عظمت کے اظہار اور دل سے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کیلئے سجایا جاتا ہے اور محراب، مینار، گنبد بنائے جاتے ہیں۔ لہذا اب بعد کے علماء نے ان کاموں کو جائز قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض اوقات وہ کام منع ہو سکتے ہیں جو منع کرنے کی حکمت کے خلاف ہوں اور جو نئے کام منع ہونے کے اصل مقصد اور شریعت کی رو کے خلاف نہ ہو وہ صورتحال دیکھ کر جائز بھی قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

ایک حدیث میں بری بدعت کی دو خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔ (۱) جو گمراہ کر دینے والی ہو یعنی قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ (۲) جس میں اللہ و رسول کی رضامندی شامل نہ ہو۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے ایسی بدعت کو ایجاد کیا جو گمراہی ہو اور اللہ اور اس کا رسول اس سے راضی نہ ہوں تو اس کو اس (بری بدعت) پر عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ملے گا اور اس (بری بدعت) پر عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ، مسلم، ترمذی شریف باب العلم)

بعض علماء عیسائیت اور یہودیت کے عقائد و اعمال کو بدعت قرار نہیں دیتے اس لئے کہ یہ عقائد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تھے جبکہ قادیانی، آغا خانی اور وہابی مذہب کے عقائد کو بدعت کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ عقائد عہد رسالت میں نہ تھے۔ (جاء الحق از مفتی احمد یار خاں نعیمی)

عقائد اور اعمال کے جو طریقے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں اختیار کئے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہیں۔ ان میں سے جو کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقریباً ہمیشہ یعنی اکثر کئے اور بغیر وجہ کے کبھی انہیں ترک نہیں کیا اور جن کی تاکید فرمائی مگر ترک ہو جانے پر منع بھی نہیں فرمایا تو یہ کام سنت مؤکدہ ہیں۔ (جسے ترک کرنے سے منع کیا وہ واجب ہیں) سنت مؤکدہ کو ادا کرنا ثواب اور ترک کرنا برا ہے، اگر ترک کو عادت بنالیا جائے تو مکروہ تحریمی اور عذاب کا باعث ہے اور اگر کبھی کبھی ترک ہو تو یہ ملامت یعنی عتاب کا باعث ہے۔ جو کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر وجہ اور عذر کے کبھی کبھی ترک فرمائے وہ سنت غیر مؤکدہ اور جو کبھی کبھی ادا فرمائے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مستحب کام ہیں۔ اگر سنت غیر مؤکدہ کبھی کبھی ترک ہو تو کوئی بات نہیں لیکن اگر سنت غیر مؤکدہ کے ترک کو مستقل طور پر عادت بنالیا جائے تو یہ باعث عتاب (لامت) ہے۔ مستحب کو ادا کرنا ثواب ہے اور نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں۔ بعض کے نزدیک بعض مستحبات کا ترک مکروہ تنزیہی ہے اور باعث ملامت ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر مستحب کام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُسی طرح ثابت ہو۔ اگر کسی کام کی اچھائی اور پسندیدگی کا اشارہ بھی شریعت میں ملتا ہے تو وہ کام مستحب ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور کی ہر سنت غیر مؤکدہ مستحب ہے مگر ہر مستحب سنت غیر مؤکدہ نہیں۔ (متفرق ماخوذ از فتاویٰ رضویہ۔ تفسیر بتیان القرآن ۷ صفحہ ۸۲۲۔ بہار شریعت ۱۲ اور دیگر کتب)

سنت غیر مؤکدہ اور مستحب کاموں کو لغوی اعتبار سے نفل بھی کہا جاتا ہے۔ شرعی طور پر سنت رسول سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جاری کردہ وہ طریقہ ہے جو اُمت کیلئے باعث اتباع ہو۔

بعض کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کی عبادت کیلئے کئے اور بعض کام روزمرہ زندگی کے عام دنیاوی معمولات کی حیثیت سے بطور عادت یا اتفاقی طور پر کئے۔ بعض علماء عبادت والے کاموں کو تو سنت مؤکدہ اور سنت غیر مؤکدہ میں تقسیم کرتے ہیں مگر عادت والے کاموں کو صرف سنت غیر مؤکدہ کے درجے پر رکھتے ہیں۔ مولانا مودودی اس سلسلے میں ایک عجیب اور مختلف عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں، آپ کا یہ خیال کہ نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جتنی بڑی داڑھی رکھتے تھے، اتنی بڑی داڑھی رکھنا سنت رسول یا اسوۂ رسول ہے، یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عادات رسول کو بعینہ وہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کیلئے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور دوسرے انبیاء علیہم السلام مبعوث کئے جاتے رہے ہیں مگر میرے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے۔ بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے۔ (رسائل و مسائل اول) مولانا یوسف لدھیانوی اس بات کو مولانا مودودی کی غلط فہمی اور ایک بے ہودہ جسارت قرار دیتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کے مقابلے میں اتنا جری ہو، کیا وہ عالم دین کہلانے کا مستحق ہے؟ (اختلاف امت اور صراطِ مستقیم، صفحہ ۱۸۷)

خلاف سنت وہ عمل ہے جو اس سلسلے میں موجود حضور کی کسی اصل سنت کے مقصد، منشاء اور حکمت کے خلاف ہو اور جس سے حضور کی کسی سنت کا مقصد ختم ہو جائے نہ کہ وہ عمل جو حضور کی سنت نہ ہو۔ کسی کام کو خلاف سنت قرار دینے کیلئے ایک تو اس کے مقابل اصل سنت رسول پیش کرنا ضروری ہے، دوسرے یہ کہ سنت کے خلاف قرار دیئے گئے کام کو مقابل اصل سنت کی حکمت و منشاء کے خلاف ثابت کرنا ضروری ہے۔ 'بدعت وہ ہے جو سنت مٹا دے' اس خاص جملے کا معنی بھی یہی ہے کہ بری بدعت وہ ہے جو سنت کا مقصد مٹا دے۔ یہی وجہ ہے کہ مسواک کرنا سنت ہے مگر برش کرنا خلاف سنت نہیں بلکہ بعض علماء کے نزدیک منجن و ٹوتھ پیسٹ سے دانت کرنا بھی سنت مسواک کے حکم میں ہے اور اس سے بھی سنت کا ثواب ملے گا۔ (شرح مسلم شریف اول صفحہ ۹۱۴ از علامہ غلام رسول سعیدی) غیر سنت کو سنت پر فضیلت نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جس نے میری امت میں فتنہ فساد کے زمانے میں میری ایک سنت پر عمل کیا اسے سوشہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ جو کام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت نہیں وہ بدعت ہے۔ ایسا کام کرنا جائز اور ثواب کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔ بشرط یہ کہ اسے شرعی طور پر لازم قرار نہ دیا جائے اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی سنت کی منشاء کے خلاف نہ ہو اور قرآن و حدیث میں اس کی ممانعت نہ ہو۔ جیسا کہ پاک ٹوتھ پیسٹ اور برش سے دانتوں کی صفائی کرنا، عمامے کے بجائے اپنی پسند کی کوئی مخصوص ٹوپی پہننا، مختلف درود شریف اور دعائیں پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی سنت کسی جائز یا مستحب بدعت پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتی اور نہ ہی کسی مستحب اور جائز کام کی مخالفت کرنا نبی کریم یا صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔

سنت کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ احادیث و سنت نبوی قرآن کو سمجھنے اور صاحب قرآن (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے قلبی تعلق کو مضبوط کرنے کا ذریعہ ہیں۔ قرآن کی علمی تفسیر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث و سنت میں ملتی ہے۔ قرآن میں صلوٰۃ کا ذکر ہے مگر یہ احادیث کے ذریعے سنت نبی سے معلوم ہوا کہ نماز کیا ہے، اس کے اوقات کیا ہیں، رکعتیں کتنی ہیں، نماز کی شرائط و ترتیب کیا ہیں، قرآن نے جن باتوں کا حکم دیا سنت سے ان کی تفصیل، مفہوم اور طریقہ کار کا پتا چلتا ہے۔

فیل میں وہ چند کام درج ہیں جن کا نہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں حکم دیا اور نہ اس انداز میں یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی عمل سے ثابت ہیں مگر اس کے باوجود آج مسلمان انہیں کرنا نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ ثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان بدعتوں پر ثواب کیسا؟ اور ان امور پر دین کی اصل شکل مسخ کرنے کا الزام کیوں نہیں؟ صرف اس لئے کہ یا تو ان کی اصل قرآن و حدیث میں موجود ہے یا پھر یہ اسلام کے شرعی احکام اور اصولوں کے خلاف نہیں اور نہ ہی انہیں قرآن و حدیث میں منع فرمایا گیا ہے۔

- ☆ مساجد میں قرآن اور تسبیح وغیرہ رکھنا، مینار، گنبد اور محراب بنوانا۔
- ☆ قرآن کریم پر زیر، زبر، پیش، نقطے لگانا، قرآن کا ترجمہ کرنا، اس پر غلاف چڑھانا۔
- ☆ قرآن کی الگ الگ پاروں میں تقسیم۔ سورتوں کی موجودہ ترتیب۔ رکوع کے مقامات۔
- ☆ دکانوں، گھروں اور مساجد میں قرآن خوانی، ختم آیت کریمہ، کلمہ یا دیگر خاص آیات باہتمام پڑھنا۔
- ☆ 'صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم' کو بطور درود شریف پڑھنا لکھنا۔ (بحوالہ بدعت ہی بدعت از علامہ فیض احمد اویسی)
- ☆ دینی مدارس میں درس حدیث کا افتتاح، ختم بخاری شریف یا کوئی دینی تقریب منعقد کرنا۔
- ☆ بزرگوں کے آزمودہ مختلف درود شریف، دعائیں یا نعت و سلام پڑھنا۔
- ☆ ہر سال پورے رمضان جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھنا، محفل شبینہ یا چند روزہ تراویح کا انتظام کرنا۔
- ☆ تراویح کے اختتام پر ختم قرآن کی محفل کرنا، دعائے ختم القرآن پڑھنا، ختم قرآن کیلئے رقم جمع کرنا۔
- ☆ کوئی تاریخ مقرر کر کے درس قرآن، محفل نعت، محفل درود و سلام، محفل میلاد، جلسہ سیرت النبی، قرآن و سنت کانفرنسیں اور مختلف دینی تبلیغی اجتماعات کا باقاعدہ انعقاد کرنا (کسی کا یہ کہنا اُس کی غلط فہمی ہے کہ یہ تمام اعمال خیر صرف عربی زبان میں کئے جائیں تو ثواب ہوگا ورنہ نہیں ہوگا)۔

- ☆ شرعی حدود میں بزرگوں کے ایام منانا۔ ان کے ایصالِ ثواب کیلئے قرآنی آیات پڑھنا، صدقہ، خیرات کرنا۔
- ☆ مختلف انداز سے دینی علوم حاصل کرنا، دینی کتابیں لکھنا، چھاپنا اور تقسیم کرنا۔
- ☆ وابستگی کے اظہار یا برکت کیلئے دکانوں، مکانوں اور مساجد میں قرآنی آیات لکھنا یا طغریں لگانا۔
- ☆ جمعہ میں مروجہ خطبہ پڑھنا، خطبے سے قبل تقریر کرنا۔
- ☆ ایمانِ مجمل، ایمانِ مفصل اور چھ کلمے پڑھنا، یاد کرنا۔
- ☆ دینی مدارس کا قیام، ان کا نصاب و نظام۔
- ☆ مدارس کی سالانہ یا سوسالہ تقریب منانا، طلبہ کی دستار بندی کرنا اور ان میں اسناد تقسیم کرنا۔
- ☆ افطار پارٹی، عید ملن پارٹی منعقد کرنا۔

(مزید مثالوں کیلئے دیکھئے 'بدعت ہی بدعت' از علامہ فیض احمد اویسی)

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب
(مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس فقیر نے جناب سید محمد رفیق شاہ صاحب کا کتابچہ 'بدعت کا مطالعہ' کہیں کہیں سے دیکھا۔ موجودہ دور میں ایک مکتبہ فکر نے بدعت کا جو مفہوم پیش کیا ہے اس سے مسلمانوں میں افتراق و انتشار نے جنم لیا ہے۔ اس کتابچہ میں مؤلف نے اسی افتراق و انتشار کے اثرات کو زائل کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ اس مضمون کے مطالعے سے قاری پر بدعت کا صحیح مفہوم واضح ہو جائے گا اور یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ ہر نیا کام برا نہیں بلکہ از روئے حدیث دین میں ہر وہ اچھا کام جو پہلے نہیں ہوتا تھا اور جس میں دین کا فائدہ ہو ایک جائز و مستحب عمل ہے۔ اس پر عمل کرنے والے کو ثواب ہوگا اور جس نے اس نیک عمل کو جاری کیا، ہر عمل کرنے والے کے ساتھ اس نیکی کو جاری کرنے والے کو بھی اس کا ثواب ملے گا اور عمل کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

وَعَاہِیَہِ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ موصوف کی اس سعی کو قبول فرما کر اسے نافع ہر خاص و عام بنائے۔ آمین

فقیر سید شاہ تراب الحق قادری

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

چند وہ ناجائز کام یا بری بدعتیں ہیں جن کو قرآن و حدیث میں منع فرمایا گیا یہ اسلام کے مزاج اور اصولوں کے خلاف ہیں۔ علماء نوعیت کی وجہ سے بدعتِ سیئہ کو حرام اور مکروہ کی اقسام میں بھی تقسیم کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات بری بدعتیں شرک اور کفر کی حد تک بھی پہنچ سکتی ہیں۔

- ☆ اسلامی قوانین کے نفاذ کی بجائے غیر اسلامی قوانین اور سسٹم کا نفاذ۔ مثلاً پاکستان کا عدالتی نظام۔ جبکہ قرآن میں اللہ عز وجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم ہے۔
- ☆ مسلم ممالک کے حکمرانوں کا ذاتی اقتدار کیلئے اسلام دشمن ممالک سے مدد حاصل کرنا یا مسلمانوں کے خلاف اُن کی مدد کرنا جیسے 2003 - 2004 میں عراق کے مسلمانوں کے خلاف مدد کی۔
- ☆ ایصالِ ثواب کو فرض، واجب یا لازم قرار دینا، یعنی انہیں نہ کرنے کو یا دیگر ایام میں کرنے کو ناجائز، حرام اور گناہ قرار دینا۔ کوئی خود ساختہ اور غلط بات کسی سے منسوب کرنا۔
- ☆ عورتوں کا بے پردہ سنور کر خوشبو لگا کر گھومنا۔
- ☆ شادی بیاہ و دیگر تقریبات پر فضول خرچی یا خلافِ شریعت کام کرنا۔ (بے حیائی اور فضول خرچی واضح طور پر قرآن و حدیث میں سخت منع ہے۔)

- ☆ عورتوں اور مردوں کی مشترکہ تقریبات کرنا۔ محلے یا بازار میں خواتین کا بے پردہ ہو کر خریداری کرنا۔
- ☆ درسِ قرآن، جلسہ سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، محفل میلاد، نعت اور سلام کو ناجائز اور بری بدعت کہنا۔
- ☆ سود کو جائز، جہاد کو منسوخ قرار دینا، ارکانِ اسلام کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج میں سے کسی کو کم زیادہ کرنا (کہ ارکانِ اسلام کے انکار پر کفر واضح ہے۔)

- ☆ میت پر احباب کی شاندار دعوتیں کرنا اور غریبوں کو ان سے یکسر محروم رکھنا۔
- ☆ کسی پیر یا مزار کو سجدہ کرنا اور مزارات پر دیگر غیر شرعی کام کرنا نہ صرف یہ کہ بری بدعت ہیں بلکہ ان میں سے تو بعض کام حرام و کفر کے زمرے میں آتے ہیں (کسی مزار یا پیر کو عبادت کی نیت سے سجدہ کرنا کفر اور تعظیم کی نیت سے سجدہ کرنا حرام ہے۔)

☆ تعزیہ داری اور ماہِ محرم کی مختلف خرافات۔

☆ کسی مستحب و مباح بدعت پر خود ساختہ اور غیر شرعی پابندی لگانا۔

☆ اللہ کی جائز کردہ چیزوں کے متعلق اس کے بندوں میں شک پیدا کرنا اور ان پر عمل کرنے والے مسلمانوں کو شرک و بدعت کا مرتکب قرار دے کر دین اسلام سے از خود خارج کر دینا۔

☆ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بزرگوں کے ایصالِ ثواب اور عرس کو شرعی دلیل کے بغیر ہر صورت حرام کہنا۔

☆ صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیائے عظام کو برا کہنا۔

☆ تقلید، تقدیر، واقعہ معراج اور احادیث کا انکار کرنا۔

☆ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضے کی زیارت کیلئے سفر کرنے کو شرک اور حرام قرار دینا۔

☆ وسیلے کو ناجائز قرار دینا، حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنا، جیسا کہ دیوبند مسلک میں کو اکھانا ثواب قرار دیا گیا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ حرمت اور جواز کے مسائل، صفحہ ۵۹۸)

☆ نماز میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیال کو برا اور شرک قرار دینا جیسا کہ صراطِ مستقیم میں اسماعیل دہلوی نے لکھا۔

☆ کسی بھی موقع پر جھوٹی روایات اور غلط نعتیہ اشعار پڑھنا۔

☆ بروج، ستاروں یا سیاروں کو مستقبل کی خبروں کے حصول کا ذریعہ سمجھنا۔

(مزید مثالوں کیلئے دیکھئے ’نئی نئی باتیں‘ از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

یہ بھی بدعتیں ہیں مگر جائز ہیں۔ ان کی نہ تو کوئی مذہبی حیثیت ہے اور نہ ان کے کرنے میں کسی کی نیت ثواب کی ہوتی ہے اور نہ یہ قرآن و حدیث میں منع ہیں۔ مثلاً نکاح پڑھانے کے پیسے لینا، شرعی حدود میں اپنی یا بچوں کی سالگرہ منانا، سہرا باندھنا۔ ان جائز بدعتوں میں ہوائی جہاز، کمپیوٹر، لاؤڈ اسپیکر، قالین، لیبارٹری ٹیسٹ، طرح طرح کے کھانے، کپڑے اور دورِ جدید کی مختلف ایجادات و سہولتوں کا استعمال بھی شامل ہیں۔

بعض علماء نے دنیاوی امور کیلئے بدعت کا لفظ استعمال نہیں کرتے بلکہ صرف ان نئے امور کو بدعت قرار دیتے ہیں جنہیں دینی طور پر نیکی کی نیت اور ثواب کی اُمید پر کیا جائے یا پھر ان دنیاوی امور کو لغت کے اعتبار سے بدعت قرار دیتے ہیں مگر شرعی لحاظ سے بدعت قرار نہیں دیتے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ احداث فی الدین دین میں بدعت منع ہے مگر احداث للدين دین کیلئے بدعت منع نہیں۔ کسی نے کام کو دین اور عبادت سمجھ کر کرنا بری بدعت ہے مگر کسی دینی مقصد کے حصول اور عبادت کا ذریعہ سمجھ کر کرنا بری بدعت نہیں۔ (سنت و بدعت، صفحہ ۱۲ از مفتی محمد شفیع)

دین اسلام میں دنیا کا کوئی بھی جائز کام (خواہ دینی ہو یا دنیاوی) اگر اچھی نیت سے کیا جائے تو اس پر ثواب ملتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔ اپنے بچوں کو پالنا نیتِ خیر سے ہو تو ثواب ہے۔ لہذا مسلمان کا ہر دنیاوی کام بھی دینی کام ہے۔ (جاء الحق)

بعض رسمیں، عادات اور طریقے مختلف ملکوں، علاقوں، خاندانوں اور برادریوں میں مختلف انداز میں سماجی اور معاشرتی طور پر رائج ہوتے ہیں اور معاشرے میں ان رواجوں کی کوئی مذہبی حیثیت نہیں ہوتی۔ عراق، شام، مصر اور پاکستان کی بعض رسمیں سعودی عرب میں نہیں اور سعودی عرب کی بعض رسمیں ان ممالک میں رائج نہیں۔ رسموں کے بارے میں قانون یہ ہے کہ جن رسموں کی ممانعت قرآن و حدیث میں آگئی وہ رسمیں ناجائز ہیں اور جن رسموں کی ممانعت قرآن و حدیث میں نہیں آئی

کسی بھی رسم، عادت اور طریقے کو اُسی وقت ناجائز یا غیر اسلامی قرار دیا جاسکتا ہے، جب (۱) اس رسم کو کرنے والے کا ارادہ غیر مسلم کے مشابہ ہونے کا ہو۔ (۲) وہ رسم کسی غیر مذہب کی خاص نشانی اور شناخت ہو۔ (۳) وہ رسم اسلامی شریعت میں منع ہو۔ (اخذ کردہ فتاویٰ امجدیہ، جلد ۴ صفحہ ۱۴۶ بحوالہ فتاویٰ رضویہ) (شریعت میں بعض چیزیں فضول خرچی، دوسرے مذہب سے مشابہت بے حیائی اور منع کردہ مختلف امور کی وجہ سے بھی ممنوع ہیں) بصورتِ دیگر وہ چیز ناجائز یا غیر اسلامی قرار نہیں دی جاسکتی خواہ کسی معاشرے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں اس پر عمل پیرا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے تو وہ اسی میں سے ہے۔ (ابوداؤد کتاب اللباس)

مفتی جلال الدین احمد علیہ الرحمۃ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ غیر مسلم کی ہر وہ چیز جو اُن کیلئے اس طرح خاص ہو کہ اگر مسلمان اسے استعمال کرے تو اس پر غیر مسلم ہونے کا دھوکا ہو تو اس کا استعمال مسلمان کیلئے ناجائز ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول ۲ صفحہ ۶۰۰) فتاویٰ امجدیہ میں ہے کہ جہاں ساڑھیاں صرف ہندوؤں کا لباس مانی جاتی ہیں وہاں مسلمان عورت کا ساڑھی پہننا مکروہ، ممنوع اور گناہ ہوگا لیکن جن علاقوں میں یہ مسلمان کا بھی لباس ہے وہاں اس کا پہننا ممنوع نہ ہوگا۔ (حاشیہ فتاویٰ امجدیہ ۴ کتاب النظر والاباحۃ صفحہ ۱۴۵) فتاویٰ فیض الرسول میں واضح ہے کہ ساڑھی اگر اس طرح پہنی جائے کہ بے پردگی نہ ہو تو جائز ہے اور بے پردگی ہو تو ناجائز ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۶۰۱) مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ مرقاۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں، تمام لباسوں کا یہی حال ہے کہ جو کفار کی علامت ہوں ان سے بچے، جب علامت نہ رہیں مشترک بن جائیں تو جائز ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، جلد ۷ صفحہ ۲۴۳)

اسی طرح علمائے کرام بعض شرعی شرائط کے ساتھ پینٹ پہننا (وقار الفتاویٰ ۲ صفحہ ۲۴۱) ساگرہ منانا (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۵۶۷)، دولہا دلہن کو اُبٹن لگانا، مائیوں بٹھانا، سہراباندھنا اور دیگر معاشرتی و علاقائی رسموں کو جائز قرار دیتے ہیں۔ (بہارِ شریعت حصہ ۷)

بعض علماء کا خیال ہے کہ گمراہی والی بری بدعت سے مراد خراب عقیدے کی بدعت ہے نہ کہ اعمال کی بدعت اور عقیدے کی بدعت ہمیشہ بری ہوتی ہے اس لئے کہ شرعی اصول کے تحت نماز نہ پڑھنے والا گناہ گار ہے مگر گمراہ اور کافر نہیں، جبکہ نماز پر ایمان نہ رکھنے والا گمراہ اور کافر ہے۔ (جاء الحق از مفتی احمد یار خاں نعیمی) (فتاویٰ رشیدیہ کتاب العلم، صفحہ ۱۵۶)

’سنت‘ اور ’بدعت‘ کے الفاظ ایک دوسرے کے مقابل مخالف (Opposite) اور ضد کے طور پر بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ جو کام سنتِ رسول سے ثابت ہے وہ بدعت نہیں اور جو کام سنتِ رسول سے ثابت نہیں وہ بدعت ہے خواہ یہ بدعت اچھی ہو یا بری۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء بدعت کو اچھی اور بری میں تقسیم نہیں کرتے۔ اُن کے نزدیک ہر بدعت بری بدعت ہے جو ہر حال میں گمراہی ہے اور جس نئے کام کی اصل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت میں موجود ہے اور سنت کے مشابہ اُس کام میں سنت کا مقصد بھی پایا جاتا ہے تو وہ نیا کام بھی سنت ہے نہ کہ بدعت۔ لہذا جو نئی چیزیں اچھی ہیں وہ بدعت نہیں، سنت و شریعت ہیں اس لئے کہ یہ قرآن و سنت کے شرعی اصولوں کے مطابق ہیں۔ انہیں نیا یا بظاہر سنتِ رسول نہ ہونے کی وجہ سے حرام یا ناجائز قرار دینا غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ مثلاً نمازِ تراویح، قبروں پر پھول ڈالنا وغیرہ۔ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں، بدعت کوئی حسنہ نہیں اور جس کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں وہ سنت ہی ہے مگر یہ اصطلاح کافرق ہے مطلب سب کا ایک ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۱۵۵)

کسی جائز چیز کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانے میں ہونا اس چیز کی فضیلت ہے اور نہ ہونا اس کے حرام و ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔ بعض کام ممکن ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت نہ ہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں نہ کیا ہو اور نہ کرنے کا حکم دیا ہو۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کاموں کا کرنا شریعت اور سنت کے خلاف قرار دے دیا جائے۔ مثلاً گھیر والی شلوار اور کالر والی قمیص پہننا گو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت نہیں مگر کیونکہ یہ لباس جسم اور ستر چھپانے کے شرعی تقاضے اور حکمت کو پورا کرتا ہے اور شریعت اس لباس پر کوئی پابندی نہیں لگاتی لہذا اس لباس کا پہننا شریعت اور شرعی عمل ہے۔ اب ایک شرعی تقاضا پورا کرنے پر شلوار قمیص پہننے کا بھی ثواب حاصل ہوگا۔ اسی طرح دانتوں کی صفائی کیلئے ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال گو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت نہیں مگر یہ بدعت نہ تو قرآن و سنت کے کسی حکم و حکمت کے خلاف ہے اور نہ ہی یہ شریعت میں منع ہے لہذا پاک ٹوتھ پیسٹ اور برش سے دانت صاف کرنا شرعی طور پر ایک جائز عمل ہے۔

اسی طرح جب شریعتِ مصطفویٰ محفلِ قرأت، قرآن خوانی، جلسہ سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، درس قرآن، محافل میلاد و نعت، درود و سلام اور کسی دینی، تبلیغی روحانی اجتماع یا ایصالِ ثواب کے کسی عمل پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتی تو پھر ہمیں بھی یہ حق حاصل نہیں کہ ہم ان اعمال کو محض مسلکی تعصب کی بناء پر خواہ مخواہ خلافِ سنت اور ناجائز قرار دے کر فرقہ واریت کو ہوا دیں۔ اگر کسی بدعت کو ناجائز قرار دینے کی شرعی بنیاد اور معقول وجہ فراہم کر دی جائے تو شاید ہی کسی مکتبہ فکر کے علماء اُسے جائز قرار دینے کی کوشش کریں۔ شرعی احکام جاری کرنے کا حق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ قرآن و حدیث کے کسی عام حکم پر از خود کوئی پابندی عائد کرنا ناجائز ہے۔ مثلاً قرآن میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کا حکم موجود ہے تو پھر ہمیں یہ حق نہیں کہ ہم اس عمل پر کھڑے ہونے، بیٹھنے، اکیلے پڑھنے، مل کر پڑھنے، خاموشی سے پڑھنے، آواز سے پڑھنے، غیر عربی میں پڑھنے یا عربی میں پڑھنے کی قید اور پابندی عائد کریں۔ جبکہ یہ عمل اللہ کا حکم بھی ہے اور اس کی سنت بھی۔ لہذا سب کی مرضی ہے کہ جس انداز سے چاہیں اللہ کی اس سنت اور حکم پر عمل کریں۔ مگر نہ معلوم کیوں! نہ پڑھنے سے زیادہ اعتراض پڑھنے پر کیا جاتا ہے۔ اللہ ایسے بخل سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔

محافل میلاد اور اہل محبت کی نسبت پر مبنی تقاریب صدیوں سے اللہ عز وجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق کے جذبوں، دینی قدروں اور ایمانی حلاوتوں کو پروان چڑھانے کا اہم ذریعہ ہی ہیں۔ صرف قرآن کا تذکرہ کرنا اور صاحب قرآن (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عظمتوں پر مبنی آیات و احادیث کو دانستہ طور پر نظر انداز کرنا، شریعت پر زور دینا اور صاحب شریعت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تعریف سے چشم پوشی کرنا ہرگز ہماری اقدار اور دین کا تقاضہ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات تو غیر مسلموں نے بھی بیان کی ہیں مگر ان حیات بخش تعلیمات کے نام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شخصیت کے عظمت، فضیلت اور شان رسالت والے پہلو کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنا ایک اُمت کا شیوہ ہرگز نہیں۔ ایصالِ ثواب کے مختلف ذریعے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت و توقیر کے تمام طریقے جائز، باعثِ سعادت اور باعثِ ثواب ہیں، سوائے ان طریقوں کے جو شریعت کے خلاف ہیں اور منع ہیں۔ بعض گروہوں میں اللہ اور اس کے پیارے رسول کی محبت پر اپنے مرشد، عالم یا فکری رہنما کی محبت غالب ہوتی ہے جو کسی طرح بھی ایک اچھی بات نہیں۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اصل چیز عمل ہے۔ اسلام عقیدہ اور عمل دونوں کا نام ہے۔ عمل کی ضرورت سے انکار ممکن نہیں مگر دین اسلام میں عقیدے اور ایمان کو عمل پر فوقیت حاصل ہے۔

ہمارے معاشرے میں ایسی بے شمار ناجائز باتیں اور بری بدعتیں ہیں جو قرآن و حدیث میں منع ہیں۔ مگر افسوس کہ ہمیں ان میں شرک و بدعت نظر نہیں آتا۔ ہم معاشرتی فضول خرچیوں، ناچ گانے کے پروگرام، قومی ترانے پر کھڑے ہونے، اسمبلی میں مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے کھڑے ہونے اور دیگر بدعتوں پر خاموش ہیں مگر میلاد شریف، محفل نعت، ایصالِ ثواب اور درود و سلام کو فرقہ واریت اور شرک و بدعت قرار دینے کیلئے بے چین ہیں۔ (ان للہ وانا الیہ راجعون) اللہ عز وجل قرآن میں اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مخاطب ہے کہ اے رسول ان سے پوچھئے کہ زینت کے جو سامان اور پاک چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں وہ کس نے حرام کر دیں؟ آپ فرمادیں یہ ساری چیزیں تو ایمان والوں کیلئے ہیں۔ (اعراف ۳۲) اور آپ فرمائیں لاؤ اپنے وہ گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ (انعام ۱۵۰)

کہیں یہ اُمتِ مسلمہ کے خلاف کوئی سازش تو نہیں کہ صرف ان ہی بدعتوں کے خلاف کیوں جدوجہد کی جا رہی ہے جن کی بنیاد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ و اہل بیت اور اولیاء کرام کی محبتوں اور نسبتوں پر ہے۔ کافروں کی اختیار کردہ اور ممنوع بدعتوں پر خاموشی کیوں ہے؟ ہم نے اسلام کی ابدی تعلیمات اور شرعی اصولوں کو چھوڑ کر شرک و بدعت کے اپنے معیار اور پیمانے کیوں بنا رکھے ہیں کہ جن چیزوں کا ہم کریں وہ جائز ہیں اور جنہیں ہم نہ کریں وہ بری ہیں، بدعتیں ہیں، ناجائز ہیں اور دین کو مسخ کرنے کا سبب ہیں۔ اگر کوئی خاص عقیدہ و عمل دوسرا رکھے تو شرک و بدعت کہلائے۔ اگر وہی بات اپنے علماء سے ثابت ہو تو سنت و شریعت اور اللہ کی عطا بن جائے۔ فکر و عمل کا یہ تضاد دین کے ساتھ ایک مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ (مطالعہ کیجئے حکایاتِ اولیاء مولانا اشرف علی تھانوی۔ زلزلہ علامہ ارشد القادری)

انصاف پسند افراد کو اس بات کا اظہار کرنا چاہئے کہ مسلمانوں کو مشرک، بدعتی اور جہنمی قرار دینے کی روش کسی طور مفید نہیں۔ قرآن پاک میں اُمتِ مسلمہ کو اس لئے بہترین اُمت قرار دیا گیا ہے کہ یہ اُمت اچھی باتوں کا حکم دیتی ہے اور برائی سے منع کرتی ہے۔ (آل عمران ۱۱۰) یاد رکھئے! جن لوگوں نے قرآن و سنت کے احکام کے معاملے میں اپنی رائے کو ترجیح دی وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

شرعی اصول نظر انداز کر کے من پسند افکار و معمولات کو شرک و بدعت اور سنت و شریعت قرار دینے سے معاشرے میں فرقہ واریت، تعصب اور منافقانہ انداز کی جو فکر پروان چڑھ رہی ہے وہ ہر درد مند مسلمان کیلئے افسوسناک بھی ہے اور اتحادِ اُمت کی راہ میں بڑی رکاوٹ بھی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم از خود اس غیر اصولی اور منافقانہ طرزِ فکر کو تبدیل کرنے کی مخلصانہ کوشش کریں تاکہ علمی سطح پر اسلام کے خلاف تشکیل کردہ غیر منصفانہ پالیسیوں اور متعصبانہ رویوں کا یکجہتی سے مقابلہ کرنے کی راہ ہموار ہو سکے۔ اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اسلام کے سانچے میں ڈھل جائیں جبکہ ہم اسلام کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش میں ہیں۔ اس طرح دانستہ یا نادانستہ طور پر ہم اسلامی شریعت میں تضاد ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں اس خطرناک مذاق سے اسلام کے شرعی اصولوں کو ترک کرنے، ان میں تبدیلی کرنے، لوگوں کو گمراہ کرنے، اُمتِ مسلمہ میں اختلاف اور تفرقہ پیدا کرنے اور تضاد پر مبنی منافقانہ طرزِ عمل سے گریز کرنا چاہئے کہ خلوص، سچائی، اعتدال اور اللہ کی رسی کو تھامنا ہمارے سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔

یہ ہمارے علمائے کرام کی خصوصی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی تعصب کے بغیر کھلے دل سے اچھے کاموں کی حوصلہ افزائی کریں اور ایسی بدعتوں کی حوصلہ شکنی کریں جو دین کیلئے نقصان دہ ہوں۔ اس لئے کہ یہ بھی وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ایسی بدعتیں رائج کرنے کی کوششوں کی مذمت کی جائے جو دین کے تشخص کو مجروح کرنے کا سبب بنتی ہیں۔

اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں افراط و تفریط، تعصب، فرقہ واریت، تضاد، انتہا پسندی، بہتان تراشی، تنگ نظری، توہم پرستی، بد مذہبی اور مخالفت برائے مخالفت کے رجحانات سے محفوظ رکھے۔ ہمیں اعتدال کی راہ پر رکھے اور ہمیں فرائض و واجبات اور سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمیت تمام اچھے کاموں پر خلوص دل سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ

محترم سید محمد رفیق شاہ فہم دین سے شغف اور دین متین کی خدمت کا والہانہ جذبہ رکھنے والے صالح نوجوان ہیں۔
’بدعت کا مطالعہ‘ ان کی پہلی تحریر ہے، جو کتابی شکل میں شائع ہو رہی ہے۔ انہوں نے کوشش کی ہے کہ اپنے حاصل مطالعہ سے
اس موضوع پر ایسی تحقیق پیش کریں جس سے بدعت کے بارے میں پائی جانے والی مختلف غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔
فقیر نے اس موضوع پر اپنی کتاب ’سفید و سیاہ‘ میں کچھ تفصیل تحریر کی ہے۔

وَعَاہے کہ محترم سید محمد رفیق شاہ صاحب کی یہ کاوش نافع و مفید ثابت ہو۔ آمین

فقیر کو کب نورانی اوکاڑوی غفرلہ



WWW.NAFSEISLAM.COM

احقر نے محترم جناب سید محمد رفیق شاہ صاحب کا تالیف کردہ رسالہ بنام ’بدعت کا مطالعہ‘ اول سے آخر تک پورا پڑھا ہے۔
(مفتی صاحب کے مطالعہ کے بعد مضمون میں کافی کمی و بیشی کی گئی۔ مؤلف) الحمد للہ اسے مفید پایا۔ خاص طور پر وہ لوگ جو بدعت کے
مفہوم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے دشمن کی سازش کا شکار ہو جاتے ہیں اگر اس رسالہ کو پڑھ لیں تو ان شاء اللہ کوئی انہیں
بدعت کے حوالے سے دھوکہ دینے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس سعی کو مقبول فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ المرسلین

احقر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

لغت کے اعتبار سے بدعت کے معنی 'کسی بھی ایسی نئی چیز کا ایجاد ہے جس کا مثال پہلے نہ ہو' اس معنی کے اعتبار سے صرف خالق کائنات رب العزت کی واحد ذات ہے جو بدعت نہیں، باقی جو کچھ نیا اس نے تخلیق کیا وہ سب بدعت ہے کہ یہ سب کچھ پہلے نہ تھا، بعد میں وجود میں آیا۔

بدعت کا لفظ اسم (Noun) ہے۔ اُردو میں یہ اسم اور فعل (Verb) دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں بدعت کا لفظ اللہ تعالیٰ کیلئے بھی استعمال ہوا ہے۔ (سورۃ بقرہ: ۱۷۱-۱۷۲) (انعام: ۱۰۱)

اسلامی شریعت میں بدعت کی تعریف مختلف انداز میں کی گئی ہے جسے شرعی یا اصطلاحی تعریف کہا جاتا ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے ہاں بدعت کی جو تعریفیں ہیں ان کی تعبیر و تشریح اور اطلاقات میں واضح فرق ہے۔ بدعت کی بعض تعریفات یہ ہیں:-

☆ بدعت وہ چیز یا کام ہے جس کی مثال حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانے میں نہ ہو اور آپ کے وصال کے بعد ایجاد کیا جائے۔ (بمطابق تہذیب الاسماء واللغات از امام نووی، مرقاة از ملا علی قاری، اشعة اللمعات از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، عمدۃ القاری از علامہ عینی)

☆ وہ نئی بات جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو بدعت ہے۔ (از علامہ ابن منظور افریقی، علامہ ابن اثیر بحوالہ لسان العرب ۸ صفحہ ۶، وین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از علامہ محمود احمد رضوی علیہ الرحمۃ)

☆ دین میں کسی نئی چیز کا ایجاد کرنا جس کی اصل (دلیل) شریعت میں موجود نہ ہو۔ (فتح الباری ۱۳ صفحہ ۲۵۳ از ابن حجر عسقلانی۔ اسلامی تعلیم از علامہ مشتاق احمد نظامی۔ انڈیا)

☆ دین میں وہ نیا کام جو ثواب کیلئے ایجاد کیا جائے۔ (علم القرآن از مفتی احمد یار خاں نعیمی)

☆ جو چیز سلف صالحین کے زمانے میں نہیں تھی اُسے دین سمجھ کر اختیار کرنا بدعت کہلاتا ہے۔ (اختلاف اُمت اور صراطِ مستقیم صفحہ ۱۰۹ از مولانا محمد یوسف لدھیانوی)

☆ بدعت سے مراد یہ ہے کہ جن مسائل و معاملات کو دین اسلام نے اپنے دائرے میں لیا ہے ان میں کوئی ایسا طرزِ فکر یا طرزِ عمل اختیار کرنا، جس کیلئے دین کے اصلی مآخذ میں کوئی دلیل و حجت موجود نہ ہو۔ (رسائل و مسائل ۳ صفحہ ۱۳۵۸ از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)

☆ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے۔ (امداد اللہ مہاجر کی فیصلہ ہفت مسئلہ)

☆ ہر ایسے نو ایجاد طریقہ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد اختیار کیا گیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عہد مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً نہ صراحۃً نہ اشارۃً۔ (سنت و بدعت صفحہ ۱۱۱ از مولانا مفتی محمد شفیع)

☆ بدعت وہ ہے جس سے کوئی سنت ترک ہو جائے۔ (ہدیۃ المہدی، علامہ وحید الزماں الحمدیث)

ان تعریفوں کی روشنی میں بدعت کے لفظ کو اچھے اور برے دونوں معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور صرف برے معنوں میں بھی۔ اگر بدعت کو صرف برے اور نفی معنی میں لیا جائے تو ہر بدعت برائی اور گمراہی ہے۔ علماء کے ہاں ہر بدعت سے مراد ہر وہ بدعت ہے جو قرآن و سنت کے خلاف ہو اور جس کی شریعت میں کوئی دلیل نہ ہو۔

اگر بدعت کو صرف برائی کے معنی میں نہ لیا جائے تو یہ بدعت اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی۔ اگر یہ بدعت اچھی ہے تو اچھی بدعت یعنی بدعت حسنہ (Good Innovation) کہلائے گی اور بری ہے تو بری بدعت یعنی بدعت سیئہ (Bad Innovation) کہلائے گی۔ کوئی بدعت جائز بھی ہو سکتی ہے اور ناجائز بھی، دینی بھی ہو سکتی ہے اور دُنیاوی بھی، عقیدے کی بھی ہو سکتی ہے اور عمل کی بھی۔ تاہم عقیدے کی بدعت ہر حال میں بری بدعت سمجھی جاتی ہے۔ بدعت کے ضمن میں کسی کام کو دین یا دین کا حصہ بنانے کا آسان مطلب یہ ہے کہ اُس کام کو دینی طور پر یعنی ثواب سمجھ کر کیا جائے۔

اچھی اور بری بدعت کا بیان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں موجود ہے، جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا اس کو خود بھی ثواب ملے گا اور اس پر بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی اُسے اجر ملے گا اور جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اسے نہ صرف اس کا گناہ ہے بلکہ بعد میں جو اس پر عمل کرے گا اس کا بھی اسے گناہ ملے گا۔ (مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ۔ مشکوٰۃ شریف باب العلم۔ ابن ماجہ)

حدیث میں اچھے اور برے کا لفظ اچھی اور بری بدعت کو ظاہر کرتا ہے۔ عالم اسلام کے معتبر علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے بدعت کی اچھی اور بری اقسام کو بیان کیا ہے۔ (تفصیل کیلئے شرح مسلم شریف ۲ از علامہ غلام رسول سعیدی صفحہ ۱۵۵ اور ۹۴۳)

علامہ ابن عابدین شامی شامی کے مقدمہ میں فرماتے ہیں، یہ احادیث اسلام کے قوانین ہیں کہ جو شخص کوئی بری بدعت ایجاد کرے اس پر تمام پیروی کرنے والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھی بدعت نکالے اسے قیامت تک اس عمل کی پیروی کرنے والوں کا ثواب ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ بدعت حسنہ کوئی چیز نہیں تو یہ بات اس حدیث کے خلاف بھی ہو سکتی ہے۔ (از جاء الحق از مفتی احمد یار خاں نعیمی)

دین اسلام میں ایسی بدعت منع، مسترد، ناجائز اور بری ہے جو بنیادی طور پر منع ہونے کی وجہ سے اس دین سے تعلق نہ رکھتی ہو جس کے جائز ہونے کی شریعت میں کوئی دلیل نہ ہو جو اسلام کی روح اور اصولوں کے خلاف ہو جس کے مشابہ کسی چیز کی ممانعت بھی قرآن و حدیث میں موجود ہو یا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی سنت کے مقصد کے خلاف ہو۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز نکالی جو (جس کی اصل) اس میں نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ (بخاری، مسلم شریف کتاب الاقضیۃ - مشکوٰۃ باب الاعتصام)

قرآن، احادیث اور بزرگوں کے اقوال میں بدعت کی جو مذمت بیان ہوئی ہے اُس سے مراد یہی بدعت ہے۔ بدعتِ سیئہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بعض اوقات مکروہ، حرام، شرک یا کفر بھی قرار دی جاسکتی ہے۔

بعض علماء 'بدعتِ سیئہ' کی اصطلاح کا اطلاق اس پر کرتے ہیں کہ جب کسی ناجائز کام کو دینی طور پر کرنا ثواب اور نہ کرنا عذاب کا باعث سمجھا جائے۔ (شرح مسلم شریف ۲ صفحہ ۵۵۱۔ تفسیر بتیان القرآن صفحہ ۶۵۹ از علامہ غلام رسول سعیدی) (مثلاً تعزیہ داری اور گمراہ فرقوں کے عقائد و اعمال)۔ اسلامی شریعت میں ناجائز کام کا کرنا گناہ ہے اور ناجائز کو ثواب سمجھ کر کرنا نہ صرف گناہ اور گمراہی ہے بلکہ حرام بھی ہے۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدعت کی تعریف یوں فرماتے ہیں، دین میں وہ نیا کام جو ثواب کیلئے ایجاد کیا جائے اگر یہ کام خلاف دین ہے تو حرام ہے اور اگر خلاف نہ ہو تو درست ہے۔ (علم القرآن)

اگر کسی بدعت کی اصل بنیاد تائید یا اُس کے مشابہ کوئی اشارہ قرآن و حدیث یا دیگر شرعی دلائل سے ملتا ہو اور علمائے دین اس کو اچھا اور پسندیدہ قرار دیں تو یہ نیا کام اچھا اور مستحب ہے۔ اسے اللہ عز و جل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کیلئے نیکی کی نیت اور ثواب کی اُمید پر کیا جاسکتا ہے۔ مستحب پر عمل کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ جو اپنی خوشی سے زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کیلئے بہتر ہے۔ (بقرہ: ۱۸۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس چیز کو مسلمان (علماء) اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ (متدرک حاکم، مسند امام احمد)

مروجہ انداز میں درس قرآن، محافل میلاد، محافل نعت، مقابلہ قرأت اور اسناد کی تقسیم کے جلسے ایک کھلی ہوئی بدعت ہیں مگر یہ اچھی اور مستحب بدعت ہیں۔ کوئی بدعت ایسی بھی ہو سکتی ہے جس کے ترک کرنے سے عام مسلمان مشکلات میں مبتلا ہو سکتے ہیں لہذا بعض اوقات ایک بدعت اپنی اچھائی، ضرورت اور اہمیت کی وجہ سے واجب بھی قرار دی جاسکتی ہے مثلاً قرآن کریم پر اعراب لگانا، دین جاننے کیلئے مختلف علوم حاصل کرنا۔

اگر کسی بدعت کی اصل بنیاد یا اُس کے مشابہ کوئی اشارہ قرآن و حدیث میں موجود نہ ہو مگر اس کو منع بھی نہ کیا گیا ہو اور نہ یہ کسی اسلامی اصول کے خلاف ہو تو یہ بدعت مستحب نہیں بلکہ مباح یعنی جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس پر خاموشی ہے وہ جائز ہے۔ (ترمذی شریف۔ ابن ماجہ)

مباح کو عام طور سے دینی حیثیت میں ثواب کی نیت سے نہیں کیا جاتا اور اسکے کرنے یا نہ کرنے میں کوئی ثواب یا گناہ بھی نہیں ہوتا۔ تاہم بعض صورتوں میں مباح باعثِ ثواب بھی ہو سکتا ہے۔

کسی عمل کو قطعی اور اعتقادی طور پر فرض یا واجب قرار دینے کیلئے قرآن و حدیث کا شرعی حکم ضروری ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ۔ سنتِ رسول قرار دینے کیلئے حدیث ضروری ہے۔ مستحب کیلئے اس کی اصل بنیاد، مشابہ کوئی بات یا اشارہ قرآن و حدیث میں ہونا ضروری ہے۔ جبکہ کسی چیز کو صرف مباح یعنی جائز سمجھنے قرآن و حدیث کے شرعی حکم کا ہونا ضروری نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ اُس کے خلاف کوئی شرعی حکم موجود نہ ہو کیونکہ کسی چیز کو حرام، ناجائز یا مکروہ تحریمی قرار دینے کیلئے قرآن و حدیث سے اُس کی ممانعت ثابت کرنا ضروری ہے۔

گناہ کیا ہے؟ اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل نہ کرنا اور منع کردہ کاموں سے نہ رُکنا گناہ ہے۔ (بمطابق شرح مسلم شریف ۷، صفحہ ۹۳) عبادت کیا ہے؟ اللہ اور اُس کے رسول کے احکام پر عمل کرنا اور منع کردہ کاموں سے باز رہنا عبادت ہے۔ قرآن میں ہے کہ جو کچھ رسول تمہیں عطا کریں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اُس سے باز رہو۔ (حشر: ۷)

اسلامی شریعت کا ایک اہم اصول 'الاصل فی الاشیاء الاباحۃ' ہے۔ مختلف قرآن آیات (انعام ۱۱۹، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۵۰۔ مائدہ ۱۰۱، ۸۸، ۸۷۔ تحریم ۱۔ بنی اسرائیل ۷۰۔ حشر ۷۔ اعراف ۳۲۔ بقرہ ۱۷۲، ۲۹۔ نحل ۱۱۶۔ یونس ۵۹) اور متعدد احادیث اس فقہی اصول اور قاعدے کی بنیاد ہیں۔ اصولِ اباحت کے تحت اسلام کے شرعی احکام سے پہلے کی تمام چیزیں سوائے کچھ چیزوں کے بنیادی طور پر مباح یعنی جائز ہیں۔ پھر جیسے جیسے اسلام کے شرعی احکام آتے گئے تو بعض چیزیں واجب ہو گئیں اور بعض حرام قرار پائیں مثلاً جوا، سود، شراب، مردار جانوروں کا گوشت، نماز میں ضروری گفتگو کرنا پہلے جائز تھا، بعد میں جب منع ہوا تب یہ چیزیں ممنوع قرار پائیں۔ اسی طرح روزے میں کھانے پینے اور نفسانی خواہشات پر پابندی منع ہونے کی وجہ سے ہے اور کاروبار وغیرہ کرنا منع نہ ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ جس کی اصل قرآن و حدیث میں نہ ہو وہ بدعت ہے۔ اس کا ایک مطلب تو یہی ہے کہ جس کی اصل بنیاد، مشابہ، اشارہ، دلیل اور تائید قرآن و حدیث سے نہ ملتی ہو۔ دوسرا یہ کہ جس کی اصل یعنی اباحت قرآن و حدیث میں منع ہو اور جس کی اصل (اباحت) ہے یعنی قرآن و حدیث میں منع نہیں ہے تو وہ جائز ہے۔ تفسیر بتیان القرآن میں سورہ بقرہ کی آیت ۲۹ کی تشریح میں ہے کہ قرآن و سنت میں جن کاموں کو فرض، واجب، حرام یا مکروہ قرار نہیں دیا گیا

ان کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ احتیاط نہیں کہ کسی چیز کو (از خود) حرام یا مکروہ کہہ کر اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا جائے کہ اس کیلئے دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے اس لئے کہ (کسی چیز کے جائز ہونے کی) اصل وہی ہے۔ (بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول ۲ صفحہ ۴۸۴ کتاب الخطر والاباحت)

قرآن میں حلال اور جائز چیزوں کے استعمال کا حکم ہے اور ان سے اجتناب منع ہے۔ (سورۃ مائدہ: ۸۷۔ بقرہ: ۱۷۲۔ اعراف: ۳۲) ضروری نہیں کہ منع کردہ ہر کام بعینہ اُسی طرح منع ہو جیسا وہ اپنے ظاہر میں ہو۔ دین اسلام میں ایسا کام بھی منع اور ناجائز ہے جو اسلامی تعلیمات کی روح اور مقصد کے خلاف ہو اور جس کے مشابہ کسی کام کی ممانعت قرآن و حدیث میں موجود ہو۔

ایک مرتبہ مفتی وقار الدین علیہ الرحمۃ سے ایک شخص نے کہا کہ حدیث میں مسجد میں حجامت بنوانے کی ممانعت نہیں ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ قرآن میں ہے کہ والدین کو اُف نہ کہو، تو تمہارے مطابق اس کا یہ مطلب ہوا کہ والدین کو مارو اور کہو کہ مارنے کی ممانعت نہیں ہے۔ (از وقار الفتاویٰ جلد اول)

دین اسلام میں بعض کام فضول خرچی، بے حیائی، دوسرے مذہب سے مشابہت اور دیگر امور کی وجہ سے بھی منع ہیں۔ مباح کام ثواب کی نیت کے بغیر کئے جاتے ہیں۔ تاہم جس طرح ناجائز کام میں گناہ کی نیت کے بغیر بھی گناہ ہے۔ اسی طرح بعض کاموں میں ثواب کی نیت نہ بھی ہو مگر کام جائز ہو تو ثواب ممکن ہے۔ ایک مومن کامل کا کوئی کام مباح نہیں بلکہ حسن نیت کی وجہ سے مستحب ہے۔ اسی طرح ایک بدکردار کا کوئی کام مباح نہیں بلکہ بد نیتی کی وجہ سے مکروہ یا حرام ہے اچھی نیت عادت کو بھی عبادت اور ثواب کا باعث بنا دیتی ہے۔ (شامی بحث قربانی، مرقاة بحث نیت، کیائے سعادت بحث نیت اور معاملات)

یہی وجہ ہے کہ بعض کاموں میں نیکی یا ثواب کی نیت نہ سہی مگر بہر حال وہ ایک جائز کام ہوتا ہے اور کسی جائز کام کا کرنا خوفِ خدا، صدق نیت اور اخلاص کی علامت ہے۔ مثلاً زنا سے بچ کر بیوی سے مباشرت کرنا وغیرہ۔ (شرح مسلم شریف ۲ صفحہ ۹۳۸، ۹۳۳ اور صفحہ ۹۲۳ تفسیر بتیان القرآن ۵ صفحہ ۲۹۱ اور ۷ صفحہ ۸۳۱ از علامہ غلام رسول سعیدی)

اسی طرح پودوں کو پانی ڈالنا، پرندوں کو دانہ ڈالنا وغیرہ۔ قرآن میں ہے کہ کہہ دیجئے میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کیلئے ہے۔ (سورۃ انعام: ۱۶۲)

بدعات کے خلاف

سوافقہ

اہلسنت میں رائج باطلان و منوعات کا رد

ایم۔ اے۔ محمد رفیع الرحمن ابراہیمی

کی تعلیمات کی روشنی میں سوافقہ

تالیف

مولانا محمد شمس الدین قریشی قادری



عرض مؤلف

شیخ الاسلام والمسلمین، مجددِ اعظم دین و ملت امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جید عالم فاضل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں بیک وقت بہت سی خصوصیات کو جمع فرمادیا تھا۔ ایک طرف آپ ایک بہترین فقیہ تھے۔ آپ کی نظر علم تفسیر و تاویل اور احادیثِ نبوی پر بہت گہری تھی اور آپ کی علمیت اور اصابت رائے کے اپنے ہی نہیں بلکہ بیگانے بھی قائل تھے۔ آپ کی سب سے بڑی امتیازی خصوصیت ”عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ ہے۔ ساری زندگی آپ نے مدحِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صرف کی۔

امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کے بارے میں ایک عام غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ ان کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند میں بدعات کو فروغ حاصل ہوا اور دین میں ایسی نئی نئی باتیں پیدا ہوئیں جن سے شارعِ علیہ السلام کا دور کا بھی واسطہ نہیں رہا۔ لیکن جب ہم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تحریروں اور خاص طور پر ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ بدعات کو فروغ دینے کا الزام نہ صرف یہ کہ غلط ہے بلکہ سراسر ان سے عدمِ واقفیت کا نتیجہ ہے۔

کھلے ذہن و دماغ کے ساتھ امام اہلسنت علیہ الرحمہ کی تحریروں اور فتاویٰ کے مطالعہ سے امام اہلسنت کی جو تصویر ہمارے سامنے آتی ہے وہ ایک ایسے داعی اور دینی رہنما کی ہے جس نے اپنے زمانے میں شدت کے ساتھ اور باضابطہ طور پر بدعت و منکرات کے خلاف تحریک چلا رکھی تھی اور اپنے مخصوص مزاج کے مطابق ان کے خلاف بڑے ہی سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔

لہذا ہم اس کتاب میں ان تمام غیر شرعی رسومات اور وہ خرافات جن کی نسبت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کی طرف جاتی ہے، آپ ہی کی کتب سے اس کی مخالفت ثابت کریں گے تاکہ عام مسلمانوں پر یہ واضح ہو جائے کہ ان تمام خرافات اور بدعات کا امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور ان کے سچے مسلک سے کوئی تعلق نہیں۔

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اپنی غلط گمانی کا محاسبہ کریں نیز اندازہ لگائیں کہ انہوں نے بدعتوں کا سد باب کیا یا ان کو فروغ دیا۔ آج بھی ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلنے کی کوشش کی جائے تو معاشرے میں نکھار آ سکتا ہے۔ بدعات و منکرات کی بیخ کنی کیلئے تصنیفاتِ امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے ہمیں بہت کچھ مل سکتا ہے۔ آپ علیہ الرحمہ نے یہی پیغام دیا اور ہر موڑ پر اسلامی احکام کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنا سفر شوق آگے بڑھانے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ یہ کتاب تمام مسلمانوں کیلئے نافع بنائے اور اس کتاب کے پڑھنے سے بد گمانوں کی بد گمانی دور ہو۔ آمین ثم آمین

بد گمانی حرام ہے

﴿القرآن﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (پ ۲۶۔ سورۃ الحجرات: ۱۲)

(ترجمہ) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

حدیث شریف ﴿

(برے) گمان سے دور رہو کہ (برے) گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، حدیث ۶۰۶۶، جلد ۳، ص ۱۱۷)

بعض گمان گناہ ہیں

ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا ایک گدڑی پہنے مدینہ طیبہ سے کعبہ معظمہ کو تشریف لے جا رہے تھے اور ہاتھ میں صرف ایک تاملوٹ (یعنی ڈونگا) تھا۔ شفیق بچی علیہ الرحمہ نے دیکھا (تو) دل میں خیال کیا کہ یہ فقیر اوروں پر اپنا بار (یعنی بوجھ) ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ وسوسہ شیطانی آتا تھا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، شفیق! بچو گمانوں سے (کہ) بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ نام بتانے اور وسوسہ دہلی پر آگاہی سے نہایت عقیدت ہو گئی اور امام کے ساتھ ہو گئے۔ راستے میں ایک ٹیلے پر پہنچ کر امام صاحب نے اس سے تھوڑا ریت لے کر تاملوٹ (یعنی ڈونگا) میں گھول کر پیا اور شفیق بچی سے بھی پینے کو فرمایا۔ انہیں انکار کا چارہ نہ ہوا جب پیا تو ایسے نفیس لذیذ اور خوشبودار ستوتھے کہ عمر بھر نہ دیکھے نہ سنے۔ (عیون الحکایات، حکایت نمبر ۱۳۱، ص ۱۴۹/۱۵۰)

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں کچھو چھوی فرماتے ہیں کہ محدث بریلی علیہ الرحمہ کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے از اوّل تا آخر مقلد رہے۔ ان کی ہر تحریر کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی صحیح ترجمان رہی۔ نیز سلف صالحین و ائمہ مجتہدین کے ارشادات اور مسلک اسلاف کو واضح طور پر پیش کرتی رہی۔ وہ زندگی کے کسی گوشے میں ایک پل کیلئے بھی ”سمیل مومنین صالحین“ سے نہیں ہٹے اب اگر ایسے کرنے والوں کو ”بریلوی“ کہہ دیا گیا تو کیا بریلویت و سنیت کو بالکل مترادف المعنی نہیں قرار دیا گیا؟ اور بریلویت کے وجود کا آغاز محدث بریلی علیہ الرحمہ کے وجود سے پہلے ہی تسلیم نہیں کر لیا گیا؟

مزاراتِ اولیاء پر ہونے والے خرافات

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات شعائر اللہ ہیں، ان کا احترام و ادب ہر مسلمان پر لازم ہے، خاصانِ خدا ہر دور میں مزاراتِ اولیاء پر حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پر حاضر ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ پھر تابعین کرام، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مزارات پر حاضر ہو کر فیض حاصل کیا کرتے تھے، پھر تبع تابعین، تابعین کرام کے مزارات پر حاضر ہو کر فیض حاصل کیا کرتے تھے، تبع تابعین اور اولیاء کرام کے مزارات پر آج تک عوام و خواص حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے ہیں اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

لا دینی قوتوں کا یہ ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے کہ وہ مقدس مقامات کو بد نام کرنے کیلئے وہاں خرافات و منکرات کا بازار گرم کرواتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے مقدس مقامات اور شعائر اللہ کی تعظیم و ادب ختم کیا جاسکے۔ یہ سلسلہ سب سے پہلے بیت المقدس سے شروع کیا گیا۔ وہاں فحاشی و عریانی کے اڈے قائم کئے گئے، شرابیوں فروخت کی جانے لگیں اور دنیا بھر سے لوگ صرف عیاشی کیلئے بیت المقدس آتے تھے (معاذ اللہ)۔

اسی طرح آج بھی مزاراتِ اولیاء پر خرافات، منکرات، چرس و بھنگ، ڈھول تماشے، ناچ گانے اور رقص و سرور کی محالیں سجائی جاتی ہیں تاکہ مسلمان ان مقدس ہستیوں سے بدظن ہو کر یہاں کاؤر نہ کریں۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بعض لوگ یہ تمام خرافات اہلسنت اور امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کے کھاتے میں ڈالتے ہیں جو کہ بہت سخت قسم کی خیانت ہے۔

اس بات کو بھی مشہور کیا جاتا ہے کہ یہ سارے کام جو غلط ہیں، یہ امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کی تعلیمات ہیں۔ پھر اس طرح عوام الناس کو اہلسنت اور امام اہلسنت علیہ الرحمہ سے برگشتہ کیا جاتا ہے۔ اگر ہم لوگ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کی کتابوں اور آپ کے فرامین کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بدعات و منکرات کے قاطع یعنی ختم کرنے والے تھے۔ اب مزارات پر ہونے والے خرافات کے متعلق آپ ہی کے فرامین اور کتابوں سے اصل حقیقت ملاحظہ کریں اور اپنی بدگمانی کو دور کریں۔

مزار شریف کو بوسہ دینا اور طواف کرنا

امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص خانہ کعبہ ہے۔ مزار شریف کو بوسہ نہیں دینا چاہئے۔ علماء کا اس مسئلے میں اختلاف ہے مگر بوسہ دینے سے بچنا بہتر ہے اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔ آستانہ بوسی میں حرج نہیں اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع میں ممانعت نہ آئی اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا وہ منع نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ“ ہاتھ باندھے اُٹے پاؤں آنا ایک طرز ادب ہے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں۔ ہاں اگر اس میں اپنی یاد دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز (بچا) کیا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، ص ۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

روضہ انور پر حاضری کا صحیح طریقہ

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ خبردار جالی شریف (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار شریف کی سنہری جالیوں) کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ (جالی شریف سے) چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا، اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کرم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۰، ص ۷۵، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

روضہ انور پر طواف و سجدہ منع ہے

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں روضہ انور کا طواف نہ کرو، نہ سجدہ کرو، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۰، ص ۷۹، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

معلوم ہوا کہ مزارات پر سجدہ کرنے والے لوگ جہلاء میں سے ہیں اور جہلاء کی حرکت کو تمام اہلسنت پر ڈالنا سراسر خیانت ہے، اور امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

مزارات پر چادر چڑھانا

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے مزارات پر چادر چڑھانے کے متعلق دریافت کیا تو جواب دیا جب چادر موجود ہو اور ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے بلکہ جو دام اس میں صرف کریں اللہ تعالیٰ کے ولی کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کیلئے محتاج کو دیں۔ (احکام شریعت، حصہ اول، ص ۴۲)

عرس کا دن خاص کیوں کیا جاتا ہے

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ بزرگانِ دین کے اعراس کی تعین (یعنی عرس کا دن مقرر کرنے) میں بھی کوئی مصلحت ہے؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا، ہاں اولیائے کرام کی ارواحِ طیبہ کو ان کے وصال کے دن قبورِ کریمہ کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے چنانچہ وہ وقت جو خاص وصال کا ہے۔ اخذِ برکات کیلئے زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ (ملفوظات شریف، ص ۸۳، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

عرس میں آتش بازی اور نیاز کا کھانا لٹانا حرام ہے

سوال ﴿ بزرگانِ دین کے عرس میں شب کو آتش بازی جلاتا اور روشنی بکثرت کرنا بلا حاجت اور جو کھانا بغرض ایصالِ ثواب پکایا گیا ہو، اس کو لٹانا کہ جو لوٹنے والوں کے پیروں میں کئی من خراب ہو کر مٹی میں مل گیا ہو، اس فعل کو بانیانِ عرس موجبِ فخر اور باعثِ برکت قیاس کرتے ہیں۔ شریعتِ عالی میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب ﴿ آتش بازی اسراف ہے اور اسراف حرام ہے، کھانے کا ایسا لٹانا بے ادبی ہے اور بے ادبی محرومی ہے، تصنیعِ مال ہے اور تصنیعِ حرام۔ روشنی اگر مصالِحِ شرعیہ سے خالی ہو تو وہ بھی اسراف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۴، ص ۱۱۲، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

عرس میں رنڈیوں کا ناچ حرام ہے

سوال ﴿ تقویۃ الایمان مولوی اسماعیل کی فخر المطالع لکھنؤ کی چھپی ہوئی کے صفحہ ۳۲۹ پر جو عرس شریف کی تردید میں کچھ نظم ہے اور رنڈی وغیرہ کا حوالہ دیا ہے، اسے جو پڑھا تو جہاں تک عقل نے کام کیا سچا معلوم ہوا کیونکہ اکثر عرس میں رنڈیاں ناچتی ہیں اور بہت گناہ ہوتے ہیں اور رنڈیوں کے ساتھ ان کے یار آشنا بھی نظر آتے ہیں اور آنکھوں سے سب آدمی دیکھتے ہیں اور طرح طرح کے خیال آتے ہیں۔ کیونکہ خیالِ بد و نیک اپنے قبضہ میں نہیں، ایسی اور بہت ساری باتیں لکھی ہیں جن کو دیکھ کر تسلی بخش جواب دیجئے۔

جواب ﴿ رنڈیوں کا ناچ بے شک حرام ہے، اولیائے کرام کے عرسوں میں بے قید جاہلوں نے یہ معصیت پھیلائی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۹، ص ۹۲، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وجد کا شرعی حکم

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ مجلس سماع میں اگر مزامیر نہ ہوں (اور) سماع جائز ہو تو وجد والوں کو قص جائز ہے یا نہیں؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اگر وجد صادق (یعنی سچا) ہے اور حال غالب اور عقل مستور (یعنی زائل) اور اس عالم سے دور تو اس پر تو قلم ہی جاری نہیں۔

اور اگر یہ تکلف وجد کرتا ہے تو ”تشنی اور نکمر“ یعنی لچکے توڑنے کے ساتھ حرام ہے اور بغیر اس کے ریاد و اظہار کیلئے ہے تو جہنم کا مستحق ہے اور اگر صادقین کے ساتھ تشبہ بہ نیت خالصہ مقصود ہے کہ بنتے بنتے بھی حقیقت بن جاتی ہے تو حسن و محمود ہے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ (ملفوظات شریف، ۲۳۱، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

حرمت مزامیر

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مزامیر یعنی آلات لہو و لعب بروجہ لہو و لعب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء و علماء دونوں فریق مقتداء کے کلمات عالیہ میں مصرح، ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے اور حضرات عالیہ سادات بہشت کبرائے سلسلہ عالیہ چشت کی طرف اس کی نسبت محض باطل و افتراء ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص ۵۴)

نشہ و بھنگ و چرس

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نشہ بذاتہ حرام ہے۔ نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مناسبت ہو اگرچہ حد نشہ تک نہ پہنچے یہ بھی گناہ ہے ہاں اگر دو کیلئے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جز ڈالا جائے جس کا عقل پر اصلاً اثر نہ ہو حرج نہیں۔ بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہئے کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کر دیتی ہے۔ (احکام شریعت، جلد دوم)

نصاویر کی حرمت

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جاندار کی تصویریں بنانا ہاتھ سے ہو خواہ عکسی حرام ہے اور ان معبودانِ کفار کی تصویریں بنانا اور سخت تر حرام و اشد کبیرہ ہے، ان سب لوگوں کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب الحرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، ص ۱۹۰)

غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی حرام اور سجدہ عبادت کفر ہے

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسلمان اے مسلمان! اے شریعتِ مصطفویٰ کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عز جلالہ (رب تعالیٰ) کے سوا کسی کیلئے نہیں غیر اللہ کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مبین و کفر مبین اور سجدہ تحیت (تعظیمی) حرام و گناہ کبیرہ بالیقین۔ (الزبدۃ الزکیہ لقریم سجود النحیہ، ص ۵، مطبوعہ بریلی ہندوستان)

چراغ جلانا

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے قبروں پر چراغ جلانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو شیخ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمہ کی تصنیف حدیقہ ندیہ کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ قبروں کی طرف شمع لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے (اگرچہ قبر کے قریب تلاوت قرآن کیلئے موم بتی جلانے میں حرج نہیں مگر قبر سے ہٹ کر ہو)۔ (البرق المنار بشموع المزار، ص ۹، مطبوعہ لاہور)

اس کے بعد محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدے سے خالی ہو اور اگر شمع روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موقع قبور میں مسجد ہے یا قبور سر راہ ہیں، وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے تو یہ امر جائز ہے۔ (ایضاً)

ایک اور جگہ اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں، اصل یہ کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں عمل کا دار و مدار نیت پر ہے اور جو کام دینی فائدے اور دنیوی نفع جائز دونوں سے خالی ہو عبث ہے اور عبث خود مکروہ ہے اور اس میں مال صرف کرنا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ ﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ اور مسلمانوں کو نفع پہنچانا بلاشبہ محبوب شارع ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی کو نفع پہنچائے تو پہنچائے۔ (احکام شریعت، حصہ اول، ص ۳۸، مطبوعہ آگرہ ہندوستان)

اگر اور لوہان جلانا

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے قبر پر لوہان وغیرہ جلانے کے متعلق دریافت کیا گیا تو جواب دیا گیا عود، لوہان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز کرنا چاہئے (بچنا چاہئے) اگرچہ کسی برتن میں ہو اور قبر کے قریب سلگانا (اگر نہ کسی تالی یا ڈاکریا زائر حاضر خواہ عنقریب آنے والے کے واسطے ہو) بلکہ یوں کہ صرف قبر کیلئے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے اِسرائف (حرام) اور اضاعت مال (مال کو ضائع کرنا ہے) میت صالح اس عرضے کے سبب جو اس قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں (جنتی ہوائیں) بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں۔ دنیا کے اگر اور لوہان سے غنی ہے۔ (السنیۃ الاثیقہ، ص ۷۰، مطبوعہ بریلی ہندوستان)

فرضی مزار بنانا اور اس پر چادر چڑھانا

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں سوال کیا گیا۔

مسئلہ: کسی ولی کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس پر چادر وغیرہ چڑھانا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سادہ و لحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کے واسطے بنانے اپنے فرضی مزار کے خواب میں اجازت دے تو وہ قول مقبول ہو گا یا نہیں؟

الجواب: فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی باتیں خلاف شرع امور میں مسوع نہیں ہو سکتی۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۹، ص ۴۲۵، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

عورتوں کا مزارات پر جانا ناجائز ہے

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، غنیۃ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزاروں پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپسی آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے اور قرآن کریم نے اسے مغفرت کا ذریعہ بتایا۔ (ملفوظات شریف، ص ۲۴۰، مختصر ضوی کتاب گھر دہلی)

مزاراتِ اولیاء پر خرافات

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت اور مجالس کرنا اور اس کا ثواب ارواحِ طیبہ کو پہنچانا جائز ہے کہ منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر وغیرہا سے خالی ہو، عورتوں کو قبور پر دیے جانا چاہئے نہ کہ مجمع میں بے حجابانہ اور تماشے کا میلاد کرنا اور فوٹو وغیرہ کھینچنا یا یہ سب گناہ و ناجائز ہیں جو شخص ایسی باتوں کا مرتکب ہو، اسے امام نہ بنایا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، ص ۲۱۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

مزارات پر حاضری کا طریقہ

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کی کتاب فتاویٰ رضویہ سے ملاحظہ ہو:-

مسئلہ: حضرت کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ بزرگوں کے مزار پر جائیں تو فاتحہ کس طرح سے پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون سی چیز پڑھا کریں؟

الجواب: مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پانچ قدموں کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز با ادب سلام عرض کرے ”السلام علیک یا سیدی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ“ پھر دُرودِ غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۃ اخلاص سات بار، پھر دُرودِ غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۃ یسین اور سورۃ ملک بھی پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ الہی! اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندہ مقبول کی نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو، اس کیلئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اسی طرح سلام کر کے واپس آئے۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے (ادب اسی میں ہے) اور طواف بالاتفاق ناجائز اور سجدہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۹، ص ۵۲۲، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور پنجاب)

مردے سنتے ہیں

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ یہ حدیث شریف پیش کرتے ہیں:-

حدیث شریف ﴿ غزوہ بدر شریف میں مسلمانوں نے کفار کی نعشیں جمع کر کے ایک کنویں میں پاٹ دیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ تھی جس کسی مقام کو فتح فرماتے تو وہاں تین دن قیام فرماتے تھے، یہاں سے تشریف لے جاتے وقت اس کنویں پر تشریف لے گئے جس میں کافروں کی لاشیں پڑی تھیں اور انہیں نام بنام آواز دے کر فرمایا، ہم نے تو پایا جو ہم سے ہمارے رب تعالیٰ نے سچا وعدہ (یعنی نصرت کا) فرمایا تھا کیوں تم نے بھی پایا جو سچا وعدہ (یعنی ناکامی) تم سے تمہارے رب تعالیٰ نے کیا تھا؟ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! بے جان سے کلام فرماتے ہیں؟ فرمایا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اسے تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر انہیں طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الغازی، حدیث ۳۹۷۶، جلد ۳، ص ۱۱)

تو جب کافر تک سنتے ہیں، (تو پھر) مومن تو مومن ہے اور پھر اولیاء کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے (یعنی اولیاء اللہ کتنا سنتے ہوں گے)۔

(پھر فرمایا) روح ایک پرند ہے اور جسم پنجرہ۔۔۔ پرند جس وقت تک پنجرے میں ہے تو اس کی پرواز اسی قدر ہے، جب پنجرے سے نکل جائے اس وقت اس کی قوت پرواز دیکھئے۔ (ملفوظات شریف، ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

ایک اہم فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے یہ نیت کی کہ اگر میری نوکری ہو جائے تو پہلی تنخواہ زیارت پیران کلیہ شریف کی نذر کروں گا، وہ شخص تیرہ تاریخ سے نوکر ہوا اور تنخواہ اس کی ایک مہینہ سترہ دن بعد ملی۔ اب یہ ایک ماہ کی تنخواہ صرف کرے یا سترہ دن کی؟ اور اس تنخواہ کا صرف کس طرح پر کرے یعنی زیارت شریف کی سفیدی و تعمیر وغیرہ میں لگائے یا حضرت صابریہ صاحب علیہ الرحمہ کی روح پاک کو فاتحہ ثواب بخشے یا دونوں طرف صرف کر سکتا ہے؟

الجواب: امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں صرف نیت سے تو کچھ لازم نہیں ہوتا جب تک زبان سے الفاظ نذر ایجاب کہے اور اگر زبان سے الفاظ مذکور کہے اور ان سے معنی صحیح مراد لئے یعنی پہلی تنخواہ اللہ تعالیٰ کے نام پر صدقہ کروں گا اور اس کا ثواب حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کے آستانہ پاک کے فقیروں کو دوں گا، یہ نذر صحیح شرعی ہے اور استحساناً وجوب ہو گیا۔ پہلی تنخواہ اسے فقیروں پر صدقہ کرنی لازم ہو گئی مگر یہ اختیار ہے کہ آستانہ پاک کے فقیروں کو دے اور جہاں کے فقیروں محتاجوں کو چاہے اور اگر یہ معنی صحیح مراد نہ تھے بلکہ بعض بے عقل جاہلوں کی طرح بے ارادہ صدقہ وغیرہ قربات شرعیہ صرف یہی مقصود تھا کہ پہلی تنخواہ خود حضرت مخدوم صاحب کو دوں گا تو یہ نذر باطل محض و گناہ عظیم ہوگی۔

مگر مسلمان پر ایسے معنی مراد لینے کی بدگمانی جائز نہیں جب تک وہ اپنی نیت سے صراحتاً اطلاع نہ دے۔ اسی طرح اگر نذر زیارت کرنے سے اس کی یہ مراد تھی کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے عمارت زیارت شریف کی سفیدی کرادوں گا یا احاطہ مزار پُر انوار میں روشنی کروں گا۔ جب بھی یہ نذر غیر لازم و نامعتبر ہے کہ ان افعال کی جنس سے کوئی واجب شرعی نہیں۔ رہا یہ کہ جس حالت میں نذر صحیح ہو جائے۔

پہلی تنخواہ سے کیا مراد ہوگی یہ ظاہر ہے کہ عرف میں مطلق تنخواہ خصوصاً پہلی تنخواہ ایک مہینہ کی اجرت کو کہتے ہیں۔ اگرچہ اس کا ایک جز بھی تنخواہ ہے اور عمر بھر کا واجب بھی تنخواہ ہے تو پہلی تنخواہ کہنے سے اوّل تنخواہ ایک ماہ ہی عرفاً لازم آئے گی۔ کیونکہ کسی عقد والے، قسم والے، نذر والے اور وقف کرنے والے کے کلام کو متعارف معنی پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ

اس پر نص کی گئی ہے۔ (رد المحتار، باب التعلیق، دار احیاء التراث العربی بیروت، جلد ۲، ص ۴۹۹، ۵۳۳)

(فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۳، ص ۵۹۱، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

تعزیه داری میں تماشا دیکھنا ناجائز ہے

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ تعزیه داری میں لہو و لعب (یعنی کھیل کود یا تماشا) سمجھ کر جائے تو کیسا ہے؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ نہیں جانا چاہئے۔ ناجائز کام میں جس طرح جان و مال سے مدد کرے گا یونہی سواد (یعنی گروہ) بڑھا کر بھی مدد ہوگا، ناجائز بات کا تماشا دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ بندر نچانا حرام ہے اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔ در مختار و حاشیہ علامہ طحاوی میں ان مسائل کی تصریح ہے۔ آج کل لوگ ان سے غافل ہیں، متقی لوگ جن کو شریعت کی احتیاط ہے ناواقفی سے ریچھ یا بندر کا تماشا یا مرغوں کی پالی (یعنی لڑائی) دیکھتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس سے گنہ گار ہوتے ہیں۔ (ملفوظات شریف، ص ۲۸۶، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

تعزیه داری کی مذمت

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ تعزیه داری کی تردید کس قدر صبیح و ملیح اور رواں دواں انداز میں فرماتے ہیں، اب بہار عشرہ کے پھول، تاشے، باجے، بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن فاسقانہ، یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ گویا ساختہ ڈھانچ، بعینہا حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کے پاک جنازے ہیں۔

”اے مومنو! اٹھو جنازہ حسین کا“ پڑھتے ہوئے مصنوعی کربلا پینچے۔ وہاں کچھ نوج اُتار کر باقی (تعزیه) توڑ تاڑ کر دفن کر دیا۔ یہ ہر سال اضافت مال (مال کا ضائع کرنا) کے جرم و وبال جدا گانہ ہے۔ (بدر الانوار فی آداب الآثار، ص ۲۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ہندوستان)

مزید ارشاد فرماتے ہیں، نوچندی کی بلائیں، مصنوعی کربلائیں، غلم تعزیوں کے کاوے، تخت جریدوں کے دھاوے، حسین آباد عباسی درگاہ کے بلوے، ایسے مواقع خردوں کے جانے کے بھی نہیں۔ نہ کہ یہ نازک شیشاں۔ (احکام شریعت) عورتوں کیلئے ”ناک شیشاں“ کہنا کس قدر نادر اور بلیغ ہے۔

مرثیہ خوانی میں شریک ہونا

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ محرم کی مجالس میں مرثیہ خوانی وغیرہ ہوتی ہے، سنا چاہئے یا نہیں؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب ”سراشہ تین“ جو عربی میں ہے وہ یا حسن رضا خان علیہ الرحمہ جو میرے مرحوم بھائی ہیں ان کی کتاب ”آئینہ قیامت“ میں صحیح روایات ہیں، انہیں سنا چاہئے باقی غلط روایات کے پڑھنے سے نہ پڑھنا اور نہ سنا بہت بہتر ہے۔ (ملفوظات شریف، ص ۲۹۳، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

محرم الحرام میں مشہور من گھڑت رسومات

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وخلفہ مرسلین مسائل ذیل میں:-

۱. بعض سنت جماعت عشرہ دس محرم الحرام کو نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بعد دفن تعویہ یہ روٹی پکائی جائے گی۔

۲. ان دس دن میں کپڑے نہیں اتارتے ہیں۔

۳. ماہ محرم میں شادی بیاہ نہیں کرتے۔

۴. ان ایام میں سوائے امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کسی کی نیاز و فاتحہ نہیں دلاتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے اور چوتھی باب جہالت ہے، ہر مہینہ ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۴، ص ۴۸۸، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

تعزیه پر منت ماننا ناجائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے تعزیہ پر جا کر یہ منت مانی کہ میں یہاں سے ایک خرما لئے جاتا ہوں، در صورت کام پورا ہونے کے سال آئندہ میں نقرئی خرماتیار کر اگر چڑھاؤں گا۔

الجواب: یہ نذر محض باطل و ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۴، ص ۵۰۱، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت وجماعت مسائل ذیل میں:-

1. ایصالِ ثواب بر روح سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروز عاشورہ جائز ہے یا نہیں؟
2. تعزیر بنانا اور مہندی نکالنا اور شبِ عاشورہ کو روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں؟
3. مجلس ذکرِ شہادت قائم کرنا اور اس میں مرزا دبیر اور انیس وغیرہ روافض (شیعوں) کا کلام پڑھنا بطور سوز خوانی یا تحت اللفظ جائز ہے یا نہیں اور اہلسنت کو ایسی مجالس میں شریک ہونا مکروہ ہے یا حرام یا جائز ہے؟
4. حضرت قاسم کی شادی کا میدانِ کربلا میں ہونا جس بناء پر مہندی نکالی جاتی ہے اہلسنت کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟ در صورت عدم ثبوت اس واقعہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کی نسبت حضرت قاسم کی طرف کرنا خاندانِ نبوت کے ساتھ بے ادبی ہے یا نہیں؟
5. روزِ عاشورہ کو میلہ قائم کرنا اور تعزیوں کو دفن کرنا اور ان پر فاتحہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اور بارہویں اور بیسویں صفر کو تیجہ اور دسواں اور چالیسواں اور مجلسیں قائم کرنا اور میلہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾

1. روح پر فتوح امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصالِ ثواب بروجہ صواب عاشورہ اور ہر روز مستحب و مستحسن ہے۔
2. تعزیر مہندی روشنی مذکورہ سب بدعت و ناجائز ہے۔
3. نفس ذکر شریف کی مجلس جس میں ان کے فضائل و مناقب و احادیث و روایات صحیح و معتبر ہے، بیان کئے جائیں اور غم پروری نہ ہو مستحسن ہے اور مرثیے حرام خصوصاً رافضیوں (شیعوں) کے کہ تبرائے ملعونہ سے کمتر خالی ہوتے ہیں، اہلسنت کو ایسی مجالس میں شرکت حرام ہے۔
4. نہ یہ شادی ثابت نہ یہ مہندی سو اس اختراعِ اخترائی کے کوئی چیز نہ یہ غلط بیانی حد خاص تو ہیں تک بالغ۔
5. عاشورہ کا میلہ لغو و لہو و ممنوع ہے۔ یونہی تعزیوں کا دفن جس طور پر ہوتا ہے، نیت باطلہ پر مبنی اور تقسیمی بدعت ہے اور تعزیر پر جہل و حق و بے معنی ہے، مجلسوں اور میلوں کا حال اوپر گزرا، نیز ایصالِ ثواب کا جواب کہ ہر روز محمود ہے جبکہ بروجہ جائز ہو۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۴، ص ۵۰۴، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

بت یا تعزیہ کا چڑھاوا کھانا ناجائز ہے

سوال: بت یا تعزیہ کا چڑھاوا مسلمانوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسلمان کے نزدیک بت اور تعزیہ برابر نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ تعزیہ بھی جائز نہیں، بت کا چڑھاوا غیر خدا کی عبادت ہے اور تعزیہ پر جو ہوتا ہے وہ حضرات شہداء کرام کی نیاز ہے اگرچہ تعزیہ پر رکھنا لغو ہے، بت کی پوجا اور محبوبانِ خدا کی نیاز کیونکر برابر ہو سکتی ہے، اس کا کھانا (بت کا چڑھاوا) مسلمانوں کیلئے حرام ہے اور اس کا کھانا بھی نہ چاہئے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۱، ص ۲۳۶، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

شیعوں کا لنگر کھانا ناجائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آٹھ محرم الحرام کو روافض (شیعہ) جریدہ اٹھاتے ہیں، گشت کے وقت ان کو اگر کوئی اہلسنت و جماعت شربت کی سبیل لگا کر شربت پلائے یا ان کو چائے، بسکٹ یا کھانا کھلائے اور ان کے شمول میں کچھ اہلسنت و جماعت بھی ہوں اور کھائیں نہیں تو یہ فعل کیسا ہے اور اس سبیل وغیرہ میں چندہ دینا کیسا ہے؟

الجواب: امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ سبیل اور کھانا، چائے، بسکٹ کہ رافضیوں (شیعہ) کے مجمع کیلئے کئے جائیں جو تبرّاً اور لعنت کا مجمع ہے، ناجائز و گناہ ہیں اور ان میں چندہ دینا گناہ ہے اور ان میں شامل ہونے والوں کا حشر بھی انہیں کے ساتھ ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۱، ص ۲۳۶، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

وفات کے موقع پر بے ہودہ رسومات

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ باقی جو بے ہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں مثلاً اس میں شادی کے سے تکلف کرنا، عمدہ عمدہ فرش بچھانا، یہ باتیں بے جا ہیں اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے، یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور روز کم، تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے۔ اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔ (المحجۃ الفاتحہ لطیب التحین والفاتحہ، ص ۱۴، مطبوعہ لاہور)

میت کے گھر مہمان داری

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میت کے گھر انتقال کے دن یا بعد عورتوں اور مردوں کا جمع ہو کر کھانا پینا اور میت کے گھر والوں کو زیر بار کرنا سخت منع ہے۔ (جلی الصوت لنبی الدعوت امام الموت، مطبوعہ بریلی شریف ہندوستان)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی موت اپنی حیات میں کر دی ہے تو اس صورت میں ہندہ کو کب تک دوسرے کے یہاں کی میت کا کھانا نہیں چاہئے اور اگر ہندہ کے گھر میں کوئی مر جائے تو اس کا بھی کھانا جائز ہے اور کب تک یعنی برس تک یا چالیس دن تک۔ اور اگر ہندہ نے شروع سے جمعات کی فاتحہ نہ دلائی ہو تو چالیس دن کے بعد سات جمعات کی فاتحہ دلانا چاہیے، ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینو اتوجروا

الجواب میت کے یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان کی دعوت کی جاتی ہے، اس کھانے کی تو ہر طرح ممانعت ہے، اور بغیر دعوت کے جمعاتوں، چالیسویں، چھ ماہی، برسی میں جو بھاجی کی طرح اغنیاء کو بانٹا جاتا ہے، وہ بھی اگرچہ بے معنی ہے مگر اس کا کھانا منع نہیں، بہتر یہ ہے کہ غنی نہ کھائے اور فقیر کو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہی اس کے مستحق ہیں، اور ان سب احکام میں وہ جس نے اپنی موت اپنی حیات میں کر دی اور جس نے نہ کی سب کے سب برابر ہیں اور اپنی یہاں موت ہو جائے تو اپنا کھانا کھانے کی کسی کو ممانعت نہیں اور چالیس دن کے بعد بھی جمعات میں ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فقیروں کو جب اور جو کچھ دے ثواب ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۹، ص ۶۷۳، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور پنجاب)

ایصالِ نواب سنت ہے اور موت میں ضیافت ممنوع

فتح القدیر وغیرہ میں ہے اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ بسند صحیح حضرت جرید بن عبد اللہ بکلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کیلئے کھانا تیار کرنے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔ (فتح القدیر، فصل فی الدفن، مکتبہ نوریہ رضویہ، ستمبر ۱۰۳۲/۲) (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۹، ص ۶۰۴، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور پنجاب)

سوئم کے جنے کون تناول کر سکتا ہے؟

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ نے سوئم کے چنوں اور طعام میت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ چیزیں غنی نہ لے، فقیر لے اور وہ جو، ان کا منتظر رہتا ہے، ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے، مشرک یا چمار کو اس کا دینا گناہ گناہ گناہ ہے جبکہ فقیر لیکر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دیدے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے نیاز اولیاء کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے فقیر و غنی سب لیں جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو۔ شرعی نذر پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم)

ایک اور جگہ یوں فرمایا، میت کے یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان کی دعوت کی جاتی ہے اس کھانے کی تو ہر طرح ممانعت ہے اور بغیر دعوت کے جماعتوں، چالیسویں، چھ ماہی، برسی میں جو بھاجی کی طرح اغنیاء کو بانٹا جاتا ہے وہ بھی اگرچہ بے معنی ہے مگر اس کا کھانا منع نہیں، بہتر ہے کہ غنی نہ کھائے۔ (فتاویٰ رضویہ)

امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی وصیت

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ نے یہ وصیت فرمائی کہ ہماری فاتحہ کا کھانا صرف فقراء کو کھلایا جائے۔ (وصایا شریف)

میت پر پھولوں کی چادر ڈالنا کیسا ؟

سوال ہمارے یہاں میت ہو گئی تھی تو اس کے کفنانے کے بعد پھولوں کی چادر ڈالی گئی اس کو ایک پیش امام افغانی نے اُتار ڈالا اور کہا یہ بدعت ہے، ہم نہ ڈالنے دیں گے؟

الجواب ﴿ پھولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعاً اصلاً حرج نہیں بلکہ نیت حسن سے حسن ہے جیسے قبور پر پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر رہیں گے تسبیح کرتے ہیں اس سے میت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اترتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، الباب السادس عشر فی زیارة القبور، جلد ۵، ص ۳۵۱، مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

فتاویٰ امام قاضی خان و امداد الفتاح شرح المصنف لمراتی الفلاح ورد المختار علی الدر المختار میں ہے، پھول جب تک تر رہے تسبیح کرتا رہتا ہے جس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ (رد المختار، مطلب فی وضع الجہد و نحوہ الاس علی القبور، جلد اول، ص ۶۰۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المصریہ مصر) (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۹، ص ۱۰۵، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ لاہور)

جنازہ پر چادر ڈالنا کیسا ؟

سوال جنازہ کے اوپر جو چادر نئی ڈالی جاتی ہے اگر پرانی ڈالی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر کل برادری کے مردوں کے اوپر ایک ہی چادر بنا کر ڈالتے رہا کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ اس کی قیمت مردہ کے گھر سے یعنی قلیل قیمت لے کر مقبرہ قبرستان یا مدرسہ میں لگانی جائز ہے یا نہیں؟ اور چادر مذکور اونی یا سوتی بیش قیمت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ﴿ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ چادر نئی ہو یا پرانی، یکساں ہے ہاں مسکین پر تصدق (صدقہ) کی نیت ہو تو نئی اوٹی، اور اگر ایک ہی چادر معین رکھیں کہ ہر جنازے پر وہی ڈالی جائے پھر رکھ چھوڑی جائے اس میں بھی کوئی حرج نہیں بلکہ اس کیلئے کپڑا وقف کر سکتے ہیں۔

در مختار میں ہے، ہنڈیا، جنازہ اور اس کے کپڑے کا وقف صحیح ہے۔ (در مختار، کتاب الوقف، جلد اول، ص ۳۸۰، مطبوعہ دہلی)

طحطاوی ورد المختار میں ہے، جنازہ کسرہ کے ساتھ چار پائی اور اس کے کپڑے جن سے میت کو ڈھانپا جائے۔ (رد المختار، کتاب الوقف، جلد ۳، ص ۷۵، مطبوعہ بیروت)

اور بیش قیمت بنظر زینت مکروہ ہے کہ میت محل تزئین نہیں اور خالص بہ نیت تصدق (صدقہ) میں حرج نہیں جیسا کہ ہدی (قربانی) کے جانور کے جھل۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۶، ص ۱۲۳، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

گیارہویں شریف کا انعقاد

سوال: گیارہویں شریف کیلئے آپ کیا فرماتے ہیں۔ گیارہویں شریف کے روز فاتحہ دلانے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے یا آڑے دن فاتحہ دلانے سے، بزرگوں کے دن کی یادگاری کیلئے دن مقرر کرنا کیسا ہے؟

الجواب: محبوبانِ خدا کی یادگاری کیلئے دن مقرر کرنا بے شک جائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لاتے تھے۔ (جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیہ ۱۳/۲۴، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰/۱۳)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ایسی حدیث کو اعراس اولیائے کرام کیلئے مستعمل مانا اور شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ نے کہا، مشائخ کے عرس منانا اس حدیث سے ثابت ہے۔ (مہعات، ہمہ ۱۱، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد سندھ، ص ۵۸)

اونچی قبریں بنانا خلاف سنت ہیں

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ قبر کا اونچا بنانا کیسا ہے؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ خلاف سنت ہے۔ (رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، جلد ۳، ص ۱۶۸)

میرے والد ماجد، میری والدہ ماجدہ، میرے بھائی کی قبریں دیکھئے ایک بالشت سے اونچی نہ ہوں گی۔ (ملفوظات شریف،

ص ۴۲۸، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

مزید فرماتے ہیں کہ اکابر علماء و مشائخ کی قبور پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے۔ کشف الغطاء میں ہے مطالب المؤمنین میں لکھا ہے کہ سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانا مباح (جائز) رکھا تا کہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں۔ لیکن اگر زینت کیلئے بنائیں تو حرام ہے۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبروں پر اگلے زمانے میں قبے تعمیر کئے گئے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ اس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرقد انور پر ایک قبر ہے۔ (کشف الغطاء، باب دفن میت، ص ۵۵، مطبوعہ احمد دہلی) (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۹، ص ۴۱۸، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

وقت دفن اذان کھنا کیسا؟

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ وقت دفن اذان کیوں کہی جاتی ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان کو دُور کرنے کیلئے کیونکہ حدیث شریف میں ہے، اذان جب ہوتی ہے تو شیطان چھتیس^{۳۶} میل دُور بھاگ جاتا ہے۔ الفاظ حدیث میں یہ ہیں: کہ ”روحا“ تک بھاگتا ہے اور رُوحا مدینہ منورہ سے ۳۶ میل دور ہے۔ (صحیح مسلم شریف، کتاب الصلوٰۃ، حدیث ۳۸۸-۳۸۹، ص ۲۰۴) (ملفوظات شریف، ص ۵۲۶، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

سوال ﴿قبر پر اذان کہنا جائز ہے یا نہیں؟﴾

الجواب ﴿امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں قبر پر اذان کہنے میں میت کا دل بہلتا اور اس پر رحمت الہی کا اُترنا اور سوال جواب کے وقت شیطان کا دُور ہونا، اور ان کے سوا اور بہت فائدے ہیں جن کی تفصیل ہمارے رسالے ”ایذان الاحسن فی اذان القبر“ میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۳، ص ۷۴، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ایصالِ ثواب

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ فاتحہ، ایصالِ ثواب کا نام ہے اور مومن عمل نیک کا ایک ثواب اس کی نیت کرتے ہی حاصل اور کئے پر دس ہو جاتا ہے۔ (الحجۃ الفاتحہ لطیب التعمین والافتاحہ، ص ۱۴، مطبوعہ لاہور)

رہا کھانا دینے کا ثواب وہ اگرچہ اس وقت موجود نہیں تو کیا ثواب پہنچانا شاید ڈاک یا پارسل میں کسی چیز کا بھیجنا سمجھا ہو گا کہ جب تک وہ شے موجود نہ ہو، کیا بھیجی جائے؟

حالانکہ اس کا طریقہ صرف جناب باری میں دعا کرنا ہے کہ وہ ثواب میت کو پہنچائے۔ اگر کسی کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے۔ (الحجۃ الفاتحہ لطیب التعمین والافتاحہ، ص ۱۴، مطبوعہ لاہور)

ایک سوال کے جواب میں کہ زید اپنی زندگی میں خود اپنے لئے ایصالِ ثواب کر سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد فرماتے ہیں ہاں کر سکتا ہے محتاجوں کو چھپا کر دے یہ جو عام رواج ہے کہ کھانا پکایا جاتا ہے اور تمام اغنیاء و برادری کی دعوت ہوتی ہے، ایسا نہ کرنا چاہئے۔ (ملفوظات شریف، حصہ سوم، ص ۴۸، مطبوعہ مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ ہندوستان)

قرآن خوانی کی اجرت

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ نے قرآن خوانی کیلئے اجرت لینے اور دینے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، ص ۳۱۸، مطبوعہ مبارکپور ہندوستان)

شبِ برأت اور شادی میں آتش بازی

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، آتش بازی جس طرح شادیوں اور شبِ برأت میں رائج ہے بے شک حرام اور پورا حرام ہے۔ اسی طرح یہ گانے باجے کہ ان بلاد میں معمول و رائج ہیں بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہیں۔ جس شادی میں اس طرح کی حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں۔ اگر نادانستہ شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو، سب مسلمان مرد، عورتوں پر لازم ہے فوراً اسی وقت (محفل سے) اٹھ جائیں۔ (ہادی الناس، ص ۳)

نسب پر فخر کرنا جائز نہیں ہے

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

- ❖ نسب پر فخر کرنا جائز نہیں ہے۔
- ❖ نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا تکبر کرنا جائز نہیں۔
- ❖ دوسروں کے نسب پر طعن جائز نہیں۔
- ❖ انہیں کم نبی کے سبب حقیر جاننا جائز نہیں۔
- ❖ نسب کو کسی کے حق عاری یا گالی سمجھنا جائز نہیں۔
- ❖ اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دکھانا جائز نہیں۔
- ❖ احادیث جو اس بارے میں آئیں، انھیں معافی کی طرف ناظر ہیں کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بھی بلا حاجت شرعی ایسے الفاظ سے پکارنا یا تعبیر کرنا جس سے اس کی دل شکنی ہو، اسے ایذا پہنچے، شرعاً ناجائز و حرام اگرچہ بات فی نفسہ سچی ہو۔ (ارادۃ الادب لفاضل النسب، ص ۳)

حاضر و ناظر کا فلسفہ

منکرین کا الزام ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلی علیہ الرحمہ اور ان کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں حالانکہ یہ بہت سنگین بہتان ہے جو کہ امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ اور ان کے ماننے والوں پر لگایا جاتا ہے۔

اسی کو بنیاد بنا کر یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ بریلوی حضرات اپنی محافلوں میں ایک خالی کرسی رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر بیٹھیں گے، مزید یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صلوٰۃ و سلام میں بریلوی حضرات اس لئے کھڑے ہوتے ہیں کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بریلوی ”اشہد ان محمد رسول اللہ“ پر اس لئے کھڑے ہوتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تشریف لاتے ہیں۔

عقیدہ حاضر و ناظر

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے روضہ پاک میں حیات حسی و جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور پوری کائنات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے کائنات کے ذرے ذرے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے جب چاہیں جہاں چاہیں جس وقت چاہیں جسم و جسمانیات کے ساتھ تشریف لے جاسکتے ہیں۔

حالانکہ ہم محفل میلاد کے موقع پر کرسی علماء و مشائخ کے بیٹھنے کیلئے رکھتے ہیں، صلوٰۃ و سلام کے وقت اس لئے کھڑے ہوتے ہیں تاکہ باادب بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سلام پیش کیا جائے اور ہم ”اشہد ان محمد رسول اللہ“ پر نہیں بلکہ ”حی علی الصلوٰۃ“ اور ”حی علی الفلاح“ پر کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ تمام الزامات امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ اور ان کے ماننے والوں پر بہتان ہیں جبکہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کا عقیدہ اسلامی عقیدہ ہے۔

بیر و مرشد اور مریدہ کے درمیان پردہ

بعض خانقاہوں میں بیر صاحب اپنے مرید اور مریدنیوں کو بے پردہ اپنے سامنے بٹھاتے ہیں۔ بے تکلفی کے ساتھ گفتگو، ہنسی مذاق کرتے ہیں اور بعض تو معاذ اللہ اپنی مریدنیوں سے ہاتھ بھی ملاتے ہیں اور مریدنیوں کی پیٹھ پر ہاتھ بھی مارتے ہیں مگر اس ناجائز فعل کے متعلق سنیوں کے امام، امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے بیشک بیر مریدہ کا محرم نہیں ہو جاتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا؟ وہ یقیناً ابو الروح ہوتا ہے اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہو جایا کرتا تو چاہئے تھا کہ نبی سے اس کی امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہو سکتا۔ (مسائل سلح، ص ۳۲، مطبوعہ لاہور)

جعلی عاملوں کا فال کھولنا

جگہ جگہ سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر جعلی عاملوں کا ایک گروہ سرگرم عمل ہے، جو اُلٹے سیدھے فال نامے نکال کر عوام کے عقائد کو متزلزل کرتے ہیں، سادہ لوح مسلمانوں کی جیبیں خالی کروائی جاتی ہیں پھر یہ سب اہلسنت کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے مگر اہلسنت کے امام اپنی کتاب میں مسلمانوں کی اصلاح اس طرح فرماتے ہیں۔

سوال: فال کیا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ سعدی وحافظ وغیرہ کے فالنامے صحیح ہیں یا نہیں؟

الجواب: امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، فال ایک قسم کا استخارہ ہے، استخارہ کی اصل کتب احادیث میں بکثرت موجود ہے، مگر یہ فالنامے جو عوام میں مشہور اور کابر کی طرف منسوب ہیں بے اصل و باطل ہیں اور قرآن عظیم سے فال کھولنا منع ہے اور دیوان حافظ وغیرہ سے بطور تفاؤل جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۳، ص ۳۷، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

شیعوں کی مجالس میں جانا، نیاز کھانا، سیاہ لباس حرام ہے

بعض لوگ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور ان کے پیروکاروں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ شیعہ حضرات کے حمایتی ہیں جبکہ اس کے برعکس امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی کتابوں میں شیعوں اور ان کے باطل عقائد کی اتنی مخالفت موجود ہے جتنی کسی اور فرقے کے پیشوا کی بھی کتابوں میں نہیں ملتی چنانچہ۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، رافضیوں (شیعوں) کی مجلس میں مسلمانوں کا جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے۔ ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے، ان کی نیاز نیاز نہیں اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی۔ کم از کم ان کے ناپاک قلین کا پانی ضرور ہوتا ہے اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت۔ محرم الحرام میں سبز اور سیاہ کپڑے علامتِ سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ خصوصاً سیاہ کا شعار رافضیان (شیعوں کا طریقہ) ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۳، ص ۵۶، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

حیاتِ انبیاء اور حیاتِ اولیاء

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی حیاتِ برزخیہ میں کیا فرق ہے؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاتِ حقیقی حسی دنیاوی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، حدیث ۱۶۳۷، جلد ۲، ص ۲۹۱)

ان پر تصدیق وعدہ الہیہ کیلئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے۔ (مختصاً حاشیہ تفسیر الصاوی، پارہ ۳، سورہ آل عمران تحت الآیہ، جلد اول، ص ۳۴۰)

اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا جائے گا، ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواجِ مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں۔ علماء شہداء کی حیاتِ برزخیہ (یعنی عالمِ برزخ کی زندگی) اگرچہ حیاتِ دنیویہ (یعنی دنیوی زندگی) سے افضل و اعلیٰ ہے مگر اس پر احکام دنیویہ جاری نہیں اور ان کا ترکہ تقسیم ہوگا، ان کی ازواج عدت کریں گی۔ (زرقاتی شریف علی المواہب اللدنیہ، النوع الرابع، جلد ۷، ص ۳۶۴، ۳۶۵) (ملفوظات شریف، ص ۳۶۲، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یقیناً جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے ان کی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی موت صرف وعدہ خدا کی تصدیق کو ایک آن کیلئے تھی، ان کا وصال صرف نظر عوام سے چھپ جاتا ہے۔

امام محمد ابن الحاج مکی مدظلہ اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمہ دین رحمہم اللہ فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ وفات میں اس بات کا میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی اُمت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔ (المدخل لابن الحاج، فصل فی زیارۃ القبور، جلد اول، ص ۲۵۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت) (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۰، ص ۷۶۴، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

اللہ تعالیٰ کا علم غیب ذاتی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب عطائی ہے

پہلا فتویٰ:-

کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم برابر ہے؟ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم اہلسنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا خود رب جل جلالہ فرماتا ہے:-

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿۲۴﴾ (پ ۳۰ سورۃ النکور: ۲۴)

(ترجمہ) یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن میں ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں۔ (تفسیر خازن، سورۃ النکور تحت الآیۃ ۲۴، جلد ۴، ص ۳۵۷)

اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم برابر تو درکنار، میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الہی جل جلالہ سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرے کے کروڑ ہویں حصے کو کروڑ سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی (یعنی محدود) کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی (یعنی لامحدود) متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہے۔ (ملفوظات شریف، ص ۹۳، تخریج شدہ، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

دوسرا فتویٰ:-

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ علم غیب ذاتی کہ اپنی ذات سے بے کسی کے دیئے ہوئے اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے۔ ان آیتوں میں یہی معنی مراد ہیں کہ بے خدا کے دیئے کوئی نہیں جان سکتا اور اللہ تعالیٰ کے بتائے سے انبیاء کرام کو معلوم ہونا ضروریات دین سے ہے۔ قرآن مجید کی بہت آیتیں اس کے ثبوت میں ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

تیسرا فتویٰ:-

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲، ص ۲۳۳، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

جاہل پیر کا مرید ہونا

موجودہ دور میں ہر جانب جاہل پیروں اور جعلی صوفیوں کا ڈیرہ ہے، نادان لوگ ان کے پاس جاتے ہیں اور لہذا مال ان پر لٹاتے ہیں پھر جب ہوش آتا ہے تو چیخ اٹھتے ہیں کہ پیر صاحب نے ہمیں لوٹ لیا۔ ہمارا مال کھایا۔ ہماری عزت پامال کر دی۔ اسی لئے امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ نے جاہل فقیر و پیر سے بیعت کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ ہمیشہ سنی صحیح العقیدہ عالم اور پابند شریعت پیر سے بیعت کی جائے چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ جاہل فقیر کا مرید ہونا شیطان کا مرید ہونا ہے؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جاہل فقیر کا مرید ہونا شیطان کا مرید ہونا ہے۔ (ملفوظات شریف، ص ۲۹۷، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

بیعت کی چار شرائط ہیں

بیعت اس شخص سے کرنا چاہئے جس میں چار باتیں ہوں ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔

۱. سنی صحیح العقیدہ ہو۔

۲. کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی کی امداد کے اپنی ضرورت کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

۳. اس کا سلسلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل (یعنی ملا ہوا) ہو، منقطع (یعنی ٹوٹا ہوا) نہ ہو۔

۴. فاسق ملعون نہ ہو۔

نانبی اور بیتل کے تعویذ

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ نانبی، بیتل کے تعویذوں کا کیا حکم ہے؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ نانبی اور بیتل کے تعویذ مرد و عورت دونوں کو مکروہ اور سونے چاندی کے تعویذ مرد کو حرام،

عورت کو جائز ہیں۔ (ملفوظات شریف، ص ۲۸۸، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

امام ضامن کا پیسہ

آج کل ایک رواج چل پڑا ہے کہ جب بھی کوئی شخص سفر میں جاتا ہے یا کسی کی جان کی حفاظت مقصود ہوتی ہے، تو عورتیں اس کے بازو پر ایک سکہ کپڑے میں لپیٹ کر باندھ دیتی ہیں اور اس کا نام ”امام ضامن“ رکھا گیا ہے جو کہ بالکل خود ساختہ کام ہے نہ اس کی کوئی اصل ہے نہ کہیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض بد لگام لوگ اس کو بھی اہلسنت کے کھاتے میں ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بریلویوں کے امام کا کام ہے حالانکہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کا اس کام سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ کیا امام ضامن کا جو پیسہ باندھا جاتا ہے، اس کی کوئی اصل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ نہیں۔ (ملفوظات شریف، ص ۳۲۸، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

غیر اللہ سے استغاثہ اور مدد کے متعلق عقیدہ

غیر اللہ سے استغاثہ اور مدد کے متعلق مسلمانوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کو معبود مان کر ان سے مدد مانگتے ہیں جو کہ کھلا بہتان ہے۔ مسلمانان اہلسنت بزرگان دین کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر جان کر ان سے مدد مانگتے ہیں۔ اس معاملے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کو خوب بد نام کیا جاتا ہے اور معاذ اللہ مشرک اور بدعتی تک کہا اور مشہور کیا جاتا ہے۔ اے کاش! ایسے لوگ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تو ایسی بدگمانی نہ پھیلاتے۔ اب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:-

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء کرام سے استغاثہ اور استعانت مشروط طور پر جائز ہے جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں ”بازن الہی والمذبرات امراء“ سے مانے اور اعتماد کر لے کہ بے حکم خدا تعالیٰ ذرہ نہیں مل سکتا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے بغیر کوئی ایک حصہ نہیں دے سکتا۔ ایک حرف نہیں سن سکتا۔ پلک نہیں ہلا سکتا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔ (احکام شریعت، حصہ اول، ص ۴، مطبوعہ آگرہ ہندوستان)

فرائض کو چھوڑ کر نفل بجا لانا

وقت کے امام پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے اس اُمت کو مستحبات اور نوافل میں لگا دیا۔ فرائض کی اہمیت کو فراموش کیا گیا حالانکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ کے فتاویٰ اور ان کی کتابوں کا اگر کوئی تعصب کی عینک اتار کر مطالعہ کرے تو وہ بے ساختہ بول اُٹھے گا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ اسلامی عقائد کے ترجمان تھے چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب مستطاب فتوح الغیب میں کیا کیا جگر شکاف مثالیں ایسے شخص کیلئے ارشاد فرمائی ہیں جو فرض چھوڑ کر نفل بجا لائے۔ اس کتاب میں فرمایا کہ اگر فرائض کی ادائیگی سے قبل سنن و نوافل میں مشغول ہو تو سنن و نوافل قبول نہیں ہوتیں بلکہ موجب اہانت ہوتی ہیں۔ (اعز الاکتاہ فی صدقۃ مانع الزکوٰۃ، مطبوعہ بریلی، ص ۱۰-۱۱)

طریقت کی اصل تعریف

جاہل لوگوں نے مسلک اہلسنت کو بدنام کرنے کیلئے جہالت کا نام طریقت رکھ دیا، جس، بھنگ، ناچ گانے، سٹے کے نمبر بتانے والوں اور جعلی عالموں کا نام طریقت رکھ دیا اور معاذ اللہ یہ بہتان اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ پر لگایا جاتا ہے کہ یہ انہوں نے سکھایا ہے۔ امام اہلسنت کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو حقیقت سامنے آجاتی ہے چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ طریقت نام ہے ”وصول الی اللہ کا“ محض جنون و جہالت ہے دو حرف پڑھا ہوا جانتا ہے طریق طریقہ طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو۔ تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے۔ اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشارت قرآن عظیم خدا تعالیٰ تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک لے جائیگی، جنت میں نہ لے جائیگی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا۔ (مقالہ الحفاء باعزاز شرع و علماء، مطبوعہ کراچی، ص ۷)

جشن ولادت کا چراغاں

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ میلاد شریف میں جھاڑ (یعنی پنج شاخہ مشعل) فانوس، فروش وغیرہ سے زیب و زینت اسراف ہے یا نہیں؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ علماء فرماتے ہیں یعنی اسراف میں کوئی بھلائی نہیں اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے میں کوئی اسراف نہیں۔ (مختصہ، تفسیر کشاف، سورہ فرقان تحت الآیہ ۶۷، جلد سوم، ص ۲۹۳)

جس شے سے تعظیم ذکر شریف مقصود ہو ہرگز ممنوع نہیں ہو سکتا۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء العلوم میں حضرت سید ابو علی رودباری علیہ الرحمہ سے نقل کیا کہ ایک بندہ صالح نے مجلس ذکر شریف ترتیب دی ہے اور اس میں ایک ہزار شمعیں روشن کیں۔ ایک شخص ظاہر بین پہنچے اور یہ کیفیت دیکھ کر واپس جانے لگا۔ بانی مجلس نے ہاتھ پکڑا اور اندر لے جا کر فرمایا کہ جو شمع میں نے غیر خدا کیلئے روشن کی وہ بجھا دیجئے۔ کوشش کی جاتی تھیں اور کوئی شمع ٹھنڈی نہ ہوتی۔ (احیاء علوم الدین، الجزء الثانی، کتاب آداب الاکل، ص ۲۶)

جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ادب کے ساتھ پکارنا

ادب اور تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے ذاتی نام ”محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ سے نہ پکارا جائے اور نہ ہی نعت شریف میں پڑھا جائے بلکہ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا نبی اللہ اور یا رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ کر ندا دی جائے۔

جہاں کہیں مساجد میں، محرابوں میں، پوسٹروں اور بینروں میں بھی ”یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ کی جگہ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا نبی اللہ اور یا رحمۃ للعالمین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی تحریر کیا جائے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب و احترام ملحوظ رہے۔

چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:-

قرآن مجید کی آیت ہے کہ رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرا لوجیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اب ایک دوسرے میں باپ اور مولا اور بادشاہ سب آگئے۔ اسی لئے علماء فرماتے ہیں، نام پاک لے کر ندا کرنا حرام ہے۔ اگر روایت میں مثلاً ”یا محمد“ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آیا ہو تو اس کی جگہ بھی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے۔ اس مسئلہ کا بیان امام اہلسنت علیہ الرحمہ کا رسالہ ”تحبلی یقین بان نبینا سید المرسلین“ میں دیکھئے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۵، ص ۱۷۱، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

مرد کا بال بڑھانا

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ اکثر بال بڑھانے والے لوگ حضرت گیسو دراز کو دلیل لاتے ہیں۔

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جہالت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور عورتوں پر جو مردوں سے۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، حدیث ۵۸۸۵، ص ۴) اور تشبہ کیلئے ہر بات میں پوری وضع بنانا ضروری نہیں (صرف) ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے۔ (ملفوظات شریف، ص ۲۹۷، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

مرد کو چوٹی رکھنا حرام ہے

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ مرد کو چوٹی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقیر رکھتے ہیں۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ حرام ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں۔ (مسند احمد بن حنبل، حدیث ۳۱۵۱، جلد اول، ص ۷۷) (ملفوظات شریف، ص ۲۸۱، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معشوق کہنا ناجائز ہے

سوال: اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معشوق کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، ناجائز ہے کہ معنی عشق اللہ تعالیٰ کے حق میں محال قطعی ہیں اور ایسا لفظ بے ورود ثبوت شرعی اللہ تعالیٰ کی شان میں بولنا ممنوع قطعی۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۱، ص ۱۱۴، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز و گناہ ہے

سوال: کیا حکم شرع شریف کا اس بارے میں کہ مدینہ شریف کو ”یثرب“ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ جو شخص یہ لفظ کہے اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

جواب: امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز و ممنوع و گناہ ہے اور کہنے والا گنہ گار۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مدینہ کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے، مدینہ طابہ ہے مدینہ طابہ ہے (اسے امام احمد نے بسند صحیح براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا)۔ (مسند امام احمد بن حنبل، المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۸۵) (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۱، ص ۱۱۶، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مدینہ منورہ، مکہ المکرمہ سے بھی افضل ہے

سوال: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار اقدس بلکہ مدینہ طیبہ عرش و کرسی و کعبہ شریف سے افضل ہے یا نہیں؟

جواب: امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، تربت اطہر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے۔ (مسک منقط مع ارشاد الساری، باب زیارة سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص ۳۳۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

باقی مزار شریف کا بالائی حصہ اس میں داخل نہیں کہ کعبہ معظمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربت اطہر اور مکہ معظمہ سوائے کعبہ مکرمہ ان دونوں میں کون افضل ہے، اکثر جانب ثانی ہیں اور اپنا مسلک اڈل اور یہی مذہب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

طبرانی شریف کی حدیث شریف میں تصریح ہے کہ مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث ۴۴۵۰، جلد ۴، ص ۲۸۸، مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت)

(فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۰، ص ۷۱، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور پنجاب)

حرام مال پر نیاز دینا نرا وبال ہے

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حرام مال پر نیاز دیتا ہے اور کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبول فرمالیتے ہیں اس شخص کا یہ قول غلط صریح و باطل قبیح اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء فصیح ہے۔

زنہار مال حرام قابل قبول نہیں، نہ اسے راہِ خدا میں صرف کرنا روا، نہ اس پر ثواب ہے بلکہ نرا وبال ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۱، ص ۱۰۵، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

جاہلانہ رسم

سوال ﴿یہ جو بعض جہلاء غرض ڈورے کیا کرتے ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خاتونِ جنت ہر کسی گھر ماہ ساون بھادوں میں جایا کرتی اور ایک ایک ڈورا ان کے کان میں باندھ کر یہ کہا کرتیں کہ پوریاں پکا کر فاتحہ دلا کر لانا، اس کی کچھ سند ہے یا وہابیات ہے؟

جواب ﴿امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، یہ ڈوروں کی رسم محض بے اصل و مردود ہے اور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اس کی نسبت محض جھوٹ برا افتراء ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۳، ص ۲۷۲، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ماہ صفر المظفر منحوس نہیں

عوام میں بیماری پھیلی ہوئی ہے کہ ماہ صفر المظفر منحوس ہے اس میں بلائیں اترتی ہیں، اس ماہ میں کوئی خوشی کی تقریب منعقد نہ کی جائے خصوصاً شروع ماہ کی تیرہ تاریخوں میں اور آخری تاریخوں میں۔۔۔۔۔

سوال ﴿اکثر لوگ 3، 13 یا 23 - 8، 18، 28 وغیرہ تواریخ اور پنج شنبہ و یکشنبہ و چہار شنبہ وغیرہ ایام کو شادی وغیرہ نہیں کرتے۔ اعتقاد یہ ہے کہ سخت نقصان پہنچے گا ان کا کیا حکم ہے؟

جواب ﴿امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ سب باطل و بے اصل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۳، ص ۲۷۲، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

آخری بدہ کی شرعی حیثیت

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ماہ صفر المظفر کی آخری بدہ کی کوئی اصل نہیں۔ نہ اس دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحت یابی کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرضِ اقدس جس میں وصال شریف ہوا، اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوعہ میں آیا ہے ابتلائے ایوب علیہ السلام اسی دن تھی۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۱۷)

یزید کیلئے مغفرت والی نماز کی روایت بے اصل ہے

سوال: بعد سلام مسنون معروض خدمت ہوں کہ نماز غفر کی بابت میں ذکر الشہادتیں دیکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو واسطے مغفرت کی بتائی تھی مجھے اس نماز کی تلاش ہے، میں پڑھنا چاہتی ہوں براہ مہربانی اس مسئلہ پر التفات مبذول فرما کر ترتیب نماز سے اطلاع دیجئے۔

جواب: وعلیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ روایت محض بے اصل ہے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی نماز یزید پلید کی مغفرت کیلئے اس کو تعلیم نہ فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۸، ص ۵۲، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

لال کافر کو قتل کرنے والی روایت بے اصل ہے

سوال: سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لال کافر کو مارا اور بھاگا اور ہنوز زندہ ہے، آیا اس کی کوئی خبر حدیث سے ہے؟ اور کب تک زندہ رہے گا؟ پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟

جواب: یہ بے اصل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۸، ص ۳۶۶، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

حضرت فوٹ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ملک السموت سے زنبیل ارواح چھین لینے والا واقعہ

سوال: کہا جاتا ہے کہ زنبیل ارواح کی عزرائیل علیہ السلام سے حضرت پیران پیر نے ناراض اور غصہ میں ہو کر چھین لی تھی؟

جواب: زنبیل ارواح (روحوں کا تھیلا) چھین لینا خرافات جہال سے ہے۔ سیدنا عزرائیل علیہ السلام رسل ملائکہ سے ہیں اور رسل ملائکہ اولیاء بشر سے بالاجماع افضل ہیں تو مسلمانوں کو ایسی باطل و اہیہ سے احتراز لازم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۸، ص ۴۱۹، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

روزہ مشکل کشا

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا حضور اکرم عورتیں مشکل کشا علی کا روزہ رکھتی ہیں کیا ہے؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا، روزہ خاص اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اگر اللہ تعالیٰ کا روزہ رکھیں اور اس کا ثواب مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نذر کریں تو حرج نہیں مگر اس میں یہ کرتی ہیں کہ روزہ آدھی رات تک رکھتی ہیں۔ شام کو افطار نہیں کرتیں۔ آدھی رات کے بعد گھر کا کواڑ کھول کر کچھ دعا مانگتی ہیں۔ اس وقت روزہ افطار کرتی ہیں یہ شیطانی رسم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۶۶)

داڑھی منڈوانے اور کتروانے والا فاسق

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ داڑھی منڈوانے اور کتروانے والا شخص فاسق ملعن ہے اور اس کو امام بتانا گناہ ہے۔ (احکام شریعت، جلد دوم، ص ۳۲۱، مطبوعہ میرٹھ ہندوستان)

کھانا بیٹھ کر، جوتے اتار کر کھانا چاہنے

آج کل دعوتوں میں منحوس روایت پیدا ہو گئی کہ لوگ کھڑے ہو کر کھانا کھاتے ہیں۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ نے ایسے لوگوں کو یہ حدیث شریف یاد دلائی ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر اور جوتے اتار کر کھانے کا حکم دیا ہے۔ (فتاویٰ افریقہ، ص ۳۸، مطبوعہ کانپور ہندوستان)

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے

ہمارے نوجوانوں میں یہ بیماری کثرت سے پائی جاتی ہے کہ وہ کھڑے کھڑے پیشاب کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے پیشاب کے چھینٹے ارد گرد اور کپڑوں پر پڑتے ہیں اور پھر آدمی ناپاک ہو جاتا ہے۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والوں کو یہ حدیث شریف یاد دلائی جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بے ادبی اور بد تہذیبی ہے کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔ (فتاویٰ افریقہ، ۱۰/۹، مطبوعہ کانپور ہندوستان)

قبروں پر جونا پہن کر جلنا اہل قبور کی توہین ہے

جب لوگ قبرستان میں تدفین کیلئے یا اہل خانہ کی قبور پر فاتحہ پڑھنے جاتے ہیں تو قبروں پر بیٹھتے اور چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ نے جو تا پہن کر قبروں پر چلنے کو اہل قبور کی توہین قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ شریف، جلد ۴، ص ۱۰۷)

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمیشہ سے مسلمان تھے

سوال علمائے دین و مقتیان شرع متین اس میں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ کے مسلمان تھے یا کہ علی مانی تاریخ الخلفاء للسیوطی و رد المحتار لابن عابدین و جامع المناقب وغیرہ (جیسا کہ امام سیوطی کی تاریخ الخلفاء، علامہ ابن عابدین کی شامی کی رد المحتار اور جامع المناقب وغیرہ میں ہے) تیرہ یا دس یا نو یا آٹھ برس کے سن میں ایمان لائے ہیں اور اگر ہمیشہ مسلمان تھے تو پھر ایمان لانا چہ معنی دارد۔

جواب حضرت امیر المومنین، سیدنا علی المرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسبی اور حضرت امیر المومنین سیدنا مولانا صدیق اکبر عتیق اطہر علیہ الرضوان الاجل الاعظم دونوں حضرات عالم ذریت سے روز ولادت، روز ولادت سے سن تمیز، سن تمیز سے ہنگام ظہور پر نور آفتاب بعثت، ظہور بعثت سے وقت وفات، وقت وفات سے ابد الابد تک بحمد اللہ تعالیٰ موحّد موقن و مسلم و مومن و طیب و زکی و طاہر و نقی تھے، اور ہیں، اور رہیں گے، کبھی کسی وقت کسی حال میں ایک لمحہ ایک آن کو لوٹ کفر و شرک و انکار ان کے پاک، مبارک، سحرے دامنوں تک اصلانہ پہنچانہ پہنچے۔

عالم ذریت سے روز ولادت تک اسلام یثاقی تھا کہ ”اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ“ قَالُوا بَلٰی (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں) روز ولادت سے سن تمیز تک اسلام فطری کہ حدیث پاک میں ہے ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے (صحیح بخاری) سن تمیز سے روز بعثت تک اسلام توحیدی کہ ان حضرات والا صفات نے زمانہ فترت میں بھی کبھی بت کو سجدہ نہ کیا، کبھی غیر خدا کو نہ قرار دیا ہمیشہ ایک ہی جانا، ایک ہی مانا، ایک ہی کہا اور ایک ہی سے کام رہا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۸، ص ۴۵۹، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا، کا مطلب

سوال ﴿ان الله خلق آدم علی صورت﴾ (بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اور حضور سے یہ عرض ہے کہ یہ حدیث ہے یا قول ہے؟

جواب یہ حدیث صحیح ہے اور اضافت شرف کیلئے ہے جیسے بیٹی (میرا گھر) اور ناقة اللہ (اللہ تعالیٰ کی اونٹنی) یا ضمیر آدم علیہ السلام کی طرف ہے یعنی آدم علیہ السلام کو ان کی کامل صورت پر بنایا ”طولہ ستون ذراعا“ ان کا قد آٹھ ہاتھ کا بخلاف اولاد آدم کہ بچہ چھوٹا پیدا ہوتا پھر بڑھ کر اپنے کامل قد کو پہنچتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲، ص ۴۳، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

بجلی کیا شے ہے ؟

سوال بجلی کیا شے ہے؟

جواب ﴿ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کے چلانے پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جس کا نام رعد ہے، اس کا قد بہت چھوٹا ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا کوڑا ہے، جب وہ کوڑا بادل کو مارتا ہے اس کی تری سے آگ جھڑتی ہے اس کا نام بجلی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲، ص ۲۳، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور) ﴾

زلزلہ کیوں آتا ہے ؟

سوال زلزلہ آنے کا کیا باعث ہے؟

جواب ﴿ اصلی باعث آدمیوں کے گناہ ہے اور پیدا یوں ہوتا ہے کہ ایک پہاڑ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں جیسے بڑے درخت کی جڑیں دور تک اندر اندر پھیلتی ہیں جس زمین پر معاذ اللہ زلزلہ کا حکم ہوتا ہے وہ پہاڑ اپنے اس جگہ کے ریشے کو جنبش دیتا ہے، زمین ہلنے لگتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲، ص ۹۳، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور) ﴾

واقعہ معراج سے منسوب کچھ من گھڑت باتیں

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ مولوی غلام امام شہید نے ص ۹۵ سطر گیارہ میں لکھا ہے کہ شب معراج میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پاک نے حاضر ہو کر گردن نیاز صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم سراپا اعجاز کے نیچے رکھ دی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گردن غوث اعظم پر قدم رکھ کر براق پر سوار ہوئے اور اس روح پاک سے استفسار فرمایا کہ تو کون ہے؟ عرض کیا کہ میں آپ کے فرزندوں اور ذریعات طہیات سے ہوں۔ اگر آج نعت سے کچھ منزلت بخشے گا تو آپ کے دین کو زندہ کروں گا۔ فرمایا کہ محی الدین ہے اور جس طرح آج میرا قدم تیری گردن پر ہے اسی طرح کل تیرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہو گا اور اس روایت کی دلیل یہ لکھی ہے کہ صاحب منازل اثناء عشریہ بھی تحفہ قادریہ سے لکھتے ہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸ سطر نمبر ۵ میں مرقوم ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہو کر براق پر سوار ہونے لگے۔ براق نے شوخی شروع کی۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ کیا ہے حرمی ہے تو نہیں جانتا کہ تیرا سوار کون ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ براق نے کہا اے امین وحی الہی! تم اس وقت خفگی مت کرو مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں التماس کرنی ہے۔ فرمایا بیان کرو۔ عرض کیا آج میں دولت زیارت سے مشرف ہوں، کل قیامت کے دن مجھ سے بہتر براق آپ کی سواری کے واسطے آئیں گے، اُمیدوار ہوں کہ حضور سوائے میرے اور کسی براق کو پسند نہ فرمائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی التجا قبول فرمائی۔ صاحب تحفہ قادریہ لکھتے ہیں کہ وہ براق خوشی سے پھولانہ سمایا اور اتنا بڑھا اور اونچا ہوا کہ صاحب معراج کا ہاتھ زین تک اور پاؤں رکاب تک نہ پہنچا، کیا یہ روایت صحیح ہے؟

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کتب احادیث و سیر میں اس روایت کا نشان نہیں۔ رسالہ غلام امام شہید محض نامعتبر بلکہ صریح باطل و موضوعات پر مشتمل ہے۔ منازل اثناء عشریہ کوئی کتاب فقیر کی نظر سے نہ گزری نہ کہیں اس کا تذکرہ دیکھا۔ تحفہ قادریہ شریف اعلیٰ درجہ کی مستند کتاب ہے، میں اس کے مطالعہ بالاستیعاب سے بارہا مشرف ہوا، جو نسخہ میرے پاس ہے یا جو میری نظر سے گزرا ہے اس میں یہ روایت اصلاً نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۶، ص ۳۹۷، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

”یا جنید“ والے واقعہ کی اصل حقیقت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جنید ایک بزرگ کامل تھے۔ انہوں نے سفر کیا۔ راستے میں ایک دریا پڑا۔ اس کو پار کرتے وقت ایک آدمی نے کہا کہ مجھ کو بھی دریا کے پار کر دیجئے۔ تب ان بزرگ کامل نے کہا تم میرے پیچھے یا جنید یا جنید کہتے چلو اور میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا۔ درمیان میں وہ آدمی بھی اللہ اللہ کہنے لگا۔ تب وہ ڈوبنے لگا، اس وقت ان بزرگ نے کہا کہ تُو اللہ اللہ مت کہہ یا جنید یا جنید کہہ۔ تب اس آدمی نے یا جنید یا جنید کہا، تب وہ نہیں ڈوبا، یہ دُرست ہے یا نہیں؟ اور بزرگ کامل کیلئے کیا حکم ہے اور آدمی کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: یہ غلط ہے کہ سفر میں دریا ملا بلکہ دُجلہ ہی کے پار جانا تھا اور یہ بھی زیادہ ہے کہ میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا اور یہ محض افتراء ہے کہ انہوں نے فرمایا تو اللہ اللہ مت کہہ۔ یا جنید کہنا خصوصاً حیاتِ دنیاوی میں خصوصاً جبکہ پیشِ نظر موجود ہیں اسے کون منع کر سکتا ہے کہ آدمی کا حکم پوچھا جائے اور حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے حکم پوچھنا کمال ہے ادبی و گستاخی و دریدہ دہنی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۶، ص ۳۳۶، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

اعرابِ قرآنی کا موجد کون ہے ؟

سوال: اعرابِ قرآنی کی ایجاد کس سن میں ہوئی اور اس کا بانی کون ہے؟ یہ بدعتِ حسنہ ہے یا سیئہ؟ اگر بدعتِ حسنہ ہے تو (ہر بدعتِ گمراہی ہے) کے کیا معنی ہیں؟

جواب: زمانہ عبد الملک بن مروان میں اس کی درخواست سے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد حضرت ابو الاسود دُکلی نے یہ کاریک کیا (یہ کام) بدعتِ حسنہ تھا اور تمام ممالکِ عجم میں یقیناً واجب کہ عام لوگ (اعراب) کے بغیر صحیح تلاوت نہیں کر سکتے۔ بدعتِ ضلالت وہ ہے کہ رد و مزاحمت سنت کرے، اور یہ تو مؤید و مزاحمت سنت کرے اور یہ تو مؤید و معین سنت بلکہ ذریعہ ادائے فرض ہے۔ کیونکہ لُحْنِ بلا خلاف حرام ہے جیسا کہ عالمگیری میں ہے لہذا اس کا چھوڑنا فرض ہے اور یہ اس سے بچنے کا راستہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۶، ص ۳۹۹، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

کیا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے حنفی تھے؟

سوال: کیا یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھا کہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میرا مذہب ضعیف ہو جاتا ہے لہذا تم میرے مذہب میں آ جاؤ۔ میرے مذہب میں آنے سے میرے مذہب کو تقویت ہو جائیگی اس لئے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنفی سے حنبلی ہو گئے؟

جواب: یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ سے حنبلی تھے اور بعد کو جب عین الشریعہ الکبریٰ تک پہنچ کر منصبِ اجتہاد مطلق حاصل ہوا، مذہب حنبلی کو کمزور ہوتا ہوا دیکھ کر اس کے مطابق فتویٰ دیا کہ حضور محی الدین اور دین متین کے یہ چاروں ستون ہیں لوگوں کی طرف سے جس ستون میں ضعف آتا دیکھا اس کی تقویت فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲، ص ۴۳۳، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

منصور بن حلاج کا اصل واقعہ

سوال: مکرم و معظم بعد آداب نیاز کے گزارش ہے کہ اگر برائے مہربانی ان واقعات کے جن کی بناء پر حضرت منصور بن حلاج کے بارے میں فتویٰ دیا گیا تھا، مطلع فرمائیں تو بہت ممنون ہوں اگر فتویٰ میں کسی آیت شریف کا حوالہ دیا گیا ہو تو اس کو بھی لکھ دیجئے گا۔ اس تکلیف دہی کو معاف فرمائیے گا۔ ایک معاملہ میں اس کی بہت ضرورت ہے۔

جواب: حضرت حسین بن منصور حلاج علیہ الرحمہ جن کو عوام منصور کہتے ہیں، منصور ان کے والد کا نام تھا۔ ان کا اسم گرامی حسین، اکابر اہل حال سے تھے، ان کی ایک بہن ان سے بدرجہا مرتبہ ولایت و معرفت میں زائد تھیں۔ وہ آخر شب کو جنگل تشریف لے جاتیں اور یادِ الہی میں مصروف ہوتیں۔ ایک دن ان کی آنکھ کھلی بہن کو نہ پایا، گھر میں ہر جگہ تلاش کیا، پتہ نہ چلا، ان کو دوسو گزرا۔ دوسری شب میں قصدِ اسوتے میں جان ڈال کر جاگتے رہے۔ وہ اپنے وقت پر اٹھ کر چلیں، یہ آہستہ آہستہ پیچھے ہوئے، دیکھتے رہے، آسمان سے سونے کی زنجیریں یا قوت کا جام اتر اتر اور ان کے دہن مبارک کے برابر آگیا۔ انہوں نے پینا شروع کیا۔ ان سے صبر نہ ہوسکا کہ یہ جنت کی نعمت نہ ملے بے اختیار کہہ اٹھے کہ بہن تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم کہ تھوڑا میرے لئے چھوڑو۔ انہوں نے ایک جرحہ چھوڑ دیا۔ انہوں نے پیا، اس کے پیتے ہی ہر جڑی بوٹی ہر درو دیوار سے ان کو یہ آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ مستحق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے۔ انہوں نے کہنا شروع کیا ”انا لا حق“ بے شک میں سب سے زیادہ اس کا سزاوار ہوں۔ لوگوں کے سننے میں آیا ”انا الحق“ (میں حق میں) وہ دعویٰ خدا کی سمجھے اور یہ کفر ہے اور مسلمان ہو کر جو کفر کرے، مرتد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کرو۔ اس حدیث کو اصحاب ستہ میں سے مسلم کے علاوہ سب نے اور امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۶، ص ۴۰۰، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معراج کی رات اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا

سوال ﴿ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں پچشم خود اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔

جواب ﴿ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت بمعنی احاطہ کا انکار فرماتی ہیں کہ ”لا تدركه الابصار“ سے سند لاتی ہیں اور احادیث صحیحہ میں روایت کا اثبات بمعنی احاطہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی شے محیط نہیں ہو سکتی، وہی ہر شے کو محیط ہے اور اثبات نفی پر مقدم۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۹، ص ۴۳۲، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

تاش اور شطرنج کھیلنا گناہ و حرام ہے

سوال ﴿ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش و شطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب ﴿ دونوں (تاش و شطرنج) ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ و حرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۳، ص ۱۱۳، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

کیا انبیائے کرام علیہم السلام کے فضلات شریفہ پاک ہیں

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے فضلات شریف (یعنی جسم سے خارج ہونے والے زائد مادے مثل بول و براز وغیرہ) پاک ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا، پاک ہیں اور ان کے والدین کریمین کے وہ نطفے بھی پاک ہیں، جن سے یہ حضرات پیدا ہوئے۔
(شرح الشفاء للقاضی عیاض، جلد اول، ص ۱۶۸، شرح العلامة الزرقانی، جلد اول، ص ۱۹۴) (ملفوظات شریف، ص ۴۵۶، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

ہاننجے ٹخنے سے نیچے رکھنا مکروہ تنزیہی ہے

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ پانچے ٹخنے سے نیچے بھی مکروہ تنزیہی ہے یعنی صرف خلاف اولیٰ جبکہ بہ نیت تکبر نہ ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں (مسئلہ مذکورہ کی) تصریح کی گئی اور اس بارے میں صحیح بخاری کی حدیث موجود ہے۔ تم ان لوگوں میں سے نہیں جو بر بنائے تکبر ٹخنوں سے نیچے ازار (شلوار) لٹکاتے ہیں (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تھا)۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۳، ص ۹۸، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

ذکر کرتے وقت بناوٹی وجد حرام ہے

بعض حلقہ ذکر میں دورانِ ذکر کچھ لوگ بناوٹی طور پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اُچھل کود شروع کر دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کے اوپر گر پڑتے ہیں۔ جس سے مجلس کا تقدس پامال ہوتا ہے۔ دیکھنے والے کو تماشا محسوس ہوتا ہے۔ ایسے ہی کاموں کے متعلق امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذکر جلی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور آواز کس قدر بلند کر سکتا ہے، کوئی حد معین ہے یا نہیں؟ حلقہ باندھ کر ذکر کرتے وقت ذکر کرتے کرتے کھڑے ہو جانا اور سینہ پر ہاتھ مارنا، ایک دوسرے پر گر پڑنا، لیٹ جانا، رونا، زاری کی دھوم مچانا کیسا ہے؟

جواب: امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ذکر جلی جائز ہے، حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اپنے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی، مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے اور ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا وغیرہ افعال مذکورہ اگر بحالتِ وجد صحیح ہیں تو کوئی حرج نہیں اور معاذ اللہ ریاکاری کیلئے بناوٹ ہیں تو حرام ہیں (اور ان دونوں کے درمیان کچھ درمیانی درجات ہیں جو عوام کیلئے ذکر نہیں کئے جاسکتے) (فتاویٰ رضویہ)

ایک سے زائد انگوٹھی پہننا ناجائز ہے

انگوٹھیوں کے شوقین اپنی چاروں انگوٹھیوں میں انگوٹھیاں پہنتے ہیں اور بعض لوگ دو انگوٹھیاں بھی پہنتے ہیں جس میں دو دو گننے بھی لگے ہوتے ہیں پھر اسی حالت میں نماز بھی پڑھتے ہیں حالانکہ یہ ناجائز فعل ہے۔

چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور وہ انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے، کانسی، پیتل، لوہے اور تانبے کی مطلقاً ناجائز ہے۔ (احکام شریعت، حصہ دوم، ص ۳۰)

بزرگانِ دین کی تصاویر بطور تبرک لینا ناجائز ہے

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ بزرگانِ دین کی تصاویر بطور تبرک لینا کیسا ہے؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ کعبہ معظمہ میں حضرت ابراہیم واسماعیل علیہم السلام و حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تصاویر پر بنی تھی کہ یہ متبرک ہیں (چونکہ) ناجائز فعل تھا (اس لئے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود دستِ مبارک سے انہیں دھویا۔ (مختصر بخاری شریف، حدیث ۳۳۵۲، جلد ۲، ص ۴۲۱) (ملفوظات شریف، ص ۲۸۷، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

ضرورتِ مرشد

ضرورتِ مرشد کے بارے میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں، انجام کارِ رستگاری (اگرچہ معاذ اللہ سبقتِ عذاب کے بعد ہو) یہ عقیدہ اہلسنت میں ہر مسلمان کیلئے لازم اور کسی بیعت و مریدی پر موقوف نہیں اس کے واسطے صرف نبی کو مرشد جاننا بس ہے۔ (السنیۃ الانیقہ، ص ۱۲۴، مطبوعہ بریلی ہندوستان)

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ فلاح احسان کیلئے بے شک مرشد خاص کی حاجت ہے اور وہ بھی شیخ ایصال کی شیخ اتصال اس کیلئے کافی نہیں۔ (السنیۃ الانیقہ، ص ۱۲۴، مطبوعہ بریلی ہندوستان)

ساداتِ کرام کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے

سوال: سادات محتاجین کو زر زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ ساداتِ کرام و سائر بنی ہاشم پر حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلاثہ بلکہ مذاہب اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع قائم۔ امام شعرانی علیہ الرحمہ میزان میں فرماتے ہیں، باتفاق ائمہ اربعہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب پر صدقہ فرضیہ حرام ہے اور وہ پانچ خاندان ہیں۔ آل علی، آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث بن عبد المطلب، یہ اجماعی اور اتفاقی مسائل میں سے ہے۔ (المیزان الکبریٰ، باب قسم الصدقات، جلد دوم، ص ۱۳، مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر) (فتاویٰ رضویہ شریف، جلد ۱۰، ص ۹۹، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ لاہور)

شیخین کے گستاخ دانرہ اسلام سے خارج ہیں

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواہ ان میں سے ایک کی شانِ پاک میں گستاخی کرے، اگرچہ صرف اسی قدر کہ انہیں امام و خلیفہ برحق نہ مانے۔ کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامہ ائمہ ترجیح و فتاویٰ کی تصحیحات پر مطلقاً کافر ہے۔

در مختار مطبوعہ مطبع ہاشمی ص ۶۴ میں ہے، اگر ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو تو کافر ہے مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اجسام کے مانند جسم ہے یا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا۔ (در مختار، باب الامامۃ، جلد اول، ص ۸۳، مطبوعہ مجتہدانی دہلی)

رافضی اگر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر تو کافر ہے۔ (خزانۃ المفتیین، کتاب الصلوٰۃ، جلد اول، ص ۲۸) (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۴، ص ۲۵۰، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

یزید کو پلید لکھنا اور کھنا جائز ہے

سوال: یزید کی نسبت لفظ یزید پلید کا لکھنا یا کہنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ یزید کی نسبت لفظ ”رحمۃ اللہ علیہ“ کہنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یزید بے شک پلید تھا۔ اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے۔ اور اسے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہ کہے گا مگر ناصبی کہ اہل بیت رسالت کا دشمن ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۴، ص ۶۰۳، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

ہندوؤں کے میلوں میں شرکت

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ گفار کے میلوں مثلاً دسبرہ وغیرہ میں جانا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ان کا میلہ دیکھنے کیلئے جانا مطلقاً ناجائز ہے۔ اگر ان کا مذہبی میلہ ہے جس میں اپنے مذہبی نقطہ نظر سے کفر و شرک کریں گے، کفر کی آواز سے چلائیں گے تو ظاہر ہے ایسی صورت میں جانا سخت حرام ہے اور اگر مذہبی میلہ نہیں لہو و لعب کا ہے، جب بھی ناممکن و منکرات و قبائح سے خالی ہو اور منکرات کا تماشا بنانا جائز نہیں۔ (طحا از عرفان شریعت، حصہ اول، ص ۲۷)

طاقوں پر شہید مرد

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد رہتے ہیں اور درخت اور طاق پر جا کر ہر جمعرات کو چاول، شیرینی وغیرہ فاتحہ دلاتے ہیں، ہار لگاتے ہیں، لوبان سلگاتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ اس کے بارے میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب واہیات خرافات اور جاہلانہ حماقت اور بطلالت ہیں ان کا ازالہ لازم۔ (احکام شریعت، حصہ اول، ص ۱۳)

غیر صحابی کے ساتھ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ لکھنا جائز ہے

امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تو کہا ہی جاوے گا، ائمہ و اولیاء و علمائے دین کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ کتاب مستطاب ہجۃ الاسرار شریف و جملہ تصانیف امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ وغیرہ اکابر میں یہ شائع و ذائع ہے چنانچہ تنویر الابصار میں ہے:-

صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ لکھنا یا کہنا مستحب ہے، تابعین اور بعد والے علمائے کرام اور شرفاء کیلئے ”رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“ کہنا یا لکھنا مستحب ہے اور اس کا الٹ بھی رائج قول کی بناء پر جائز ہے، یعنی صحابہ کے ساتھ ”رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“ اور دوسروں کے ساتھ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“۔ (در مختار شرح تنویر الابصار، مسائل شتی، مطبع مجتہائی دہلی، ۲/۳۵۰)

(فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۳، ص ۳۹۰، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

قبر یا قبر کی طرف نماز پڑھنا

سوال: امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ قبر کی طرف نماز پڑھنا یا قبر پر نماز پڑھنا یا قبرستان میں قبروں کے برابر ہو جانے کے بعد مسجد بنانا کھیتی کرانا یا پھول وغیرہ کے درخت لگانا کیسا ہے؟

جواب: قبر پر نماز پڑھنا حرام، قبر کی طرف نماز پڑھنا حرام اور مسلمان کی قبر پر قدم رکھنا حرام، قبروں پر مسجد بنانا یا زراعت وغیرہ کرنا حرام۔

ردالمحتار میں حلیہ سے ہے ”تکرة الصلوة عليه واليه لورود النهی عن ذالك“۔ فتح القدیر و طحاوی و ردالمحتار میں دربارہ مقابر ہے ”المروور فی سكة حادثه فیها حرام“ اگر مسجد میں کوئی قبر آجائے تو اس کے آس پاس چاروں طرف تھوڑی دیوار اگرچہ پاؤ گز ہو، قائم کر کے اس پر چھت بنائیں کہ اب نماز یا پاؤں رکھنا قبر پر نہ ہو گا بلکہ اس چھت پر جس کے نیچے قبر ہے اور نماز قبر کی طرف نہ ہوگی بلکہ اس دیوار کی طرف اور یہ جائز ہے۔ (بحوالہ: عرفان شریعت، حصہ دوم)

مونچھیں بڑھانا

سوال: امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آوے، کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے ٹرکش لوگ بھی مسلمان ہیں وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں؟

جواب: مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں، حرام و گناہ و سنت مشرکین و مجوس و یہود و نصاریٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں، مونچھ کتر واؤ، داڑھی بڑھاؤ اور یہود و نصاریٰ کی مشابہت نہ کرو۔ (احکام شریعت، حصہ دوم)

(مونچھیں پست کرنے کا حکم دیا گیا ہے، علماء نے اس کی یہ توجیح کی کہ مونچھیں مثل ابرو ہونی چاہئے۔)

تمباکو کا استعمال

بقدر ضرورت احتیال حواس (اتنی مقدار کہ کھانے سے نقصان اور حواس میں خرابی پیدا ہو) کھانا حرام ہے اور اس طرح کہ منہ میں بو آنے لگے مکروہ اور اگر تھوڑی خصوصاً مشک وغیرہ سے خوشبو کر کے پان میں کھائیں اور ہر بار کھا کر کلیوں سے خوب منہ صاف کر دیں کہ بونہ آنے پائے تو خالص مباح (جائز) ہے۔ بو کی حالت میں کوئی وظیفہ نہ کرنا چاہئے، منہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد ہو اور قرآن عظیم تو حالت بد بو میں پڑھنا سخت منع ہے۔ ہاں جب بد بو نہ ہو تو درود شریف و دیگر وظائف اس حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں کہ منہ میں پان یا تمباکو ہو، اگرچہ بہتر صاف کر لینا ہے مگر قرآن مجید کی تلاوت کے وقت ضرور بالکل صاف کر لیں۔ فرشتوں کو قرآن عظیم کا بہت شوق ہے اور عام ملائکہ کو تلاوت کی قدرت نہ دی گئی۔ جب مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے۔ فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر تلاوت کی لذت لیتا ہے۔ اس وقت اگر منہ میں کھانے کی چیز کا لگاؤ ہوتا ہے، فرشتے کو ایذا ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

طیبوا افواہکم باسواک فان افواہکم طریق القرآن
(رواہ السنجرى عن الابة عن بعض الصحابة رضى الله تعالى عنهم بسنه عن)
اپنے منہ مسواک سے ستھرے کرو کہ تمہارے منہ قرآن کا راستہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اذا قام احدکم یصلی من الیل فلیستک ان احدکم اذا قرأ فی صلاتہ وضع ملک فاه علی فیہ ولا یخرج من فیہ شیء الا دخل فم الملك (رواہ البیہقی فی الشعب وتمامہ فی فوائدہ والضیاء فی المختار، عن جابر بن عبد اللہ رضى الله تعالى عنه وهو حدیث صحیح)
جب تم میں کوئی تہجد کو اٹھے مسواک کرے کہ جو نماز میں تلاوت کرتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھتا ہے جو اس کے منہ سے نکلتا ہے، فرشتہ کے منہ میں داخل ہوتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:-

لیس شیء اشد علی الملك من ریح الثمر ما قام عبد الی صلوة قط
الا التقسم فاه ملک ولا یخرج من فیہ آیة الا یدخل فی شیء الملك

فرشتہ پر کوئی چیز کھانے کی بو سے زیادہ سخت نہیں۔ جب کبھی مسلمان نماز کو کھڑا ہوتا ہے، فرشتہ اس کا منہ اپنے منہ میں لے لیتا ہے جو آیت اس کے منہ سے نکلتی ہے، فرشتے کے منہ میں داخل ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت، حصہ اول)

قبرستان میں شیرینی کی تقسیم

عرض: مردہ کے ساتھ مٹھائی قبرستان میں چھوٹیوں کے ڈالنے کیلئے لے جانا کیسا ہے؟

ارشاد: ساتھ لے جانا روٹی کا جس طرح علماء کرام نے منع فرمایا ہے ویسے ہی مٹھائی ہے اور چھوٹیوں کو اس نیت سے ڈالنا کہ میت کو تکلیف نہ پہنچائیں، یہ محض جہالت ہے اور یہ نیت نہ بھی ہو تو بھی بجائے اس کے مساکین صالحین پر تقسیم کرنا بہتر ہے۔
(پھر فرمایا) مکان پر جس قدر چاہیں خیرات کریں، قبرستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اناج تقسیم ہوتے وقت بچے اور عورتیں وغیرہ غل مچاتے اور مسلمانوں کی قبروں پر دوڑتے پھرتے ہیں۔ (ملفوظات امام احمد رضا)

تبرکات کا غلط انتساب

جو تبرکات شریف بلاسند لاتے ہیں، ان کی زیارت کرنا چاہئے یا نہیں۔ اور اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج کل مصنوعی تبرکات زیادہ لئے پھرتے ہیں۔ ان کا کہنا کیسا ہے؟ اور جو زائر کچھ نذر کرے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص خود مانگے اس کا مانگنا کیسا ہے؟

الجواب ﴿ تبرکات شریفہ جس کے پاس ہوں ان کی زیارت کرنے پر لوگوں سے اس کا کچھ مانگنا سخت شنیع ہے، جو تندرست ہو، اعضائے صحیح رکھتا ہو، نوکری خواہ مزدوری اگرچہ ڈلیا ڈھونے کے ذریعہ سے روٹی کما سکتا ہو، اسے سوال کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

لا تجل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی
غنی یا سکت والے تندرست کیلئے صدقہ حلال نہیں۔

علماء فرماتے ہیں:-

ما جمع السائل بالتکدی فهو الخبیث
سائل جو کچھ مانگ کر جمع کرتا ہے وہ خبیث ہے۔

اس پر ایک شاعت تو یہ ہوئی۔ دوسری شاعت سخت تر یہ ہے کہ دین کے نام سے دنیا کماتا ہے اور یشترون بایاتی ثمننا قلیلا کے قبیل میں داخل ہوتا ہے۔

تبرکات شریف بھی اللہ عزوجل کی نشانیوں سے عمدہ نشانیاں ہیں۔ ان کے ذریعہ سے دنیا کی ذلیل قلیل پونجی حاصل کرنے والا دنیا کے بدلے دین بیچنے والا ہے۔

رہا یہ (سوال) کہ بے اس کے مانگے زائرین کچھ دے دیں اور یہ لے، اس میں تفصیل ہے۔ شرع مطہرہ کا قاعدہ کلیہ ہے کہ

المعہود عرفا کالشروط لفظا

جو لوگ تبرکات شریفہ شہر بہ شہر لئے پھرتے ہیں۔ ان کی نیت وعادت قطعاً معلوم ہے کہ اس کے عوض تحصیل زرو جمع مال چاہتے ہیں۔ یہ قصد نہ ہو تو کیوں دور دراز سفر کی مشقت اٹھائیں۔ ریلوے کے کرائے دیں، اگر ان میں کوئی زبانی کہے بھی کہ ہماری نیت فقط مسلمانوں کو زیارت سے بہرہ مند کرنا ہے تو ان کا حال ان کے قال کی صریح تکذیب کر رہا ہے۔ ان میں علی العموم وہ لوگ ہیں جو ضروری ضروری مسائل طہارت و صلوٰۃ سے بھی آگاہ نہیں۔ اس فرض قطعی کے حاصل کرنے کو کبھی دس پانچ کوس یا شہر ہی کے کسی عالم کے پاس گھر سے آدھ میل جانا پسند نہ کیا، مسلمانوں کو زیارت کرانے کیلئے ہزاروں کوس سفر کرتے ہیں پھر جہاں زیارتیں ہوں اور لوگ کچھ نہ دیں، وہاں ان صاحبوں کے غصے دیکھئے۔

پہلا حکم یہ لگایا جاتا ہے کہ تم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ محبت نہیں، گویا ان کے نزدیک محبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی میں منحصر ہے کہ حرام طور پر کچھ ان کی نذر کر دیا جائے۔

پھر جہاں کہیں ملے بھی مگر ان کے خیال سے تھوڑا ہو، ان کی سخت شکایتیں اور مذمتیں ان سے سن لیجئے۔ اگرچہ وہ دینے والے صلحاء و علماء ہوں اور مالِ حلال سے دیا ہو۔

اور جہاں پیٹ بھر مل گیا، وہاں کی لمبی چوڑی تعریفیں لے لیجئے اگرچہ وہ دینے والے فاسق و فجار بلکہ بد مذہب ہوں اور مالِ حرام سے دیا ہو، قطعاً معلوم ہے کہ وہ زیارت نہیں کراتے مگر لینے کیلئے اور زیارت کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ ضرور کچھ دینا پڑے گا تو اب یہ صرف سوال ہی نہ ہوا، بلکہ بحسب عرف زیارت شریفہ پر اجارہ ہو گیا اور وہ بچند وجہ حرام ہے۔ (مختصاً بدر الانوار فی آداب الآثار)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر الزامات کا جائزہ

﴿ حصہ اول ﴾

ترتیب از قلم: خلیل احمد رانا

امام احمد رضا محدث بریلی علیہ الرحمہ پر کئی ایک جھوٹے، بے بنیاد اور من گھڑت الزام و اتہام لگائے گئے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

والجدیر بالذکر ان المدرس الذی کان یدرسہ مرزا غلام قادر بیگ کان اخا للمرزا غلام احمد المتنبی القادیانی (احسان الہی ظہیر، البریلویہ (عربی) مطبوعہ لاہور، ص ۲۰)

(ترجمہ) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا استاد مرزا غلام قادر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔

(احسان الہی ظہیر، البریلویہ (اردو) مطبوعہ لاہور، ص ۳۱)

عرب کے ایک مجیدی قاضی عطیہ محمد سالم نے کتاب ”البریلویہ“ پر تقدیم لکھی اور قاضی ہونے کے باوجود بغیر تحقیق کے کہا، ”بریلویہ کے بانی کا پہلا استاد، مرزا غلام قادر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا، لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ قادیانیت اور بریلویت دونوں استعمار کی خدمت میں بھائی بھائی ہیں۔“

بغض اور حسد ایسی روحانی مہلک بیماریاں ہیں کہ جب انسانی دل و دماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں تو انسان میں حق و انصاف کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ تحقیق اور حق کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور انسان شکوک و شبہات کی عمیق دلدل میں پھنس کر راہِ حق اور صراطِ مستقیم سے کوسوں دور ہو جاتا ہے۔

احسان الہی ظہیر غیر مقلد بھی ایسی خطرناک بیماریوں کا شکار ہوا اور ایک صالح عاشق رسول پر بے جا بہتان لگایا۔ دنیا میں تو تعصب کے اندھے حواری واہ واہ کر دیں گے، مگر میدانِ حشر میں احسان الہی ظہیر اور اس کے حواریوں کے پاس اس بہتان کا کیا جواب ہو گا؟

فتارین کرام! امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے ابتدائی کتب کے استاد مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ اور مرزا غلام قادر بیگ گورداسپوری دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے استاذ کو مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی کہنا تحقیق و مطالعہ سے یتیم، سراسر ظلم عظیم اور بغضِ رضا کا سبب ہے۔ یہ دھاندلی اسی وقت تک چلتی ہے جب تک حقیقت سامنے نہ ہو لیکن جب سحر طلوع ہوتی ہے تو اندھیرے بھاگنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں پر اعلیٰ حضرت کے استاذ گرامی مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ والرضوان اور فرقہ قادیانیت کا بانی اور انگریزوں کا لیجنٹ مرزا غلام قادر بیگ دونوں کی سوانحی جھلکیاں پیش کی جا رہی ہیں۔ قارئین اندازہ لگا سکیں گے کہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی بن حکیم مرزا حسن جان بیگ علیہ الرحمہ

حضرت مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بن حکیم مرزا حسن جان بیگ لکھنوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ، یکم محرم الحرام ۱۲۴۳ھ / ۲۵ جولائی ۱۸۲۷ء کو محلہ جھوائی ٹولہ لکھنؤ (یوپی، ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد نے لکھنؤ سے ترک سکونت کر کے بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ کی رہائش بریلی شہر کے محلہ قلعہ میں جامع مسجد کے مشرقی جانب تھی۔ آپ کا رہائشی مکان بریلی شریف میں اب بھی موجود ہے۔ آپ کے بھائی مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ بریلوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مولانا مرزا محمد جان بیگ رضوی علیہ الرحمہ نے خاندانی تقسیم کے بعد ۱۹۱۴ء میں پرانے شہر بریلی میں سکونت کر لی تھی مگر مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کی سکونت محلہ قلعہ ہی میں رہی۔

آپ کا خاندان نسلاً ایرانی یا ترکستانی مغل نہیں ہے بلکہ مرزا اور بیگ کے خطابات اعزاز، شاہان مغلیہ کے عطا کردہ ہیں۔ اسی مناسبت سے آپ کے خاندان کے ناموں کے ساتھ مرزا اور بیگ کے خطابات لکھے جاتے رہے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے۔ حضرت احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسلاً فاروقی تھے۔ اس طرح آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر اور اس کے والد، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سے بیعت تھے۔ اس لئے بابر اور اس کے جانشین، حضرت خواجہ احرار کی اولاد سے فیض روحانی حاصل کرتے رہے۔ لیکن جلال الدین اکبر کے دور میں یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اور اس خاندان کے بزرگ واپس وطن لوٹ گئے۔ مغل بادشاہ نور الدین جہانگیر نے اپنے دور میں اپنے خاندانی بزرگوں سے رجوع کیا لہذا اس خاندان کے بزرگ تاجکستان سے پھر ہندوستان آ گئے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اجداد کرام بھی شاہان مغلیہ سے وابستہ رہے ہیں۔ اسی زمانے سے ان دونوں خاندانوں کے قریبی روابط رہے ہیں۔ مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کے حقیقی بھائی مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ علیہ الرحمہ کے پوتے مرزا عبد الوحید بیگ بریلوی کی دو ہم شیر گان، امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے خاندان میں بیاہی گئیں۔ ایک حضرت مفتی تقدس علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تایا زاد بھائی حافظ ریاست علی خاں مرحوم کو اور دوسری فرحت علی خاں کے فرزند شہزادے علی خاں مرحوم کو۔

مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کے بھائی مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ جب جامع مسجد بریلی کے متولی مقرر ہوئے تو آپ نے مسجد سے ملحقہ امام باڑے سے علم اور جھنڈے وغیرہ اتروادیئے۔ آپ کے اس فعل سے بعض جاہل شریکین نے فتنی لوگ آپ کے خلاف ہو گئے تو اس وقت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے دادا مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتویٰ دیا تھا کہ متولی مسجد صحیح العقیدہ سنی حنفی ہیں اور عمارت مسجد سے امام باڑہ کو ختم کرنا شرعاً جائز ہے۔ یہ فتویٰ کرم خوردہ آج بھی بریلی شریف میں مولانا مطیع اللہ بیگ علیہ الرحمہ کے پوتے مرزا عبد الوحید بیگ کے پاس موجود ہے۔

مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ اور امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے والد ماجد مولانا تقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درمیان محبت و مروت کے پر خلوص تعلقات تھے۔ اس لئے مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی تعلیم اپنے ذمہ لے لی تھی۔ آپ کے دیگر تلامذہ آپ کے مطب واقع محلہ قلعہ متصل جامع مسجد بریلی ہی میں درس لیا کرتے تھے، مگر صغریٰ اور خاندانی وجاہت کی وجہ سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو ان کے مکان پر ہی درس دیتے تھے۔ ۱۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ابتدائی کتابیں، میزان، منشعب وغیرہ مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔ ۲۔
مولانا عبد المجتبیٰ رضوی لکھتے ہیں، اُردو اور فارسی کی ابتدائی کتب آپ (مولانا احمد رضا علیہ الرحمہ) نے مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔ ۳۔

پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی)، بریلی کے اسلامی مدارس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، مولانا محمد احسن نے بریلی کے اکابر و عمائد کے مشورے اور معاونت سے ایک مدرسہ باسم تاریخی ”مصابح التہذیب“ ۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۲ء میں قائم کیا۔ اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے۔ ۴۔

مولوی محمد حنیف گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں، اس مدرسہ (مصابح التہذیب) کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے اور مولوی سخاوت حسین، سید کلب علی، مولوی شجاعت، حافظ احمد حسین اور مولوی حافظ حبیب الحسن درس دیتے تھے۔ ۵۔

۱۔ ماہنامہ ”سنی دنیا“ بریلی، مضمون ”مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی“ مضمون نگار، مرزا عبد الوحید بیگ، شمارہ جون ۱۹۸۸ء، ص ۷۳۔

۲۔ مولانا ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۳۲۔

۳۔ مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۹۴۔

۴۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مولانا محمد احسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء، ص ۸۲۔

۵۔ مولوی محمد حنیف گنگوہی، ظفر المصطفیٰ باحوال المصنفین، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء، ص ۲۹۵۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں، میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم و مغفور (مولانا مرزا غلام قادر بیگ) کو دیکھا تھا۔ گورا چٹا رنگ، عمر تقریباً اسی ۸۰ سال، داڑھی سر کے بال ایک ایک کر کے سفید، عمامہ باندھے رہتے۔ جب کبھی اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے، اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے، ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امر تالین میں تھا، وہاں سے اکثر سوالات کے جواب طلب فرمایا کرتے تھے۔ فتاویٰ رضویہ میں اکثر استفتاء ان کے ہیں۔ انھیں کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ ”تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین“ (۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء) تحریر فرمایا ہے۔ ۱۔

اس رسالہ کا ایک ایڈیشن مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی، بار دوم ۱۳۳۰ھ راقم الحروف (خلیل احمد) کی نظر سے بھی گزرا ہے۔ اور ایک ایڈیشن ۱۳۱۵ھ / ۱۹۹۴ء میں مرکزی مجلس رضالاہور نے بھی شائع کیا۔

فتاویٰ رضویہ جلد سوئم، مطبوعہ مبارک پور (ہندوستان) کے صفحہ ۸ پر ایک استفتاء ہے جو مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ نے ۲۱/ جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ کو ارسال کیا تھا۔

فتاویٰ رضویہ، جلد گیارہ، مطبوعہ بریلی (ہندوستان) بار اول کے صفحہ ۴۵ پر ایک استفتاء ہے جو مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ نے کلکتہ دھرم تالانمبر ۱ سے ۵/ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ کو ارسال کیا تھا۔

مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کے دو فرزند اور دو دختران تھیں، دونوں دختران فوت ہو گئیں۔ بڑی دختر کے ایک پسر اور چھوٹی دختر کی اولاد بریلی شریف میں سکونت پذیر ہے۔ فرزند اکبر مولانا حکیم مرزا عبدالعزیز بیگ علیہ الرحمہ اور دوسرے فرزند حکیم مرزا عبدالحمید بیگ علیہ الرحمہ تھے۔

مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں، خدا کے فضل سے (مولانا غلام قادر بیگ) صاحب اولاد ہیں۔ ایک صاحبزادہ جن کا نام نامی عبدالعزیز بیگ ہے، دینیات سے واقف اور طیب ہیں۔ بریلی کی جامع مسجد کے قریب مکان ہے، پنج وقتہ نماز اسی مسجد میں ادا کیا کرتے ہیں۔ ۲۔

۱۔ مولانا ظفر الدین بہار، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۳۲۔

۲۔ مولانا ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۳۲۔

مولانا حکیم مرزا عبد العزیز بیگ پہلے رنگون (برما) میں رہے، پھر کلکتہ میں طبابت کی، ایام جوانی میں کلکتہ ہی میں سکونت رکھی، چنانچہ مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کبھی کبھی اپنے فرزند اکبر کے پاس کلکتہ تشریف لے جاتے تھے، پھر حکیم مرزا عبد العزیز بیگ آخری ایام میں کلکتہ سے ترک سکونت کر کے بریلی شریف آگئے تھے اور وفات تک اپنے آبائی مکان میں سکونت پذیر رہے۔ آپ بڑے ہی علم و فضل والے، عابد، تہجد گزار، متقی اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔^۱

مولانا حکیم مرزا عبد العزیز بیگ علیہ الرحمہ کا وصال ۱۵/۱۲ شعبان ۱۳۷۳ھ کی درمیانی شب کو بریلی شریف میں ہوا۔^۲ اور آپ لاؤلفوت ہوئے۔^۳

دوسرے صاحبزادے مرزا عبد الحمید بیگ پہلے ریاست بھوپال میں رہے، پھر پبلی بھیت کے اسلامیہ انٹر کالج میں ملازم رہے، وہیں آپ کا وصال ہوا، مگر دتھے۔

مرزا محمد جان بیگ رضوی کی بیاض کے مطابق مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلی کا وصال یکم محرم الحرام ۱۳۳۶ھ / ۱۸/ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو نوے سال کی عمر میں ہوا اور محلہ باقر گنج واقع حسین باغ بریلی میں دفن ہوئے۔ آپ کے بھائی مرزا مطیع اللہ بیگ علیہ الرحمہ بھی وہیں دفن ہیں۔^۴

حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب علیہ الرحمہ نے ”حیات مولانا احمد رضا خاں بریلیوی“ مطبوعہ سیالکوٹ اور ”حیات امام اہل سنت“ مطبوعہ لاہور میں مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلیوی علیہ الرحمہ کا جو سن وفات ۱۸۸۳ء تحریر کیا ہے، وہ درست نہیں ہے۔

۱۔ ماہنامہ ”سچی دنیا“ بریلی، شمارہ جون ۱۹۸۸ء، ص ۴۰۔

۲۔ مولوی عبد العزیز خان عاصی (متوفی ۱۳/ اپریل ۱۹۶۳ء) تاریخ رومیل کھنڈ و تاریخ بریلی، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۳ء، ص ۳۰۰-۲۹۹۔

۳۔ ماہنامہ ”سچی دنیا“ بریلی، شمارہ جون ۱۹۸۸ء، ص ۴۰۔

۴۔ ماہنامہ ”سچی دنیا“ بریلی، شمارہ جون ۱۹۸۸ء، ص ۴۰۔

مرزا غلام قادر بیگ بن مرزا غلام مرتضیٰ

مرزا بشیر احمد بن غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:-

مرزا غلام مرتضیٰ بیگ جو ایک مشہور اور ماہر طبیب تھا۔ ۱۸۷۶ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا غلام قادر اور اس کا جانشین ہوا۔ مرزا غلام قادر لوکل افسران کی امداد کے واسطے ہمیشہ تیار رہتا تھا اور اس کے پاس ان افسران جن کا انتقامی امور سے تعلق تھا، بہت سے سرٹیفکیٹ تھے۔ یہ کچھ عرصہ تک دفتر ضلع گورداسپور میں سپرنٹنڈنٹ رہا، اس کا اکلوتا بیٹا صفر سنی میں فوت ہو گیا اور اس نے اپنے بھتیجے سلطان احمد کو متبنی بنا لیا تھا، جو غلام قادر کی وفات یعنی ۱۸۸۳ء / ۱۳۰۱ھ تقریباً سے خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا ہے۔ اس جگہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مرزا غلام احمد جو مرزا غلام مرتضیٰ کا چھوٹا بیٹا تھا، مسلمانوں کے ایک بڑے مشہور مذہبی سلسلہ کا بانی ہوا، جو احمدیہ سلسلہ کے نام سے مشہور ہوا۔^۱

مولوی ابوالقاسم رفیق دلاوری دیوبندی لکھتے ہیں:-

ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بھائی غلام قادر دینا نگر (ضلع گورداسپور) کی تھانے داری سے معزول ہو کر عملہ کے پیچھے جو تیاں چٹکتے پھرتے تھے۔^۲

مولوی رفیق دلاوری دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

مرزا غلام مرتضیٰ نے ۱۸۷۶ء میں اسی سال کی عمر میں دنیائے رفتی و گزشتنی کو الوداع کہا۔ ان کی سب سے بڑی اولاد مراد بی بی تھیں، جن کی شادی مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے بھائی محمد بیگ یعنی بیگم طال عمرہا کے حقیقی چچا سے ہوئی تھی۔ ان سے چھوٹے غلام قادر تھے، جنہوں نے اپنی حیات مستعار کے بچپن مرحلے طے کر کے ۱۸۸۳ء میں سفر آخرت کیا۔ ان سے شاہد جنت نامی ایک لڑکی تھی۔ اور سب سے چھوٹے مرزا غلام احمد صاحب تھے۔ (سیرت المہدی) ^۳

۱۔ سیرت المہدی، مطبوعہ قادیان ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب، انڈیا) ۱۹۳۵ء، ص ۱۳۵۔

نوٹ:- ۷ / ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں احمدیہ سلسلہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔

۲۔ مولوی ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری، رئیس قادیان، مطبوعہ مجلس ختم نبوة حضور باغ روڈ ملتان ۱۳۳۷ھ / ۱۹۷۷ء، جلد اول، ص ۱۱۔

۳۔ مولوی ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری، رئیس قادیان، مطبوعہ ملتان ۱۹۷۷ء، ج ۱، ص ۱۱۔

مرزا غلام قادر بیگ کے نام انگریزی حکومت کا ایک مکتوب:-

دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہ، آپ کا خط ۲ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ این جانب میں گزرا۔
”مرزا غلام قادر آپ کے والد کی وفات کا ہم کو بہت افسوس ہوا، مرزا غلام مرتضیٰ سرکار انگریز کا اچھا خیر خواہ تھا اور
وفادار رئیس تھا۔ ہم خاندانی لحاظ سے آپ کی اسی طرح عزت کریں گے جس طرح تمہارے باپ کی کی جاتی تھی۔ ہم کسی اچھے موقع
کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابھالی کا خیال رکھیں گے۔“

المرقوم ۲۹ جون ۱۸۷۶ء

المراقم سردار برٹ ایجر ٹن صاحب

فائنل کمشنر پنجاب ۱۔

سند خیر خواہی مرزا غلام مرتضیٰ ساکن قادیان

میں (مرزا غلام احمد قادیانی) ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ
گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا، جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گرین کی تاریخ
”رئیسان پنجاب“ میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کی مدد کی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور
گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیا خوشنودی
حکام ان کو ملی تھی، مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں مگر تین چٹھیاں جو مدت سے چھپ چکی ہیں، ان کی نقلیں
حاشیہ میں درج کی گئی ہیں۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات پر میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر، خدمات سرکاری میں مصروف رہا۔ ان
پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:-

یہ تحریر مرزا غلام احمد قادیانی کی ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ یہ خاندان سرکار برطانیہ کا ہمیشہ وفادار رہا ہے اور
۱۸۵۷ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے والد غلام مرتضیٰ اور بڑے بھائی مرزا غلام قادر نے سرکار برطانیہ کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔
تفصیل کیلئے دیکھئے اشتہار ”واجب الاظہار“ از مرزا غلام احمد قادیانی (قادیان ۱۸۹۷ء) نیز ”کشف العطاء“ از مرزا غلام احمد قادیانی
(قادیان ۱۹۰۶ء)۔ ۲۔

۱۔ مرزا شیر احمد بن غلام احمد قادیانی، سیرت الہدی، طبع قادیان ۱۹۳۵ء، حصہ اول، ص ۱۳۴۔

ایضاً: پروفیسر محمد ایوب قادری، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۵۱۲۔

۲۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۵۰۸-۵۰۹۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر الزامات کا جائزہ

﴿ حصہ دوم ﴾

اعتراض 1 ﴿ چند دن ہوئے ایک دوست نے بتایا کہ ایک وہابی ویب سائٹ پر اعلیٰ حضرت بریلوی پر ایک مضمون اور اس پر مختلف لوگوں کے اعتراضات و تاثرات آئے ہیں۔ میں نے بھی یہ سائٹ وزٹ کی، ایک باذوق نامی غیر مقلد لکھتا ہے۔

”مسلک بریلویت کے ایک قلم کار اور خلیفہ ظفر الدین بہاری نے اپنے اعلیٰ حضرت کا ایک خط اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بریلویت کے بانی جناب احمد رضا خان کا مسلخ علم کتنا تھا؟
جناب احمد رضا خان اپنے ایک معاصر کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:-

”تفسیر روح المعانی کون سی کتاب ہے اور یہ آلوسی بغدادی کون ہیں؟

اگر ان کے حالات زندگی آپ کے پاس ہوں تو مجھے ارسال کریں۔“ (بحوالہ حیاتِ اعلیٰ حضرت، ۲۶۶)

جو محترم اعلیٰ حضرت ایک معروف مفسر قرآن محمود آلوسی کے نام تک سے ناواقفیت کا اعلان کرتے ہوں، علم رجال پر آپ جناب کی کیسی دسترس ہوگی، کیا یہ بتانے کی کوئی ضرورت بھی ہے؟“

جواب ﴿ عرض ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس غیر مقلد وہابی نے ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ کتاب دیکھی ہی نہیں ورنہ یہ نہ لکھتا کہ ”اپنے ایک معاصر کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں“ اور اس کتاب کا صفحہ بھی غلط نہ لکھتا۔

اس مکتوب میں مخاطب مولانا ظفر الدین بہاری ہی ہیں اور اس کا درست صفحہ نمبر ۲۶۲ ہے۔

”حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول از مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ کراچی، ص ۲۶۲ پر امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کا ایک مکتوب محررہ ۱۷/ ذی الحجہ یوم النہیس ۱۳۳۳ھ بنام مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ شائع ہے، جس کے شروع میں درج ذیل عبارت ہے:-

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عبارات تفاسیر آئیں، مانقی بھی درکار ہیں، (تفسیر) جمل و جلالین یہاں ہیں، یہ روح المعانی کیا ہے؟ یہ آلوسی بغدادی کون ہے، بظاہر کوئی نیا شخص ہے اور آزادی زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہے۔ مصنف کا ترجمہ (یعنی حالات) یا کتاب کا سال تالیف لکھا ہو تو اطلاع دیجئے۔“

مولوی قاضی زاہد الحسینی، خلیفہ مجاز مولوی حسین احمد کانگریسی لکھتے ہیں:-

”علامہ ابو الثناء شہاب الدین السید محمود آفندی بغدادی بغداد کے قریب کرخ نامی قصبہ میں ۱۲۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد کا اصلی وطن آلوس تھا۔ اس لئے آلوسی کہلائے۔ آپ کی تصانیف میں قرآن مجید کی تفسیر ”روح المعانی“ متداول اور مطبوعہ ہے جو کہ ۴۳ سال کی عمر میں ۱۲۶۷ھ میں اسے مکمل کیا۔ اس دور ترکی کے وزیر اعظم علی رضا پاشا نے اس کا نام روح المعانی رکھا۔ بروز جمعہ ۲۵/ ذی قعدہ ۱۲۷۰ھ میں فوت ہوئے اور شیخ معروف کرخی علیہ الرحمہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔“

(نوٹ:- عمر رضا کمالہ نے معجم المولفین، مطبوعہ بیروت، لبنان، جلد ۱۲، ص ۷۵ پر پیدائش و وفات کے یہی سنین لکھے ہیں)

علامہ آلوسی بغدادی ۱۲۷۰ھ میں فوت ہوئے۔ ۱۳۰۱ھ میں علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمہ کے بیٹے نعمان آلوسی نے تفسیر روح المعانی کو شائع کیا (مشہور غیر مقلد مولوی حافظ صلاح الدین یوسف نے اپنی کتاب ”قبر پرستی“ مطبوعہ مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور، طبع سوم ۱۹۹۲ء کے صفحہ ۱۶ پر طبع قدیم کا یہی سن طباعت لکھا ہے اور اپنی تائید میں اس کا حوالہ بھی دیا ہے) امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کو مذکورہ خط ۱۳۳۳ھ میں لکھا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ تفسیر نئی نئی چھپی تھی اور اس زمانے میں ہندوستان میں مصر سے کتابیں فوراً نہیں پہنچتی تھیں تو ایک جدید تفسیر کے متعلق مولانا احمد رضا نے دریافت کر لیا تو اس سے علم الرجال میں کیا لایا علمی ثابت ہو گئی؟

کیا معترض اور اس کے جید علماء کو آج سے تیس سال پہلے کی تمام اہم کتابوں کے متعلق مکمل علم ہے؟ کہ کون کون سی کتابیں چھپی تھی اور کہاں چھپی تھی؟ کس موضوع پر ہے، اس کا مصنف کون ہے؟ اور اس کے حالات زندگی کیا ہیں؟ نہیں ہو گا اور یقیناً نہیں ہو گا۔ غیر مقلدین وہابی خدا کا خوف کریں، مخالفت کرنے کیلئے کوئی معقول اعتراض لائیں، کیا یہ بھی کوئی طعن کی بات ہے؟

اعتراض ۲: مولانا احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک ”مرتدین مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زناہ خالص ہوگا۔“ (ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی، حصہ دوم۔ احکام شریعت، حصہ اول)

کیا بریلوی حضرات کے نزدیک انسان کا نکاح غیر انسان سے ممکن ہے؟

اس سلسلے میں پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہاں لف و نشر مرتب ہے۔ مسلم کو انسان اور غیر مسلم کو حیوان سے تشبیہ دی گئی ہے اور غیر مسلم کو قرآن میں ﴿كَالْأَنْعَامِ بَلَّ هُمْ أَصْلًا﴾ (حیوانوں کی طرح بلکہ ان سے بھی گئے گزرے) قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح قرآن کے اس مقام سے غیر مسلم کو تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح مولانا احمد رضا خاں کے اس مقام سے کافر اصلی و مرتد کو تکلیف ہوتی ہے۔

دوسرا جواب بر سبیل تنزل یہ ہے کہ یہاں مبالغہ بالحال ہے اور مختلف کاموں کی ترغیب یا ترہیب کیلئے مبالغہ بالحال کا استعمال جائز ہے۔ مثال کے طور پر ایک حدیث پاک میں ہے کہ جس نے اللہ کی رضا کیلئے مسجد بنائی، اگرچہ وہ تیر کے گھونسلے جتنی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، ج ۱، ص ۲۴۴، حدیث ۷۳۸۔ مسند امام احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۲۴۱۔ صحیح ابن حبان، ج ۴، ص ۴۹۰۔ صحیح ابن خزیمہ، ج ۲، ص ۲۶۹، حدیث ۱۲۹۲۔ السنن الطیالسی، ج ۱، ص ۶۲، حدیث ۴۶۱۔ التبیق شعب الایمان، ج ۳، ص ۸۱، حدیث ۲۹۴۲۔ التاریخ الکبیر البخاری، ج ۱، ص ۴۳۱، حدیث ۱۰۴۶۔ جمع الفوائد، حدیث ۱۱۸۱-۱۱۸۲۔ کنز العمال، حدیث ۲۰۷۲۸، ۲۰۷۲۹، ۲۰۷۳۰، ۲۰۷۳۱)

مخالفین امام احمد رضا میں سے کون سا معترض ایسا ہے جو گھونسلے جتنی مسجد میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کر سکے؟ مبالغہ بالحال سے جس طرح ترغیب جائز ہے تو ترہیب بھی جائز ہے۔

کلکِ رضا ہے خنجرِ خوشخوارِ برقِ بار
اعداء سے کہہ دو خیرِ منائیں، نہ شر کریں

اعتراض 3: معترض کا یہ کہنا کہ مولانا احمد رضا خاں نے آیت کریمہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا ترجمہ کرتے ہوئے ”ظاہری صورت بشری“ کے الفاظ استعمال کر کے تحریف کی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کا ترجمہ قرآن محض لفظی ترجمہ نہیں ہے (اور محض لفظی ترجمہ قرآن مجید میں ہر جگہ کرنا شرعاً ممکن بھی نہیں) مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ تفسیری ترجمہ ہے جو دیگر آیات و احادیث کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے:-

قُلْ لَوْ كَانُ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلٰیهِمْ مِنَ السَّمَآءِ مَلٰٓئِكًا رَّسُوْلًا

کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو پھر ہم ان پر آسمان سے فرشتے رسول بھیجتے۔ (سورۃ بنی اسرائیل: ۹۵)

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں، پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ زمین پر چونکہ بشر رہتے ہیں لہذا ان کی طرف بشر رسول بھیجے گئے ہیں اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ملک رسول جن پر نازل ہوتے ہیں (یعنی انبیاء کرام) تو ان کا باطن ملکی (یعنی فرشتوں والا نوری) ہوتا ہے اور اس کے نتیجے کی تائید میں وہ روایات ہیں جن میں آیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کی نشوونما اہل جنت کی روحوں (ملائکہ) کی طرح ہوتی ہے۔ (کنز العمال، حدیث ۳۲۵۵۱، ۳۲۵۵۲، ۳۲۵۵۳، ۳۵۵۶۰)

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

انی لست کھنثتکم یعنی میں حقیقت کے لحاظ سے تم جیسا نہیں ہوں۔

(بخاری، حدیث ۱۹۶۳۔ مسلم کتاب الصیام، حدیث ۵۵)

اگر انبیاء کرام کی حقیقت و ہیئت اور باطن ملکی (نوری) نہ تھا تو ان پر ملک رسول کا نزول کیونکر درست ہوا؟ اس صورت میں تو نزول ملائکہ، نزول وحی و کتاب ہی مذکورہ آیت کی رو سے سرے سے درست نہیں رہتا۔ ان شرعی دلائل کی روشنی میں امام احمد رضا خاں نے ترجمہ کیا تھا کہ میں ظاہری صورت بشری میں تم جیسا ہوں۔ اگرچہ اس میں بھی تواضع و انکساری موجود ہے۔ اس لئے ”تم جیسا“ فرمایا گیا۔ تمہارے برابر نہیں فرمایا گیا۔ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے میں اس مقام پر اعتراض کرنا دیگر نصوص سے آنکھیں بند کرنے کا نتیجہ ہے، جو کھلی آنکھ والوں کو زیب نہیں دیتا۔

اعتراض ۴: وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ (سورۃ النجم: ۱) کے ترجمے کے سلسلے میں بھی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ پر

اعتراض کیا ہے اور یہ پوچھا گیا ہے کہ کسی غیر بریلوی نے یہ معنی مراد لیا ہے؟

اس سلسلے میں عرض ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی منقول ہے کہ یہاں نجم سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب ”الشفاء“ میں، ملا علی قاری اور علامہ شہاب الدین خفاجی لہنی اپنی شرح شفاء میں، امام رازی تفسیر کبیر میں، تفسیر خازن و معالم التنزیل میں، تفسیر سراج المنیر میں، تفسیر بحر المحیط میں، تفسیر الجامع الاحکام البیان لقرطبی میں، تفسیر روح المعانی میں یہ معنی دیگر معانی کے ساتھ ساتھ موجود ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرآن ذو وجہ ہے اور اسے احسن الوجوہ پر محمول کرنا چاہئے۔ یعنی یہ کثیر المعانی ہے اور حسین ترین معنی لینا چاہئے۔ مولانا احمد رضا خاں کو اس مقام پر امام جعفر صادق والا معنی زیادہ اچھا لگا، انہوں نے وہ معنی پیش کر دیا۔ اسی لئے مولانا احمد رضا خاں نے پوری تشریح کے ساتھ اس تشبیہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ”اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے“ رہ گئی ”صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ کے الفاظ ترجمے میں داخل نہ کرنے کی بات کہ مولانا احمد رضا نے اس آیت کے ترجمے میں لفظ ”محمد“ کے ساتھ ”صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ نہیں لکھا تو کیا ہمارے مخالفین کے یہاں ترجموں میں جہاں جہاں بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک یا ذکر مبارک یا ضمیر آئی ہے۔ وہاں ان کے مترجمین نے ہر جگہ ”صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ استعمال کیا ہے؟ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو، ابھی ہم نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ”صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ کے الفاظ کے ساتھ ذرود سکھایا ہے یا نہیں؟ البتہ لگے ہاتھوں یہ بتاتے چلیں کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے ترجمہ قرآن کے غیر بریلوی حاشیے میں بھی یہ لکھا ہے کہ نجم سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مراد لئے گئے ہیں۔ (حاشیہ ترجمہ ثنائی، ص ۶۳۰) اور مولوی محمد بن بابر اللہ لکھوی غیر مقلد بھی لہنی پنجابی منظوم تفسیر محمدی میں یہ معنی تسلیم کر چکے ہیں۔

جعفر صادق کہے مراد محمد نجموں آیا

جاں شب معراج آسمانوں لٹھا طرف زمین سدھایا

(تفسیر محمدی، جلد ۷، ص ۳۸)

اعتراض ۵ شجرہ رضویہ میں ہر بزرگ کے نام کے ساتھ جو درود شریف کے الفاظ ملتے ہیں، تو ان لفظوں میں پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، پھر باقی بزرگان سلسلہ اور پھر ان نام والے بزرگ پر درود پڑھا جاتا ہے۔ یہ اس طرح بتاؤ درود شریف پڑھتا ہے، جو جائز ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درود صدقہ کے الفاظ یوں سکھائے ہیں:-

اللهم صل على محمد عبدك ورسولك وصل على المؤمنين والمومنات والمسلمين والمسلمات

(صحیح ابن حبان، ج ۳، ص ۶۷۶۔ الادب المفرد، حدیث ۶۳۰۔ مسند ابویعلیٰ، ج ۲، حدیث ۱۲۹۷۔)

مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۱۶۷۔ احسن الکلام، ص ۶۶، مطبوعہ سیالکوٹ، از مولوی عبدالغفور اثری غیر مقلد)

جب مسلمین و مسلمات اور مومنین و مومنات پر بتاؤ درود بھیجتا جائز ہے، تو سلسلہ قادریہ کے اولیاء کرام نے کیا قصور کیا ہے؟ جبکہ اس شجرے میں بھی پہلی سطر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہی درود بھیجا گیا ہے۔ اگر یہاں اعتراض جائز ہے تو پھر کیا درود صدقہ پر بھی معاذ اللہ جائز ہوگا؟

اعتراض ۶ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے پر بھی اعتراض کیا گیا ہے، حالانکہ قرآن پاک میں رضی اللہ عنہم کے الفاظ صرف مہاجرین و انصار کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ مہاجرین و انصار کی اتباع کرنے والے تمام افراد کیلئے یہ الفاظ ہیں۔ اسی لئے مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نے ترجمہ کیا ”مہاجرین و انصار جو ان کی نیک روش کے تابع ہوئے (آج سے قیامت تک) خدا ان سب سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی“۔ (ترجمہ ثنائی، ص ۲۳۳، سورہ توبہ، آیت نمبر ۱۰۰، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

لیجئے اب تو قیامت تک کے تمام نیک روش والے لوگ رضی اللہ عنہم قرار پائے ہیں۔

سورۃ البینہ میں ایمان، اعمال صالحہ اور خشیت الہی کے جامع افراد کو رضی اللہ عنہم کے الفاظ سے یاد کیا گیا اور سورہ توبہ میں اتباع صحابہ اور حالت احسان کو اپنانے والوں کو رضی اللہ عنہم کی خبر سے نوازا گیا (سورہ فاطر، آیت ۲۸ میں خشیت الہی والوں کو علماء حق مانا گیا) ان آیات کی روشنی میں ایمان، اعمال صالحہ، اتباع صحابہ، خشیت الہی اور حالت احسان کے ساتھ عبادت کرنے والوں کو رضی اللہ عنہم کے الفاظ کا حقدار مانا پڑتا ہے۔ اگر مخالفین میں ان صفات کے جامع افراد موجود نہ ہوں تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ حیرانی کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو رضی اللہ عنہم کے الفاظ بطور خبر بیان فرمائے، کیا ان الفاظ کو ہم بطور دعا کسی کیلئے بھی نہیں بول سکتے؟ اور دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہمارے مخالف جب کسی صحابی کا نام لے کر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو وہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ بطور خبر بولتے ہیں یا بطور دعا؟ اگر بطور دعا بولتے ہیں تو کس آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ جب صحابی کا نام لو تو رضی اللہ عنہ کے لفظوں سے اسے دعا دیا کرو اور بعد والوں کیلئے کسی کو بھی یوں نہ کہو کہ ”اللہ تجھ سے راضی ہو“۔

اعتراض 7 نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالفین کی توہین کرنے کیلئے صریح یا پہلو دار کلمات کا استعمال ہرگز گناہ نہیں۔ قرآن و حدیث میں ان کیلئے ملعون، خبیث، کٹا، گدھا، جانور، جانوروں سے بدتر، شترالبریہ وغیرہ کے کلمات ملتے ہیں۔ گستاخ رسول کیلئے سورۃ قلم میں زَیْم (بد اصل، حرام زادہ) امّص بظر اللات، یعنی لات کی بظر کو چوس (Suck The Clitoris of Laat) (بخاری، کتاب الشرط، باب الجہاد والمصالح، حدیث نمبر ۳۲-۲۷۳۱) (لغات المعیث، جلد ۱، ص ۷۵، از نواب وحید الزماں)

(ظلم و ظالم کے خلاف) مظلوم کی زبان سے نکلے ہوئے سخت الفاظ (جہر بالسوء من القول) بھی اللہ کو محبوب ہیں۔ (سورۃ نساء: ۱۳۸)

اعلیٰ حضرت نے اپنی تصنیف ”وقعات السنان“ میں توہین کا پہلو رکھنے والی عبارات اس لئے لائی گئیں کیونکہ مخالف اپنی گستاخانہ عبارات کے بزعم خویش غیر توہینی پہلو پیش کرتے تھے جو جواب میں ایسی زبان ان کے اکابر کے بارے میں بولی گئی، جس میں ایک پہلو گستاخی کا بھی تھا۔ پہلو دار گستاخانہ زبان سے انہیں یہ جتنا نا مقصود تھا کہ درست معنی ملنے کے باوجود بھی گستاخانہ پہلو غالب رہتا ہے اور آج تک وقعات السنان کی زبان کے اس پہلو کو دکھا کر وہ چبھ رہے ہیں اور یہی وقعات السنان کا مقصود تھا کہ واضح ہو جائے کہ پہلو دار زبان اور احتمال دار عبارت کے عرف میں گستاخانہ مفہوم کو غالب مانا جائے گا اور دوسرے پہلو مسترد کر دیے جائیں گے۔

اعتراض 8 مولانا احمد رضا خان کی کتاب ”سبحان السبوح“ کی عبارات پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے تو عرض ہے کہ سبحان السبوح اور فتاویٰ رضویہ میں وہابیہ کے اس معروف قاعدے کی حقیقت کھولی گئی ہے کہ جب تم کہتے ہو کہ ”اگر خدا جھوٹ نہ بول سکے تو بندے کی قدرت خدا سے بڑھ جائے گی اور جیسی برائی بندہ کر سکتا ہے ویسی خدا بھی کر سکتا ہے۔“ (مفہوم رسالہ ”یک روزی“ وغیرہ)

وہابیہ کے اس عقیدہ کی رو سے دنیا جہان میں جو بھی بندہ جس قسم کی برائی کر رہا ہے، وہ خدا بھی کر سکتا ہے۔ ان برائیوں کو خدا کیلئے ممکن و مقدور ماننا خدا کی گستاخی ہے۔ اس موقف کی قباحتوں کو مولانا احمد رضا خان اس قدر کھول کر بیان فرماتے ہیں کہ تمام مخالفین کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ یہ نظریات تو اللہ تعالیٰ کی توہین ہیں، اور یہی کچھ مولانا احمد رضا خان آپ سے منوانا چاہتے تھے، جو آج آپ بھی مان رہے ہیں۔

استراض 9 ”علمائے اہل سنت سے روح اعلیٰ حضرت کی فریاد“ نامی کتابچہ دیوبندیوں نے تقیہ کے طور پر لکھا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کئی شیعہ ماضی میں بظاہر سنی بن کر کتابیں لکھتے رہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتاب ”میزان الکتب“ از مولانا محمد علی، جامعہ رسولیہ شیراز، بلال منج لاہور) اسی طرح وہابیوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے نام سے ”البلاغ المبین“ اور ”تحفۃ الموحدين“ جیسی کتابیں لکھیں۔ یہ بد مذہبوں کا ایک پرانا حربہ ہے اور یہ منافقانہ حرکتیں منافقانہ مذاہب کو ہی زیب دیتی ہیں۔ ایسی کتابوں پر ان کو فخر کرنا بھی سجتا ہے اور اس کتابچے میں تقریباً وہی مواد ہے جو کتاب ”رضا خانی مذہب“ میں مولانا احمد سعید قادری نے لکھا۔ اور یہ سب کچھ اور بہت کچھ لکھنے کے بعد کتاب رضا خانی مذہب کا مصنف اپنی باطل حرکتوں سے توبہ تائب ہوا اور حق قبول کر کے مولانا احمد رضا خاں قاضل بریلوی کے مسلک پر آگیا ہے، یہ چھوٹے موٹے پمفلٹ اسی کتاب کے بغل بچے ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر الزامات کا جائزہ

﴿ حصہ سوم ﴾

(یہ مضمون انٹرنیٹ پر ”نور مدینہ ڈاٹ نیٹ“ سائٹ کے فارم میں ایک دیوبندی کے کئے گئے اعتراضات کا جواب ہے)

اعتراض: مولوی احمد رضا خاں صاحب شیعہ خاندان سے تھے، جیسا کہ ان کے نسب نامے سے ظاہر ہے۔

”احمد رضا ولد تقی علی ولد رضا علی ولد کاظم علی“

نسب نامے سے کیا شیعیت ظاہر ہو رہی ہے، کچھ پتا نہیں، بس جی نام شیعوں والے ہیں، کیا امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا، امام تقی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ شیعہ تھے؟ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

یہ ہے تحقیق دیوبند، ان جہلائے دیوبند کو اتنی شرم بھی نہیں آتی کہ اہل علم ہمارے اس استدلال کو پڑھ کر کیا کہیں گے۔ اب آئیے جہلائے دیوبند کے نسب ناموں کی طرف —

رشید احمد گنگوہی کا نسب نامہ:-

”رشید احمد بن ہدایت احمد بن میر بخش بن غلام حسن بن غلام علی بن علی اکبر“

(تذکرۃ الرشید، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، انارکلی لاہور، ص ۱۳)

قاسم نانوتوی کا نسب نامہ:-

”محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ“

(سوانح قاسمی، جلد اول، ص ۱۱۳)

جہلائے دیوبند کے شیعوں والے نام:-

اشرف علی تھانوی، محمود حسن دیوبندی، حسین احمد کانگریسی، اصغر حسین دیوبندی، مفتی مہدی حسن دیوبندی، ذوالفقار علی دیوبندی وغیرہ۔ ان تمام ناموں سے ثابت ہوا کہ جہلائے دیوبند شیعہ خاندان سے تھے۔ جیسا کہ ان کے نام اور نسب ناموں سے ظاہر ہے۔

اعتراض مولوی احمد رضا صاحب، ملفوظات، حصہ اول، ص ۱۰۲ میں لکھتے ہیں:-

”حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔“

”یعنی حضرت علی، امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین، امام باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم،

امام رضا، امام تقی، امام نقی، امام حسن عسکری، اور ”بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔“

(ملفوظات احمد رضا، اول، ص ۱۰۱)

تاریخ! پہلی بات تو یہ ہے کہ ان جہلائے دیوبند کو اتنا بھی علم نہیں کہ ملفوظات، مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی تصنیف نہیں۔

ملفوظات، صاحب ملفوظ کی تصنیف نہیں ہوتے، یہ ملفوظات، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کے جمع کردہ اور مرتبہ ہیں۔

جاہل دیوبند نے اپنی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ”مولوی احمد رضا خاں صاحب..... لکھتے ہیں“

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے!

دوسری خیانت یہ کہ ملفوظات کی مکمل عبارت نہ لکھی بلکہ پورے صفحہ کے درمیان سے ایک سطر لے کر لکھ دی اور لکھنے کا

بھی فائدہ نہ ہوا، کیونکہ اس سے کوئی اعتراض نہیں جتا۔ اگر ان بزرگوں کو غوث کہہ دیا تو کیا اعتراض ہے۔ مکمل عبارت میں

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غوث اکبر و غوث ہر غوث کہا پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث کہا،

پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث کہا، اسی طرح درجہ بدرجہ غوث کہتے ہوئے سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو،

آخر میں سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا کہ انہیں غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔

ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ اس عبارت میں کیسی شیعیت ہے۔ اگر انہیں غوث کہنے پر اعتراض ہے تو مولوی محمود حسن

دیوبندی نے رشید احمد گنگوہی کو بھی تو غوث اعظم کہا ہے۔

اگر اس پر اعتراض ہے کہ ”بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے“ تو توحید کے علم بردار مولوی اسماعیل دہلوی

کی اس عبارت کے متعلق کیا کہیں گے، جو اولیاء اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:-

”پس حکیم مطلق ان کو تصرفات کونیہ میں واسطہ بناتا ہے، مثلاً نزول بارش و پرورش اشجار، سرسبزی نباتات و بقائے انواع

حیوانات و آبادی قریہ و امصار، تقلب احوال و ادوار و تحویل افعال و ادبار سلاطین و انقلاب حالات اغنیاء و مساکین اور ترقی و منزل

صغار و کبار، اجتماع و تفرق جنود و عساکر و دفع بلاء و دفع وباء وغیرہ۔“ (منصب امامت، از مولوی اسماعیل دہلوی، مطبوعہ لاہور، ص ۱۱۰)

اگر جہلائے دیوبند کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کی سند سے دشمنی ہے تو سنئے اس سند مبارک کے متعلق محدثین نے کیا کہا: محدث احمد بن حجر المہدی المکی علیہ الرحمہ (متوفی ۸۰۷ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب ”الصواعق المحرقة في الرد على اهل البدع والزندقة“ میں لکھتے ہیں:-

حدثني ابو موسى الكاظم عن ابيه جعفر الصادق عن ابيه محمد الباقر
عن ابيه زين العابدين عن ابيه الحسين عن ابيه علي ابن ابي طالب رضي الله عنهم
یہ سند بیان کر کے لکھتے ہیں:-

قال احمد: لو قرأت هذا الاسناد على مجنون لبرئ من جنته
یعنی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ سند کسی مجنون پر پڑھ دی جائے تو اس کا پاگل پن دور ہو جاتا ہے۔
(الصواعق المحرقة (عربی، مطبوعہ ترکی، ص ۲۰۵)

یہی سند سنن ابن ماجہ کے مقدمے میں حدیث نمبر ۶۵ کے تحت درج ہے:-
حدثنا علي بن موسى الرضا عن ابيه عن جعفر ابن محمد
عن ابيه عن علي ابن الحسين عن ابيه عن ابي طالب
ابن ماجہ کے دادا استاد ابوصلت نے کہا:-

لو قرئ هذا الاسناد على مجنون لبرأ
یعنی اس سند کو اگر مجنون پر پڑھا جائے تو اس کا جنون دور ہو جائے۔
(کتب سنن ابن ماجہ) مطبوعہ دار السلام، ریاض، سعودی عرب
لیکن کیا سمجھئے، جہلائے دیوبند کی بد بختی کا کہ وہ اس بابرکت سند کو دیکھیں تو ان کا پاگل پن اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

اعتراض ﴿ پھر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے ”الامن والعلیٰ“ میں مولوی احمد رضا لکھتے ہیں:-

”جواہر خمسہ کی سیفی میں وہ جواہر سیف خو خوار جسے دیکھ کر وہابیت بے چاری اپنا جوہر کرنے کو تیار، وہ ناد علی زاد علیا مظهر العجائب تجده عونالك في النوائب كل هم وغم بولايتك يا علی یا علی یا علی، پکار علی مرتضیٰ کو کہ مظهر عجائب ہیں، تو انہیں اپنا مددگار پائے گا مصیبتوں میں، سب پریشانی و غم دور ہوتے چلے جاتے ہیں حضور کی ولایت سے یا علی یا علی یا علی۔

مولوی احمد رضا اس ناد علی سے وہابیت کا گوبر نکالتے ہیں اور ”الامن والعلیٰ“ میں حضرت علی کی دہائی دیتے ہیں (یا علی مشکل کشا مشکل کشا) اور لکھتے ہیں ”کاروبار عالم مولیٰ علی کے دامن سے وابستہ ہے۔“ (الامن والعلیٰ، ص ۱۱)

جبکہ مشہور محدث حضرت ملا علی قاری نے ناد علی کو شیعوں کی نہایت بری بات اور من گھڑت بتلایا ہے۔“

جہلائے دیوبند مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہیں اور اصل بات کو چھپا رہے ہیں ”الامن والعلیٰ“ اٹھا کر دیکھئے مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب ”انتباہ فی سلاسل اولیاء“ کا حوالہ دے کر ان ہی جہلائے دیوبند وہابیہ سے پوچھ رہے ہیں کہ شاہ ولی اللہ کی کتاب ”انتباہ فی سلاسل اولیاء“ سے تو ثابت ہے کہ اس دعائے سیفی کی سند ان کو ملی، جس میں یہی ”ناد علی“ ہے تو کیا شاہ ولی اللہ مشرک و بدعتی ہوئے یا نہیں؟ اور کیا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے عالم کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ ناد علی شیعوں کی بری بات اور من گھڑت ہے؟ لیکن خوف آخرت سے بے خوف یہ فراڈیئے آنکھوں میں دھول جھونک کر اسے مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے ذمے لگا رہے ہیں۔

رہا یہ اعتراض کہ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مشکل کشا کہا۔ تو جناب حضرت مولانا علی کو مشکل کشا کہنے میں کچھ اور لوگ بھی شامل ہیں۔ وہ ہیں حاجی امداد اللہ مہاجر کی اور مولوی حسین احمد کانگریسی، بلکہ سارے دیوبندی کیونکہ انہوں نے اپنے شجرہ طریقت میں جہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام آیا ہے، وہاں لکھا:-

”ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے“

(سلاسل طیبہ، از مولوی حسین احمد، مطبوعہ لاہور، ص ۱۴، ارشاد مرشد، مطبوعہ کانپور، ص ۲۳)

دیوبندیوں کے پیر و مرشد اور دیوبندیوں کے شیخ الاسلام، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو بھی مشکل کشا کہہ رہے ہیں، ان کے متعلق کیا خیال ہے؟

پھر اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ”کاروبار عالم، مولیٰ علی کے دامن سے وابستہ ہے۔“
 مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے تو یہ سرخی بجا کر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب ”تحفہ اثناء عشریہ“ کی عبارت ثبوت میں پیش کی ہے اور وہابیہ سے سوال کیا ہے کہ ان شرکت پر شاہ عبدالعزیز دہلوی اجماع امت بتا رہے ہیں، لیکن بددیانت جہلائے دیوبند نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت کا جواب دینے کی بجائے صرف سرخی نقل کر کے مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کو شیعہ لکھ دیا، کیا کہنے ہیں دیوبندی جہلا کی دیانت کے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی عبارت بھی سن لیجئے:-

”حضرت امیر و ذریعہ طاہرہ در اتمام امت بر مثال پیران و مرشدان می پرستند و امور مکتوبینہ را بایشان وابستہ می دانند و

فاتحہ و درود و صدقات و نذر و منت بنام ایشان رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است“

(تحفہ اثناء عشریہ (فارسی)، مطبوعہ سہل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء، ص ۲۱۴)

(ترجمہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد پاک کو تمام افراد امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے ہیں

اور امور مکتوبینہ کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ و درود و صدقات اور نذر و نیاز ان کے نام کی ہمیشہ کرتے ہیں

جیسا کہ تمام اولیاء اللہ کا یہی طریقہ اور معمول ہے۔

اب بددیانت جہلائے دیوبند کے مشہور ناشر نور محمد کارخانہ کتب کراچی نے ”تحفہ اثناء عشریہ“ کا جو اردو ترجمہ شائع کیا ہے،

اس میں اس عبارت کا ترجمہ ہی غائب کر دیا ہے۔

اعتراض: یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ مولوی احمد رضا پنجتن کا وظیفہ پڑھتے ہیں:-

لی خمسة اطفئ بها حرالوبا الحاطمة: المصطفی والمرتضی وابناهما الفاطمة

”میرے لئے پانچ ہستیاں ایسی ہیں جن کے وسیلے سے جلانے آفتوں کو بجھاتا ہوں، وہ پانچ یہ ہیں:-

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن اور حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین۔“

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا

(ترجمہ) اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے رسول کے گھر والو تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور فرما دے

اور تمہیں اچھی طرح پاک کر کے خوب پاکیزہ کر دے۔

(پ ۲۶- سورۃ الاحزاب: ۳۳) (ترجمہ قرآن، البیان از علامہ کاظمی)

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری علیہ الرحمہ (متوفی ۳۱۰ھ) جامع البیان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ بیروت (لبنان)

۱۳۹۸ھ / ۸/۱۹ء، ج ۲۲، ص ۵ پر حدیث نقل کرتے ہیں:-

محمد بن المثنی قال ثنا بکر بن یحیی بن زبان العنزی قال ثنا مندل عن الاعمش عن عطية عن ابي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نزلت هذه الايته في خمسة في على رضى الله تعالى عنه وحسن رضى الله تعالى عنه وحسين رضى الله تعالى عنه وفاطمه رضى الله تعالى عنها انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا۔

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت ”پنجتن“ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ میری شان میں اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کہ جزیں نیست، اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اے اہل بیت کہ تم سے ناپاکی دور کر دے اور تمہیں پاک کر دے، خوب پاک کر دے۔

پنجتن کے معنی ہیں پانچ افراد، اور ان سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حسین کریمین، سیدہ فاطمہ زہرا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں اور آیت تطہیر ان پانچوں مقدس حضرات کے بارے میں نازل ہوئی جس میں ويطهرکم تطهيرا موجود ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں پاک کر دے۔ پاک کرنا جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ یہ پنجتن واقعی پاک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خود اپنی زبان مبارک سے ”خمسه“ کا لفظ فرمادیا اور خمسه سے اپنی مراد کو ظاہر فرمانے کیلئے تفصیل ارشاد فرمادی اور صاف صاف ارشاد فرمادیا کہ آیہ تطہیر کی شان نزول یہ پانچ عظیم ہستیاں ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے پاک قرار دیا، تو اب اس کے بعد کسی شقی القلب کا یہ کہنا کہ معاذ اللہ پنجتن پاک کو پاک کہنا جائز نہیں اور پنجتن آیہ تطہیر میں داخل نہیں۔ بارگاہ رسالت سے بغاوت اور اللہ کے رسول کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے؟ (نحوذ باللہ من ذالک)

اس کا مقصد یہ نہیں کہ معاذ اللہ ان پانچ کے سوا ہم کسی کو پاک نہیں مانتے۔ ہمارے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی آیہ تطہیر میں شامل ہیں۔ اسی لئے ہم ان کے ساتھ مطہرات کا لفظ لازمی طور پر استعمال کرتے ہیں اور ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار مقدس محبوب بندے اور بندیاں یقیناً پاک ہیں اور ہم ان کی پاکی کا اعتقاد رکھتے ہیں، لیکن پنجتن پاک بولنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ حدیث منقولہ بالا میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے خمسه کا کلمہ مقدسہ ادا ہوا۔ پھر ان کی تفصیل بھی خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی اور ان کی شان میں آیہ تطہیر کے نزول کا ذکر فرمایا۔

اب کچھ بعید نہیں کہ جہلائے دیوبند پنجتن کا لفظ بولنے اور ان کے افراد کا نام ذکر کرنے پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی شیعہ ہونے کا فتویٰ نہ لگا دیں۔ دیوبندی جہلا بتائیں کہ پنجتن کون ہیں؟ ایک حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، تین صحابی ہیں، ایک صحابیہ ہیں۔ اہل سنت ان صحابہ کا نام لیں تو شیعہ لیکن دیوبندی رات دن صحابہ صحابہ کا وظیفہ چبیں، اپنے جلسوں میں صحابہ کے نام کے نعرے لگائیں، صحابہ کے نام کی تحظییں بنائیں تو دیوبندی شیعہ نہیں بنتے۔ احسہ کیوں!

اعتراض ﴿ فاضل بریلوی امام احمد رضا کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

”اے اہل بیت میں اپنے اور مشکلات کے حل کیلئے آپ کو خدا کے حضور سفارش بنا کر پیش کرتا ہوں اور

آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۲۹۶)

صرف اہل بیت سے سفارش اور اہل بیت کے دشمنوں سے برأت، یہ کون دشمن ہیں۔ یہ کن سے برأت؟ یہ رضا علی قبلہ کے پوتے مولوی احمد رضا صاحب ہی بتلا سکتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ اس وقت راقم کے پیش نظر نہیں، واللہ اعلم یہ عبارت بھی فتاویٰ رضویہ میں کس طرح لکھی ہے اور اس کا سیاق و سباق کیا ہے۔ چلئے دیوبندی خود ہی بتادیں کہ اس میں مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ پر اعتراض والی کون سی بات ہے؟ اہل بیت کرام کو اپنی مشکلات کے حل کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی بنانا اور ان کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کرنا کون سا گناہ کبیرہ ہے؟ ان کے دشمن کون ہیں؟ دیوبندی خود غور کر لیں۔ جو اہل بیت کرام سے خواہ مخواہ چڑھتا ہے اور ان کے نام کو بھی پسند نہیں کرتا اور ان کے مباک ناموں کو بھی شیعہ والے نام کہتا ہے، وہی تو دشمن اہل بیت ہے، اور کیا دشمنوں کے سر پر سنگ ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سورۃ انشعۃ، پارہ ۳۰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

”بعض از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد دینی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا و استغراق آتہا بہ جہت کمال و وسعت تدارک آتہا مانع توجہ بایں سمت نے گرد داویساں تحصیل کمالات باطنی از آتہائے نما سندہ و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آتہائے طلبند وی پابند و زباں حال دراں وقت ہم مترنم بایں مقالات است ع من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن“ (تفسیر عزیزی، پارہ ۵، فارسی، طبع مجتہبی دہلی، ۱۳۳۸ھ، ص ۵)

(ترجمہ) بعض خاص اولیاء اللہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے بندوں کی ہدایت و ارشاد کیلئے پیدا کیا، ان کو اس حالت میں بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوا ہے اور اس طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان کا استغراق بوجہ کمال و وسعت تدارک انہیں روکتا ہے اور اویسی سلسلے کے لوگ باطنی کمالات انہی سے حاصل کرتے ہیں، حاجت مند اور اہل غرض لوگ اپنی مشکلات کا حل انہی سے چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہ پاتے بھی ہیں اور زبان حال سے یہ ترنم سے پڑھتے ہیں ”اگر تم میری طرف بدن سے آؤ گے تو میں تمہاری طرف جان سے آؤں گا۔“

جب اہل غرض لوگ اپنی مشکلات کا حل اولیاء اللہ سے چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہ پاتے ہیں تو اہل بیت کرام نے کیا قصور کیا ہے، جو ان سے مشکلات کا حل چاہنے والا شیعہ ہو جائے۔

مولوی سرفراز خان صفدر گکھڑوی دیوبندی (گوجرانوالہ) لکھتے ہیں:-

”بلاشبہ مسلک دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں، بلاشبہ دیوبندی حضرات کیلئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔“

(اتمام البرہان، حصہ اول، مطبوعہ گوجرانوالہ ۱۹۸۱ء، ص ۱۳۸)

اگلا اعتراض یہ کیا ہے کہ ”الامن والعلیٰ“ کے صفحہ ۲۴۴ پر مولوی امام احمد رضا صاحب لکھتے ہیں:-

”ایک فریادی مصری امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کرتا ہے کہ میں نے عمرو بن العاص کے صاحبزادے کے ساتھ دوڑ کی، میں آگے نکل گیا، صاحبزادے نے مجھے کوڑے مارے اور کہا، میں دو معزز کریم کا بیٹا ہوں۔ اس فریاد پر امیر المومنین نے فرمان نافذ فرمایا کہ عمرو بن العاص مع اپنے بیٹے کے حاضر ہوں۔ حاضر ہوئے، امیر المومنین نے مصری کو حکم دیا، کوڑا لے اور مار دو لٹیہوں کے بیٹے کو۔۔۔ جب مصری فارغ ہوا، امیر المومنین نے فرمایا۔ اب یہ کوڑا عمرو بن العاص کی چند یا پر رکھ۔۔۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا امیر المومنین نہ مجھے خبر ہوئی، نہ یہ شخص میرے پاس آیا۔“

اس جعلی و فرضی داستان سے مولوی احمد رضا نے نہ صرف فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کی، بلکہ عدلی فاروقی کو بھی داغدار کیا۔ عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ یا امیر المومنین نہ مجھے خبر ہوئی، نہ یہ شخص میرے پاس آیا۔ صرف ایک شخص کے کہنے پر امیر المومنین نے کوڑے بر سوا دیئے۔ یہ داستان قطعاً فرضی ہے۔ بلاشبہ کسی شیعہ کی گڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس شیعہ داستان سے فاضل بریلوی کے حضرت عمر فاروق اور حضرت عمرو بن العاص کے خلاف جذبہ شیعہ کا اظہار ہوتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ امیر المومنین کوئی انکوائری نہ کریں اور صحابی رسول کی چند یا پر کوڑا رکھ دیں۔ اللہ کی پناہ! اسے لکھنے کیلئے مولوی احمد رضا خاں کا کلیجہ چاہئے۔

اب امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی کتاب ”الامن والعلیٰ“ کی اصلی عبارت ملاحظہ فرمائیں:-

ایک مصری امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، عرض کی یا امیر المومنین عائد بك من الظلم (امیر المومنین میں حضور کی پناہ لیتا ہوں ظلم سے)۔ امیر المومنین نے فرمایا، عدت معاذ۔۔۔ تو نے سچی جائے پناہ لی۔ ہمارا مطلب تو حدیث کے اتنے ہی لفظوں سے ہو گیا۔ پناہ لینے والے نے امیر المومنین کی دہائی دی اور امیر المومنین نے اپنی بارگاہ کو سچی جائے پناہ فرمایا۔

مگر تمتہ حدیث بھی ذکر کریں کہ اس میں امیر المومنین کے کمال عدل کا ذکر ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر پر امیر المومنین کے صوبہ دار تھے، یہ فریادی مصری عرض کرتا ہے کہ میں نے ان کے صاحبزادے کے ساتھ دوڑ کی، میں آگے نکل گیا۔ صاحبزادے نے مجھے کوڑے مارے اور کہا میں دو معزز کریم والدین کا بیٹا ہوں۔ اس فریاد پر امیر المومنین نے فرمان نافذ فرما دیا کہ عمرو بن العاص مع اپنے بیٹے کے حاضر ہوں۔ حاضر ہوئے، امیر المومنین نے مصری کو حکم دیا کوڑا لے اور مار۔ اس نے بدلہ لینا شروع کیا اور امیر المومنین فرماتے جاتے ہیں مار دو لہمیوں کے بیٹے کو۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، خدا کی قسم! جب اس فریادی نے مارنا شروع کیا ہے، ہمارا جی چاہتا تھا کہ یہ مارے اور اپنا عوض لے۔ اس نے یہاں تک مارا کہ ہم تمنا کرنے لگے کاش اب ہاتھ اٹھالے۔ جب مصری فارغ ہوا، امیر المومنین نے فرمایا، اب یہ کوڑا عمرو بن العاص کی چندیا پر رکھ (یعنی وہاں کے حاکم تھے، انہوں نے کیوں داد رسی کی، بیٹے کا کیوں لحاظ پاس کیا) مصری نے عرض کی یا امیر المومنین ان کے بیٹے ہی نے مجھے مارا تھا، اس سے میں عوض لے چکا۔ امیر المومنین نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: مذکم تعبدتما الناس و ولدتھم امھاتھم احرارا تم لوگوں نے بندگانِ خدا کو کب سے اپنا غلام بنالیا، حالانکہ وہ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے۔ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا امیر المومنین! نہ مجھے خبر ہوئی، نہ یہ شخص میرے پاس فریادی آیا عبدالحکم عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جہلائے دیوبند نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ داستان جعلی اور فرضی ہے۔ تو جناب یہ حدیث جعلی اور فرضی داستان نہیں بلکہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ علی متقی ہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کنز العمال، جلد ۱۲، ص ۶۶۰، حدیث نمبر ۳۶۰۵ کے تحت یہ حدیث درج کی ہے۔ کیا یہ دونوں بزرگ شیعہ تھے؟ اگر یہ ایک طرفہ کار روائی ہوتی تو حضرت عمرو بن العاص پہلے بول پڑتے یہ تو عدلِ فاروقی کی زبردست مثال ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فقرہ کہ ”تم لوگوں نے بندگانِ خدا کو کب سے غلام بنالیا حالانکہ وہ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے“ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے۔ اگر امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ شیعہ تھے تو کیا شیعہ عدلِ فاروقی مانتے ہیں؟ اس حدیث میں یہ فقرہ بھی آیا ہے کہ ”حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصری کو حکم دیا کہ کوڑا لے اور مار دو لہمیوں کے بیٹے کو“ ”لہم“ کا معنی ہے بخیل، کنجوس (جدید نسیم اللغات، ص ۸۳۵) یعنی جن دونوں نے اولاد کی تربیت میں کنجوسی کا مظاہرہ کیا۔

اس سے اگلا اعتراض یہ کیا کہ ایک شیعہ مصنف لکھتا ہے:-

”مولوی احمد رضا نے وہ عظیم کام کیا جو کسی مجتہد سے ممکن نہ تھا، ہندوستان میں جو مجالس محرم قائم ہیں، اس کے وجود کی بقاء کے سلسلے میں مولانا احمد رضا کی بے لوث خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔“ (المیزان، احمد رضا نمبر، ص ۵۵۰)

”جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اہل سنت میں محرم، تعزیے، علم، تاشے ہیں تو صرف احمد رضا کے دم سے، ڈھول ہے تو اعلیٰ حضرت کے دم سے، مزاروں پر عرس، اس عرس میں طوائفیں، کمپنی تھیٹر، سنیما ہے تو ان کے قلم سے۔“

یہ کھلا بہتان ہے کہ ماتم، علم، تاشے اور تعزیے وغیرہ امام احمد رضا کے دم سے ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے تو ان کے خلاف قلم چلایا اور رسالے لکھے۔ آپ کی تصانیف کا مطالعہ کریں۔ لوگوں کو جھوٹ بول کر گمراہ نہ کریں۔ ماتم، تعزیے اور روایات باطلہ و بے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل شہادت ناموں کے رد میں آپ کا رسالہ ”تعزیہ داری“ کو پڑھ لیں۔ کیا آپ اس کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ طوائفوں، تھیٹروں اور سنیما کے جواز میں امام احمد رضا نے قلم چلایا ہے۔ اگر نہیں تو لعنت اللہ علی الکاذبین۔ عرس، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ایجاد نہیں۔ عرس کے متعلق حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:-

”حضرت خواجہ قدس سرہ کے عرس کے زمانے میں دہلی پہنچ کر یہ خیال تھا کہ آپ کی خدمت عالی میں بھی حاضر ہوں۔“
(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۳۳)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:-

”عرس کا دن اگر اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ جس بزرگ کا عرس ہو، وہ یاد رہیں اور اس وقت ان کے حق میں دعا کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔“ (فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی ۱۹۷۳ء، ص ۱۵۱)

اس مسئلہ میں بھی حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ اہل سنت کی حمایت میں ہیں، جبکہ وہابی دیوبندی اس مسئلہ میں حضرت شاہ کے سخت مخالف ہیں۔ بلکہ وہ تو عرس کے ہی مخالف ہیں، دن مقرر کرنا تو بعد کی بات ہے۔

محرم الحرام میں ذکر حسین کی مجالس قائم کرنے پر اعتراض والی کیا بات ہے۔ محرم الحرام میں مجالس قائم کر کے آج بھی اہل سنت دس دن تک بلکہ محرم کا پورا مہینہ صحیح روایات سے شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خانوادہ اہل بیت کی شہادت کا ذکر کرتے ہیں۔ اہل بیت پر صرف شیعہ کا تو حق نہیں اور صرف ان کی ہی اجارہ داری نہیں۔ اصل حق تو اہل سنت کا ہی ہے۔ اہل بیت کا ذکر خاریجیوں اور ناصبیوں کو ہی برا لگتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:-

”سال میں دو مجلسیں فقیر کے مکان پر منعقد ہوا کرتی تھیں۔ مجلس ذکر ولادت شریف اور مجلس شہادتِ حسین اور یہ مجلس بروز عاشورہ یا اس سے دو ایک دن قبل ہوتی ہے۔ چار پانچ سو آدمی بلکہ ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں اور دُرود شریف پڑھتے ہیں۔ اسکے بعد جب فقیر آتا ہے تو لوگ بیٹھتے ہیں اور فضائلِ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر جو حدیث شریف میں وارد ہے، بیان کیا جاتا ہے اور پنج آیات پڑھ کر کھانے کی جو چیز موجود رہتی ہے، اس پر فاتحہ کیا جاتا ہے اور اثناء میں اگر کوئی خوش الحان سلام پڑھتا ہے یا شرعی طور پر مرثیہ پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو اکثر حضار مجلس اور اس فقیر کو بھی حالتِ رقت اور گریہ طاری ہو جاتی ہے۔ اس قدر عمل میں آتا ہے۔ اگر یہ سب فقیر کے نزدیک اس طریقہ سے جس کا ذکر کیا گیا ہے، جائز نہ ہوتا تو ہرگز فقیر ان چیزوں پر اتمام نہ کرتا۔“ (فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی ۱۹۳۳ء، ص ۱۷۷)

کیا وہابی دیوبندی اس طرح مجالس منعقد کرتے ہیں؟ یا ان میں شامل ہوتے ہیں؟ اگر نہیں تو شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:-

”جس کھانے کا ثواب حضراتِ امامین رضی اللہ عنہم کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ و قل پڑھا جائے، وہ کھانا تبرک ہو جاتا ہے، اس کا کھانا بہت خوب ہے۔“ (فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی ۱۹۳۳ء، ص ۱۷۷)

کیا وہابی دیوبندی، شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے اس فتویٰ پر عمل کرتے ہیں؟

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درس میں ایک روہیلہ پٹھان آفتان نامی شریک ہوا کرتا تھا۔ ایک دن شاہ صاحب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے تو اس کو اس قدر غصہ آیا کہ (خود شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا بیان ہے)

”بندہ راشیعہ فہمیدہ آمدن درس موقوف کرد“

بندہ کو شیعہ سمجھ کر درس میں شریک ہونا بند کر دیا۔

(پروفیسر خلیق احمد نقوی، تاریخ مشائخِ چشت، اسلام آباد، دار المصنفین، جلد ۵، ص ۷۰)

جہلائے دیوبند نے پندرہویں صدی کا یہ عظیم ترین جھوٹ بولتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ کیا ساری دنیا اندھی ہو گئی ہے۔ جسے امام احمد رضا کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کا موقع ملے گا۔ جو شخص فتاویٰ رضویہ اور دیگر بلند پایہ علمی تصانیف کا مطالعہ کرے گا، وہ جہلائے دیوبند کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گا؟

رؤِ شیعہ کے بارے میں ”مجموعہ رسائل ردِّ روافض“ از امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء مطالعہ فرمائیں۔

شیعہ، اکابر دیوبند کی نظر میں

سوال 1: کیا علمائے دیوبند کے نزدیک شیعہ کافر ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾

- جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے، وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔
(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۳۸)
- جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں۔۔۔ اور جو لوگ فاسق کہتے ہیں، ان کے نزدیک ان کی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ ہونا چاہئے، اور بندہ بھی ان کی تکفیر نہیں کرتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۶۴)
- روافض و خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے، حالانکہ وہ شیخین و صحابہ کو اور (خوارج) حضرت علی کو کافر کہتے ہیں۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۶۵، مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ، بیرون پوٹر گیٹ ملتان)

سوال 2: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو سنی المذاہب عورت بالغہ کا نکاح زید شیعہ مذہب کے ساتھ برضائے شرعی باپ کی تولیت ہو گیا، دریافت طلب یہ امر ہے کہ سنی و شیعہ کا تفرق مذہب، نکاح جیسا کہ ہندوستان میں شائع ہے، عندالشرع صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾

- نکاح منعقد ہو گیا، لہذا سب اولاد ثابت النسب ہے اور محبت حلال ہے۔ (اثر فطی قنوی، امداد الفتاویٰ، جلد ۲، ص ۲۸-۲۹)
- رافضی کے کفر میں اختلاف ہے۔۔۔ جو ان (شیعہ) کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک (رشتہ لینا دینا) ہر طرح درست ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ کراچی، ص ۱۷۰)

سوال 3: کیا علمائے دیوبند کے نزدیک شیعہ کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

• ذبیحہ رافضی کے ہاتھ کا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ شیعہ کے ذبیحہ میں علمائے اہل سنت کا اختلاف ہے، رائج اور صحیح یہ ہے کہ حلال ہے۔ (امداد الفتاویٰ، جلد ۲، ص ۱۲۳)

شیعہ کی نماز جنازہ

”مشہور شیعہ عالم اور وکیل مظہر علی اظہر انتقال فرما گئے۔ نماز جنازہ دیال سنگھ گراؤنڈ میں ۳/ نومبر ۱۹۷۴ء بروز اتوار ادا کی گئی۔ نماز جنازہ صبح دس بجے حضرت مولانا عبید اللہ انور (دیوبندی) نے پڑھائی۔“ (ہفت روزہ خدام الدین، لاہور شمارہ ۸/ نومبر ۱۹۷۴ء، ص ۳)

”شیعہ لیڈر مظفر علی شمس کی نماز جنازہ کے فرائض ملک مہدی حسن علوی (شیعہ) نے ادا کئے۔ نماز جنازہ میں مولانا عبدالقادر آزاد، مولانا تاج محمود، مولانا ضیاء القاسمی، ڈاکٹر مناظر، میاں طفیل محمد، چوہدری غلام جیلانی کے علاوہ ہزاروں ملاحوں نے شرکت کی۔“ (روزنامہ نوائے وقت لاہور، شمارہ ۲۱/ جون ۱۹۷۶ء)

علمائے دیوبند اور تعزیه داری

”اجمیر میں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل تعزیہ کی نصرت کا فتویٰ دیا تھا۔“

(الافاضات الیومیہ، مطبوعہ کراچی، جلد ۴، ص ۱۳۸، ۱۳۹)

اگلا اعتراض یہ کیا کہ مولانا احمد رضا خاں نے سرورِ انبیاء سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے مثال بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد فرما کر اس طرح ندا فرمائی:-

”بلا تشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے، اور بائگی ٹوٹی والے اودھانی دوپٹے والے“

(عجلی الیقین، احمد رضا، ص ۲۰)

اب ”عجلی الیقین“ کی اصل عبارت سنئے:-

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خصوصی القابات سے پکارا گیا:-

قال جلت عظمتہ یا دم اسکن انت و زوجک الجنة وقال تعالیٰ یا نوح اهبط بسلام منا وقال تعالیٰ یا ابراهیم قد صدقت الرویا وقال تعالیٰ یموسیٰ انی انا اللہ وقال تعالیٰ یعیسیٰ انی متوفیک وقال تعالیٰ یا داؤد انا جعلنک خلیفۃ وقال تعالیٰ یا زکریا انا نبشرك وقال تعالیٰ یا یحییٰ خذ الکتب بقوة

غرض قرآن عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصافِ جلیلہ والقابِ جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے:-

❖ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ

(اے نبی ہم نے تجھے رسول کیا)

❖ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ

(اے رسول پہنچا جو تیری طرف اتر)

❖ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ

(اے جھرمٹ مارنے والے کھڑا ہو لوگوں کو ڈرنا)

❖ يٰٓسَٓ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

(اے یسین یا اے سرورِ مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی بے شک تو مرسلوں سے ہے)

❖ طهٓ مَّا اَنْزَلْنَا عَلٰیكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی

(اے طہ یا اے پاکیزہ رہنما ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑے)

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بالبداہۃ حضور سید المرسلین و انبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔

یا آدم ست با پدر انبیاء خطاب یا ایہا النبی خطاب محمد ست

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امام عزالدین بن عبدالسلام (مصری شافعی، متوفی ۶۶۰ھ) وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں۔ بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے اور ان میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے، اے مقرب حضرت! اے نائب سلطنت! اے صاحب عزت! اے سردار مملکت! تو کیا کسی طرح محل ریب و شک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت و وجاہت والا اور سرکار سلطانی کو تمام عمائد و اراکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔

فقیر کہتا ہے (غفر اللہ تعالیٰ لہ) خصوصاً یَا أَيُّهَا الْمَرْمُلُ و یَا أَيُّهَا الْمَذْبُورُ تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہل محبت ہی جانتے ہیں ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالا پوش اوڑھے جھرمٹ مارے لیٹے تھے۔ اسی وضع و حالت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد فرما کر ندا کی گئی۔ بلا تشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے اوبانگی ٹوپی والے! اودھانی دوپٹے والے! اودامن اٹھا کے جانے والے!

فبحسن الله والحمد لله والصلوة الزهراء على الحبيب ذی الجاہ

(تجلی البقین بان نبینا سید المرسلین، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۹۴ء، ص ۳۴، ۳۵)

امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی عبارت قارئین کے سامنے ہے۔ اس میں کیا توہین ہے؟ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے لکھا: ”بلا تشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے اوبانگی ٹوپی والے، اوداھنی دوپٹے والے“ امام احمد رضا لکھ رہے ہیں ”بلا تشبیہ“ کیا دیوبندی بتائیں گے کہ ”بلا تشبیہ“ کے کیا معنی ہیں؟ اب آئیے دیوبندی مولوی عطاء اللہ بخاری احراری کی اس عبارت کے بارے میں ایم رانا دیوبندی صاحب کیا کہیں گے جس میں بلا تشبیہ کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔ مولوی بخاری کی تشبیہ ملاحظہ فرمائیے:-

ایک ٹھیسٹ پنجنابی گاؤں میں معراج النبی پر تقریر کر رہے تھے، فرمایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج کو چلے تو کائنات رُک گئی، سوچا کہ دیہاتی سمجھ نہیں سکے کہ کائنات رُک گئی کے معنی کیا ہیں، پوچھا! کیا سمجھے؟ مجمع نے کہا جی نہیں۔ بہت سمجھایا، لیکن اُردو اور پنجنابی کے متبادل فقرہوں سے بات نہ بن سکی۔ کروٹ لی، کہ سوہنا اپنے عاشق دل چلیا تے زمین و آسمان ٹھہر گئے“ کیوں؟ آواز کارس گھلاتے ہوئے بہ لُحْن (پنجنابی زبان میں)

تیرے لوگ دایا لشکارا تے ہالیاں نے ہل ڈک لئے“

مجمع پھڑک اٹھا، آوازیں آئیں، شاہ جی سمجھ گئے اور یہ تھا خطاب کا اعجاز!

(شورش کاشمیری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۲۸۹)

یعنی اے محبوب تیرے لوگ (عورتوں کے ناک میں پہننے کا زیور) کی چمک دیکھ کر زمین میں ہل چلانے والوں نے اپنے ہل روک لئے (وہ بلا تشبیہ ہے اور یہ اپنے امیر شریعت کی تشبیہ بھی دیکھ لیں)۔

اگلا اعتراض یہ ہے کہ مولوی احمد یار خاں لکھتے ہیں:-

”ان کی چتون کیا پھر سارا زمانہ پھر گیا“

(شان حبیب الرحمن، مولوی احمد یار خاں، ص ۲۰)

مولوی احمد یار خاں اور مولوی احمد رضا کا یہ بیان بلاشبہ ان کے ذوق کی پستی اور گندی ذہنیت اور گھناؤنے پن کا اظہار ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی تشبیہ کا بیان آپ اوپر پڑھ آئیں ہیں اس میں کیا گندی ذہنیت ہے۔ مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ”شان حبیب الرحمن“ میں لکھتے ہیں:-

”حضور علیہ السلام کی خواہش یہ تھی کہ ہمارا قبلہ پھر کعبہ معظمہ ہی بن جائے، سترہ مہینے ہو چکے تھے، بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے پڑھتے، ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبریل ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم کعبہ شریف ہی کی طرف نماز پڑھا کریں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں بندہ الہی ہوں بغیر حکم کے کچھ بھی نہیں عرض کر سکتا۔ ہاں حضور حبیب اللہ ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ آپ کی دعا کبھی بھی رد نہیں ہوتی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرمائیں۔ یہ عرض کر کے حضرت جبریل علیہ السلام چلے گئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وحی کے انتظار میں سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کیا کہ شاید اب وحی آئی ہو قبلہ بدلنے کیلئے، پروردگار عالم نے یہ محبوبانہ انداز نہایت ہی پسند فرمائی اور اس آیت (سورہ بقرہ پارہ ۲) میں ارشاد فرمایا کہ اے محبوب آپ کی اس پیاری ادا کو ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ بار بار اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا رہے ہیں۔ اچھا ہم اس کو آپ کا قبلہ بنائے دیتے ہیں جسے کہ محبوب تم چاہو۔ (روح البیان بھی آیت) ان کی چتون کیا پھر سارا زمانہ پھر گیا۔“

احقر نے اس سوال میں کئی جگہ دیوبندیوں کو جہلائے دیوبند اسی لئے لکھا ہے کہ یہ بے چارے تو امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی کسی کتاب کا نام بھی نہیں پڑھ سکتے۔ احقر نے ایک مرتبہ ایک دیوبندی سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی کتاب ”کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم“ کا نام پڑھنے کیلئے کہا تو اس کے جواب میں جو اس نے پڑھا، اب آپ سے کیا کہوں۔ علمائے اہلسنت کی عبارات کو یہ جہلائے دیوبند کیا سمجھیں گے؟ ”چتون“ ہندی لفظ ہے اور مونث ہے۔ اس کے معنی نظر، تیوری، نگاہ کے ہیں۔ دیوبندی بتائیں کہ اس میں کیا گندی ذہنیت ہے؟ جہلائے دیوبند کا اس عبارت پر اعتراض جہالت لسانی ہے۔

اگلا اعتراض یہ لکھا کہ ”احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے خود اللہ تعالیٰ کی شان میں بڑے نازیبا مکروہ نجس الفاظ لکھے ہیں۔“
(فتاویٰ رضویہ، جلد اول)

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آپ لوگوں کے مکروہ نجس عقائد کی کراہت نجاست واضح کرنے کیلئے لکھے گئے ہیں۔
یعنی امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا کہ اگر تمہارا خدا جھوٹ بول سکتا ہے تو تمہارا خدا چوری بھی کر سکتا ہے، شراب بھی پی سکتا ہے
وغیرہ چنانچہ الحمد للہ دیوبندیو آپ پر بھی ان کا مکروہ و نجس ہونا ظاہر ہو گیا۔

اگلا آخری اعتراض یہ کیا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔ موصوف نے وصیت کی تھی:-
”میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اس پر مضبوطی سے قائم رہنا“

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی وصیت کا مقصد یہی ہے کہ جو گندے کفریہ عقائد دیوبندی، وہابی، شیعہ، مرزائی، نجہری
وغیرہ کی کتب سے ظاہر ہیں۔ ان سے پرے رہنا اور جو اہل سنت کے صحیح اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مبنی عقائد ہیں
جو کہ میری کتب سے ظاہر ہیں، ان پر مضبوطی سے قائم رہنا، اس میں کیا اعتراض والی بات ہے؟

مولوی الیاس بانی تبلیغی جماعت کہتے ہیں کہ ”مولوی اشرف علی تھانوی نے بڑا کام کیا، بس میرا دل چاہتا ہے کہ
تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔“ (ملفوظات مولوی الیاس، مرتبہ منظور نعمانی، مطبوعہ ایچ ایم
سعید کپنی کراچی، ص ۵۲)

مولوی الیاس نے نہ تو قرآن و حدیث کا نام لیا، نہ دین اسلام کا نام لیا ”ان (تھانوی) کی تعلیم“ کہا ہے۔
مولوی انور شاہ کاشمیری نے کتاب ”المہند“ عقائد علمائے دیوبند، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، انارکلی لاہور کے صفحہ ۷۹ پر کہا،
”عقائد (دین) میں امام نانوتوی، فروع (مذہب) میں امام گنگوہی“ نانوتوی کا دین کہا ہے، دین اسلام نہیں کہا۔ مولوی محمد سہول
دیوبندی لکھتے ہیں، المہند کو مذہب قرار دیا جائے۔ (المہند، ص ۹۶)

مولوی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں، ”عقائد علماء دیوبند کے نام سے کتاب لکھنا طبعاً پسند نہیں، شبہ ہوتا ہے کہ ان کے کچھ
مخصوص عقائد ہیں۔“ (المہند، ص ۱۵۷)

مسلكِ اعلیٰ حضرت کیوں کہا جاتا ہے ؟

سب سے پہلے آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ مسلكِ اعلیٰ حضرت سے مراد کوئی نیا مسلك نہیں ہے، بلکہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، صالحین اور علماء اُمت جس مسلك پر تھے، مسلكِ اعلیٰ حضرت کا اطلاق اسی مسلك پر ہوتا ہے۔

دراصل اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ تقریباً دو صدی قبل برصغیر کی سر زمین پر کئی نئے فرقوں نے جنم لیا اور ان فرقوں کے علمبرداروں نے اہلسنت و جماعت کے عقائد و معمولات کو شرک و بدعت قرار دینے کی شرمناک روش اختیار کی، خصوصاً مولوی اسماعیل دہلوی نے وہابی مسلك کی اشاعت کیلئے جو کتاب تقویۃ الایمان کے نام سے مرتب کی اس میں علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حاضر و ناظر، شفاعت، استعانت، نداء یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اختیارِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ تمام عقائد کو معاذ اللہ کفر و شرک قرار دے دیا، جبکہ یہ سارے عقائد روزِ اوّل سے قرآن و سنت سے ثابت شدہ ہیں۔ اسی طرح میلاد، قیام، صلوٰۃ و سلام، ایصالِ ثواب، عرس یہ سب معمولات جو صدیوں سے اہلسنت و جماعت میں رائج ہیں اور علمائے اُمت نے انہیں باعثِ ثواب قرار دیا ہے، لیکن نئے فرقوں کے علمبرداروں نے ان عقائد و معمولات کو شرک و بدعت قرار دیتے ہوئے اپنی ساری توانائی انہیں مٹانے پر صرف کی۔ اسی زمانے میں علمائے اہلسنت نے اپنے قلم سے ان عقائد و معمولات کا تحفظ فرمایا اور تحریر و تقریر اور مناظروں کے ذریعے ہر اعتراض کا دندان شکن جواب دیا۔

عقائد کی اسی معرکہ آرائی کے دور میں بریلی کی سر زمین پر امام احمد رضا خان قدس سرہ پیدا ہوئے۔ آپ ایک زبردست عالمِ دین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ علمی صلاحیتوں سے مالا مال فرمایا تھا اور آپ تقریباً پچپن علوم میں مہارت رکھتے تھے خصوصاً علمِ فقہ میں آپ کے دور میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت کی علمی صلاحیتوں کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو آپ کے مخالف ہیں، بہر حال آپ نے اپنے دور کے علمائے اہلسنت کو دیکھا کہ وہ باطل فرقوں کے اعتراضات کے جوابات دیکر عقائدِ اہلسنت کا دفاع کر رہے ہیں تو آپ نے بھی اس عظیم خدمت کیلئے قدم اٹھایا اور اہلسنت کے عقائد کے ثبوت میں دلائل و براہین کا انبار لگا دیا۔ ایک ایک عقیدے کے ثبوت میں کئی کئی کتابیں تصنیف فرمائیں، ساتھ ہی ساتھ جو معمولات آپ کے زمانے میں رائج تھے ان میں سے جو قرآن و سنت کے مطابق تھے، آپ نے ان کی تائید فرمائی اور جو قرآن و سنت کے خلاف تھے آپ نے ان کی تردید فرمائی۔ اس طرح بے شمار موضوعات پر ایک ہزار سے زائد کتابوں کا عظیم ذخیرہ مسلمانوں کو عطا فرمایا۔ بہر حال آپ نے باطل فرقوں کے رد میں اور عقائد و معمولاتِ اہلسنت کی تائید میں جو عظیم خدمات انجام دیئے، اس بنیاد پر آپ علمائے اہلسنت کی صف میں سب سے نمایاں ہو گئے اور عقائدِ اہلسنت کی زبردست وکالت کرنے کے سبب سے یہ عقائد امام احمد رضا کی ذات کی طرف منسوب ہونے لگے اور اب حال یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ اہلسنت کا ایک عظیم نشان کی حیثیت سے

تسلیم کر لی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی حجازی و یمنی یا عراقی و مصری بھی مدینہ منورہ میں ”یا رسول اللہ“ کہتا ہے تو نجدی اسے بریلوی ہی کہتے ہیں، حالانکہ اس کا کوئی تعلق بریلی شہر سے نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کوئی ”استلک الشفاعة یا رسول اللہ“ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرتا ہے تو وہ چاہے جزیرۃ العرب ہی کا رہنے والا کیوں نہ ہو، وہابی اسے بریلوی ہی کہتے ہیں، جبکہ بریلوی اسے کہنا چاہئے جو شہر بریلی کا رہنے والا ہو، لیکن اس کی وجہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اسلاف کے وہ عقائد ہیں، جن کی امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے دلائل کے ذریعے شد و مد سے تائید فرمائی ہے اور ان عقائد کے ثبوت میں سب سے نمایاں خدمات انجام دی ہیں، جس کی وجہ سے یہ عقائد امام احمد رضا سے اس قدر منسوب ہو گئے ہیں کہ دنیا کا کوئی بھی مسلمان اگر ان عقائد کا قائل ہو تو اسے آپ ہی کی طرف منسوب کرتے ہوئے بریلوی ہی کہا جاتا ہے۔

اب چونکہ برصغیر میں فرقوں کی ایک بھیڑ موجود ہے اس لئے اہلسنت و جماعت کی شناخت قائم کرنا ناگزیر ہو گیا ہے اس لئے کہ دیوبندی فرقہ بھی اپنے آپ کو اہلسنت ہی ظاہر کرتا ہے جبکہ دیوبندیوں کے عقائد بھی وہی ہیں جو وہابیوں کے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ وہابی اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اور ائمہ اربعہ میں کسی کی تقلید نہیں کرتے اور دیوبندی تقلید تو کرتے ہیں لیکن وہابیوں کے عقائد کو حق مانتے ہیں۔ اس لئے موجودہ دور میں اصل اہلسنت و جماعت کون ہیں، یہ سمجھنا بہت دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء اہلسنت و جماعت کو دیگر فرقوں سے ممتاز کرنے کیلئے ”مسلك اعلیٰ حضرت“ کا استعمال مناسب سمجھا، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اب جو مسلك اعلیٰ حضرت کا ماننے والا سمجھا جائے گا اس کے بارے میں خود بخود یہ تصدیق ہو جائے گی کہ یہ علم غیب، حاضر و ناظر، استعانت، شفاعت وغیرہ کا قائل ہے اور معمولات اہلسنت عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قیام، صلوٰۃ و اسلام کو بھی باعثِ ثواب سمجھتا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ نہیں فقط اپنے آپ کو سنی کہنا کافی ہے تو میں یہ کہوں گا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو سنی کہے تو آپ اسے کیا سمجھیں گے، یہ کون سا سنی ہے؟ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی تقلید کرتے ہوئے وہابی عقائد کو حق ماننے والا، یا پھر یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے والا۔

ظاہر ہے صرف سنی کہنے سے کوئی شخص پہچانا نہ جائے گا، مگر کوئی اپنے آپ کو بریلوی سنی کہے تو فوراً سمجھ میں آجائے گا کہ یہ حنفی بھی ہے اور سچا سنی بھی یا پھر اپنے آپ کو کوئی مسلك اعلیٰ حضرت کا ماننے والا کہے تو بھی اس مسلمان کے عقائد و نظریات کی پوری نشاندہی ہو جاتی ہے۔

اہل ایمان کو ہر دور میں شناخت کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

دیکھئے مکہ کی وادیوں میں جب اسلام کی دعوت عام ہوئی تو اس وقت ہر صاحب ایمان کو مسلمان کہا جاتا تھا۔ اور جب بھی کوئی کہتا کہ میں مسلمان ہوں تو اس شخص کے بارے میں فوراً یہ سمجھ میں آ جاتا کہ یہ اہلسنت و جماعت سے تعلق رکھتا ہے، یعنی خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرتے ہوئے آپ کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے، لیکن ایک صدی بھی نہ گزری تھی کہ اہل ایمان کو اپنی شناخت کیلئے ایک لفظ کے استعمال کی ضرورت محسوس ہوئی اور وہ لفظ ”سنی“ ہے۔

وجہ یہ تھی کہ ایک فرقہ پیدا ہوا جس نے (معاذ اللہ) حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرّا (لعن طعن) کرنا شروع کر دیا اور اس میں حد سے تجاوز کر گیا، لیکن وہ لوگ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اس لئے اس دور میں اہلسنت نے اپنے آپ کو سنی مسلمان کہا، صرف مسلمان اگر کوئی اپنے آپ کو کہتا تو اس کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوتا کہ یہ کون سا مسلمان ہے؟ حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم، حضرت سیدنا عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو ماننے والا مسلمان ہے یا ان پر تبرّا (لعن طعن) کرنے والا؟ لیکن اگر کوئی اپنے آپ کو سنی مسلمان کہتا تو اس کے بارے میں یہ سمجھ میں آ جاتا کہ یہ خلفاء ثلاثہ کو ماننے والا مسلمان ہے، اس طرح خلفاء پر لعن طعن کرنے والے رافضیوں کے مقابلے میں اہلسنت کی ایک الگ شناخت قائم ہو گئی۔۔۔ ”سنی مسلمان“۔

اس سلسلے میں کچھ لوگ یہ کہتے کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی یہ چار مسلک تو پہلے سے موجود ہیں پھر یہ پانچواں مسلک ”مسلک اعلیٰ حضرت“ کیوں کہا جاتا ہے تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مسلک اعلیٰ حضرت یہ کوئی پانچواں مسلک نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ چاروں مسلک حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی حق ہیں اور کسی ایک کی تقلید واجب ہے اور یہی امر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کتب سے ثابت ہے، اس لئے اگر کوئی شافعی یا حنبلی بھی اپنے آپ کو مسلک اعلیٰ حضرت سے منسوب کرتا ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ فروعیات میں اپنے امام کی تقلید کے ساتھ ساتھ عقائد و معمولات اہلسنت کا بھی قائل ہے۔

